بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا (بنی اسرائیل ۲۴)

برصغیر کے دینی مدارس میں صد ہا صد سال سے پڑھائی جانے والی

علامہ علی بن محمد المعروف میر سید شریف جرجانی کی عظیم کتاب نحو میر

کی آسان، مدلل اور مفصل شرح

تحفۃ النحریر

بشرح

نحو میر

جلد اول

ابو تقی حفیظ الرحمن لکھوی

فاضل مدینہ یونیورسٹی

مدیر جامعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ لاہور

ناشر

معارف ابن تیمیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم
وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا (بنی اسرائیل 24)
برصغیر کے دینی مدارس میں صدہا صد سال سے پڑھائی جانے والی
علامہ علی بن محمد المعروف میر سید شریف جرجانی کی عظیم کتاب نحو میر
کی آسان، مدلل اور مفصل شرح
سلسلہ اشاعت نمبر: 1
تحفۃ النحریر
بشرح
نحو میر
جلد اوّل
ابو تقی حفیظ الرحمن لکھوی
فاضل مدینہ یونیورسٹی
مدیر جامعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ لاہور
معارف ابن تیمیہ
شعبہ نشر و اشاعت جامعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ
11۔ آریہ نگر، پونچھ روڈ، لاہور 0302-4270956 0300-4018899

نام کتاب ———— ''تحفۃ النحریر بشرح نحو میر''

مؤلف ———— ابو تقی حفیظ الرحمٰن لکھوی

نگران ———— حافظ ضیاء اللہ برنی

معاون ———— حافظ تقی الرحمٰن لکھوی

ناشر ———— معارف ابن تیمیہؒ لاہور

اہتمام ———— شفیق الرحمٰن فرخ وعبد منیب

تاریخ اشاعت ———— شوال 1427ھ

صفحات ———— 256

قیمت ———— 300

تعداد ———— 1000

کتاب ملنے کے مراکز

☜ فضیلۃ الشیخ خلیل الرحمٰن لکھوی

0333-3122128

معہد القرآن الکریم گلستان جوہر فیز 1 یونیورسٹی روڈ بالمقابل N.E.D یونیورسٹی کراچی۔

☜ پروفیسر قاری محمد سعید صاحب کلیروی

جامعہ سلفیہ جامع مسجد مکرم اہل حدیث، ماڈل ٹاؤن۔ گوجرانوالہ۔ 0300-6430659

☜ مولانا حافظ حفیظ الرحمٰن لکھوی

جامعہ ابی ہریرۃ اسلامیہ غلہ منڈی رینالہ خورد ضلع اوکاڑہ۔ 0333-6971958

☜ مکتبہ اصحاب الحدیث

مچھلی مارکیٹ اردو بازار لاہور۔ 0301-4227379

☜ مولانا محمد عمر قریشی، ڈائریکٹر نور اسلام فاؤنڈیشن۔ چترال

جامع مسجد نور اسلام اہل حدیث (ھون) فیض آباد چترال۔ 0302-8060201

شرح میں ضروری مباحث کی فہرست

باب اول : درحروف عاملہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ ۔

اَمَّا بَعْدُ!

اللہ رب العزت نے اپنے کلامِ مقدس قرآن مجید، فرقانِ حمید کے ذریعے پوری انسانیت پر عموماً اور امت مسلمہ پر خصوصاً جو عظیم احسانات فرمائے ان کی فہرست طویل اور وسیع الأطراف ہے۔ حیات انسانی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جو قرآنِ حکیم کے بہترین اثرات سے مستفید اور اس کے نورِ ہدایت سے مستنیر نہ ہوا ہو۔ بالخصوص علم وحکمت کی دنیا میں تو اس کے نقوش اَن مِٹ اور لازوال ہیں۔ دنیا وعقبٰی کی سعادتوں کا روشن باب ہو، انسانی حقوق وفرائض کے لئے تشریع وتقنین کا معاملہ ہو، انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے علمی اکتشافات کا میدان ہو یا عقل ودانش اور فہم وفراست کو جلا بخشنے کی ضرورت ہو، انسان اپنی مقدور بھر جدو جہد کے بعد جہاں پہنچتا ہے، قرآن کریم اس سے اگلی منزل تک راہنمائی کے لئے وہاں موجود ہوتا ہے اور خالق کائنات، مدبر الامور کی عظمت اور انسان کا عجز ونیاز بایں الفاظ بیان کررہا ہوتا ہے: وَيَخْلُقُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ۔ (اَلنَّمل:٨) اور اللہ وہ کچھ پیدا کرے گا جو تم جانتے بھی نہیں ہو۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (اَلْبَقَرة:٢١٦) اور اللہ جانتا ہے جب کہ تم علم نہیں رکھتے ہو۔ عربی زبان بعثت نبوی ﷺ سے قبل صدیوں سے لکھی، پڑھی اور بولی جارہی تھی۔ مگر جب اللہ نے اسے قرآن کے لئے اختیار فرمایا، تو اسے دنیا بھر کی زبانوں میں وہ مقام رفیع حاصل ہوا کہ دنیا کی کوئی زبان آج تک اس کی صحت وسلامتی اور فصاحت وبلاغت کا مقابلہ نہیں کرسکی۔ اسے لکھنے، بولنے اور پڑھنے کے لئے اصول و

قواعد معرض وجود میں آگئے ،اس کے مفردات ومرکبات کے تجزیے ہونے لگے،عجمیوں کی قرآن وحدیث سے وابستگی اوران کے فہم سے دل چسپی اوراسلام سے عملی محبت کودیکھ کرخلیفہ راشد حضرت علیؓ کے ایماء پر ابوالأسود الدؤلی ظالم بن عمرو (۶۰۵م ـ ۶۸۸م) نے علم القواعد العربیہ کی بنیاد رکھی ۔ جو اس سے قبل قرآن کریم کی خدمت اورحفاظت کے لئے عربی کے معجم حروف پر نقاط لگانے کا کارنامہ بھی سرانجام دے چکے تھے۔اللہ کے فضل سے یہ علم القواعد ایسا پروان چڑھا کہ دنیا بھر کے اہلِ زبان اپنی زبانوں کے اصول وقواعد ترتیب دینے میں عربی قواعد کے خوشہ چین نظر آتے ہیں مگر جس طرح عربی لغت کی صرف ونحواور بلاغت کوفروغ حاصل ہوااس کی مثال کسی دوسری زبان میں نہیں ملتی ،اسے آج ایک مستقل علم وفن کی حیثیت حاصل ہے۔بڑے بڑے اہل علم اس میں دادِ تحقیق دے چکے ہیں،ایک ایک اصول اورقاعدے کے بارے میں کتابیں تصنیف ہوچکی ہیں۔دنیا کی ہرزبان میں عربی قواعد کی کتابیں موجوذ ہیں اوراس خدمت کا سلسلہ تاحال جاری وساری ہے۔عربی زبان کی حفاظت کے لئے قرآنِ کریم کا یہ عظیم احسان ہے۔

ہمارے ہاں برصغیر پاک وہند کے عربی ودینی مدارس میں مروجہ نحو کی درسی کتب میں میر سید شریف جرجانی رحمہ اللہ کی تصنیف ''نحو میر'' کا نام اورمقام بڑا معروف ہے۔ جوصدیوں سے نصابِ تعلیم کا حصہ چلی آرہی ہے بالخصوص درس نظامی میں تواس کوبڑی اہمیت حاصل ہے۔اپنی جامعیت، اختصار،سہولت اورحسنِ ترتیب وثقاہت کی وجہ سے طلبہ کے لئے انتہائی مفیداوراس فن کی امہات الکتب تک رسائی کے لئے بڑی ممد ومعاون ثابت ہوئی ہے۔

اب کچھ عرصے سے ہمتیں کمزور پڑنے لگی ہیں،طلبہ سہولت پسند ہوگئے ہیں،مذکورہ کتاب کی زبان فارسی ہےاس لئے اس سے استفادہ متروک ہوتا جارہاہے۔مگرحقیقت یہ ہے کہ ہماری درسی ضرورتوں کے مطابق ابھی

تک اس کا کوئی نعم البدل بلکہ متبادل بھی سامنے نہیں آیا۔ راقم الحروف نے اپنے ایام تدریس میں انہی ضروریات کے پیشِ نظر اسے ''جُہدِ حقیر'' کے نام سے اردو میں منتقل کیا تھا مگر بدقسمتی سے وہ طبع نہ ہوسکی۔ معلوم نہیں اب وہ مسودہ کہاں اور کس حال میں ہے؟ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر سے نوازے برادرِ گرامی منزلت فاضل جلیل محترم مولانا حفیظ الرحمٰن لکھوی حفظہ اللہ فاضل مدینہ یونیورسٹی کو کہ انہوں نے اس کی اہمیت وضرورت کے پیشِ نظر اس طرف توجہ دی اور اردو زبان میں اس کی ایک مفصل علمی شرح، اساتذہ کرام اور منتہی طلبہ کے لئے مرتب کردی ہے۔ جو جامع، مبسوط اور عام فہم ہونے کے علاوہ موضوع سے متعلقہ مواد کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ شرح کے مندرجات پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مؤلف علّام کی طرح فاضل شارح کو بھی فن سے گہرا شغف، اس کی جزئیات اور مہماتِ مسائل پر گہری اور وسیع نظر ہے۔ موصوف نے نحو کی جدید وقدیم تمام کتابوں سے بھرپور استفادہ کیا بڑی محنت اور جانفشانی سے دادِ تحقیق دی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا حفیظ الرحمٰن لکھوی نے اس شرح میں یہ ثابت کردیا ہے کہ وہ خاندان لکھویہ کے اپنے آباؤ اجداد کی طرح فی الواقع عربی زبان کی صرف ونحو میں مجتہدانہ بصیرت رکھتے ہیں اور حقاً ان کے علمی وارث ہیں۔ ان کے دادا مرحوم حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی رحمہ اللہ کو جو استاذِ پنجاب کہا جاتا ہے تو اس میں قطعا کوئی مبالغہ نہیں۔ ہمارے اس قابل صد احترام فاضل دوست اور رفیق خاص شارح کتاب نے بڑی مشکل پسند طبیعت پائی ہے۔ وہ کسی مشکل کو مشکل نہیں سمجھتے اور خاطر میں نہیں لاتے اور بڑے سے بڑے کام کو ہاتھ ڈالتے ہوئے تردد کا شکار نہیں ہوتے بلکہ تضرع وعاجزی سے اللہ کے حضور دست دعا دراز کرتے ہیں اور مصروفِ عمل ہوجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے لیے آسانیاں پیدا فرما دیتا ہے۔ ان کی اس تالیف لطیف کو دیکھ کر حیرانی ہوتی ہے کہ عملی

میدان میں صبح وشام مصروفیات کے باوجود یوں لگتا ہے جیسے اس فن کے علاوہ ان کی کسی دوسری طرف توجہ ہی نہیں۔اس کے علاوہ بھی متعدد کتب پر وہ کام کر رہے ہیں۔موصوف کی تالیفات جہاں اہلِ علم کے کاروانِ رفتہ کی بہترین یادگار ہیں وہاں حال اور مستقبل کے طلبۂ علوم کے لئے مینارۂ نور بھی ہیں، اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ " **تحفة النحرير بشرح نحو مير** " (حصہ اول) کے مؤلف شہیر کو جزائے خیر سے نوازے اور ان کے جملہ کارہائے خیر میں برکت عطا فرمائے اور ذخیرۂ آخرت بنائے اور طلبہ کو ان سے استفادہ کی توفیق بخشے، قحط الرجال اور زوالِ علم کے اس دور میں ان کی شخصیت اور کتب غنیمت ہیں۔

اہل علم اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ کمربستہ ہو جائیں تو علوم وفنون کی نشأۃ ثانیہ کا آغاز ہو سکتا ہے۔

وفق الله الجميع لما يحبه ويرضاه

وصلى الله على نبينا محمد وصحبه اجمعين

د/ حافظ عبدالرشید اظہر　　　　　　۹ جولائی ۲۰۰۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعِبَادِ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ بِغَیْرِ الْعِمَادِ وَجَعَلَ الْاَرْضَ کَالْمِهَادِ وَنَصَبَ الْجِبَالَ عَلَیْهَا کَالْاَوْتَادِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ آمَنَ بِمَا نُزِّلَ عَلَیْهِ مِنْ رَّبِّہٖ بِالْجَزْمِ وَالْاِعْتِمَادِ وَخَفَضَ کَلِمَةَ الْکُفْرِ وَالشِّرْکِ وَالْاِلْحَادِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ الَّذِیْنَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اِلٰی اَبَدِ الْآبَادِ .

اَمَّا بَعْدُ:

لفظ مُقَدَّمة کے صیغہ اور معنی میں علمائے باحثین فن کا اختلاف ہے چنانچہ علامہ تفتازانی نے مقدمہ کو بکسر الدال (بصیغۂ اسم الفاعل) اور علامہ زمخشری نے فائق میں بفتح الدال (بصیغۂ اسم المفعول) ذکر فرمایا ہے۔

علامہ ابراہیم بیجوری فتح اللطیف الخبیر شرح متن الترصیف فی علم التصریف صفحہ ٦ پر فرماتے ہیں:

(مُقَدِّمَةٌ بِکَسْرِ الدَّالِ وَفَتْحِهَا لٰکِنَّ الْاَوَّلَ هُوَ الْمَشْهُوْرُ)

پھر فرماتے ہیں کہ مقدمہ یا تو قَدَّمَ بمعنی تَقَدَّمَ سے ماخوذ ہے کیونکہ مُقَدِّمَة اپنے غیر پر متقدم ہوتا ہے یا قَدَّمَ متعدی سے ماخوذ ہے کیونکہ یہ اس کا اہتمام کرنے والے کو غیر پر مقدم کرتا ہے ''مقدمہ'' مقدمة الجیش سے ماخوذ ہے ''مقدمة الجیش'' لشکر کا وہ حصہ ہے جو بوقتِ جنگ آگے جا کر جگہ کا انتخاب کرتا ہے اور حالات کا جائزہ لیتا ہے جیش (لشکر) کے کل پانچ حصے ہوتے ہیں:

(١) مُقَدِّمَه (٢) مَیْمَنَه (٣) مَیْسَرَہ (٤) قَلْب (٥) سَاقَه

مقدمہ کی دو قسمیں ہیں (١) مُقَدِّمَةُ الْعِلْم (٢) مُقَدِّمَةُ الْکِتَاب

مقدمة العلم معانی سے اور مقدمة الکتاب الفاظ سے عبارت ہے۔

مقدمۃ العلم کی تعریف یہ ہے: مَا يَتَوَقَّفُ عَلَيْهِ الشُّرُوْعُ فِي الْعِلْمِ عَلٰى وَجْهِ الْبَصِيْرَةِ۔

وہ معانی جن پر کسی علم کا علی وجہ البصیرت شروع کرنا موقوف ہو جن اشیاء پر کسی علم کا شروع کرنا موقوف ہوتا ہے انہیں مبادیات عشر یا مسائل عشر سے تعبیر کرتے ہیں ۔جنہیں شیخ احمد زینی دحلان نے مقدمات النحو میں ذکر فرمایا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ کسی فن کے بارہ میں معرفت حاصل کرنے کے لئے اس کے آغاز سے قبل دس اشیاء کا جاننا مناسب ہوتا ہے تاکہ اس فن میں بصیرت پیدا ہو۔ان دس اشیاء کو مسائل عشر یا مبادیات عشر بھی کہتے ہیں کسی شاعر نے انہیں درج ذیل تین اشعار میں منظوم کیا ہے:

اِنَّ مَبَادِیْ کُلِّ فَنٍّ عَشَرَہ ۔۔۔ اَلْحَدُّ وَالْمَوْضُوْعُ ثُمَّ الثَّمَرَہ

وَحِکْمَۃٌ وَنِسْبَۃٌ وَالْوَاضِعُ ۔۔۔ وَالِاسْمُ وَالِاسْتِمْدَادُ حُکْمُ الشَّارِع

مَسَائِلُ وَالبَعْضُ بِالْبَعْضِ اکْتَفٰی ۔۔۔ وَمَنْ دَرَی الْجَمِیْعَ حَازَ الشَّرَفَا

پھر ان اشعار کے تحت بالتفصیل نحو کی مذکورہ بالا مبادیات ذکر کی ہیں:

(۱)تعریف (۲)موضوع (۳)ثمرہ (فائدہ)

(۴)حکمت (غایت) (۵)نسبت (۶)واضع

(۷)اسم (۸)استمداد (مأخذ)

(۹)شارع کا حکم (۱۰)مسائل (قواعد)

ان کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اس فن کی فضیلت کا بھی اضافہ کیا ہے تقریباً یہی مبادیات ابن عصفور کی کتاب ''المقرب'' کے ''مقدمۃ التحقیق'' کے مؤلفین نے بیان کی ہیں۔باقی رہا مقدمۃ الکتاب تو اس کی تعریف یہ ہے:

(طَآئِفَۃٌ مِنَ الْکَلَامِ قُدِّمَتْ اَمَامَ الْمَقْصُوْدِ لِارْتِبَاطِ الْمَقْصُوْدِ بِهَا وَنَفْعِهَا فِیْهِ) (شرح التہذیب) مقدمۃ الکتاب کلام کا وہ ٹکڑا جو مقصود سے پہلے اس لئے لایا جاتا ہے کہ اس سے مقصود کا ربط و تعلق ہوتا

ہےاوروہ مقصود(کے سمجھنے میں) نفع دیتا ہے۔یہاں مقصود سے مرادوہ مسائل فن ہیں جومقدمہ کے بعد کتاب میں ذکر ہوتے ہیں۔

مقدمۃ الکتاب میں جن اشیاء کا ذکر ہوتا ہےوہ آٹھ ہیں اورانہیں رؤوس ثمانیہ سے تعبیر کرتے ہین چنانچہ ان کے بارہ میں علامہ تفتازانی تہذیب کے آخر میں یوں فرماتے ہیں:

(وَكَانَ الْقُدَمَاءُ يَذْكُرُوْنَ فِي صَدْرِ الْكِتَابِ مَا يُسَمُّوْنَهُ الرُّؤُوْسَ الثَّمَانِيَةَ)

اوروہ یہ ہیں:

(۱)غرض (۲)منفعت(فائدہ)

(۳)سمہ یعنی عنوان العلم (۴)موّلفِ کتاب

(۵)علم کی جنس (۶)مرتبہ

(۷)تقسیم یعنی تبویب (۸)انحائے تعلیم

رؤوس ثمانیہ کی تفصیل شرح التہذیب میں دیکھی جاسکتی ہے۔(۱)

---

(۱) شیخ الاھدل نے الکوکب الدریہ(۱/۳)میں مذکورہ بالا رؤوس ثمانیہ کے علاوہ آٹھ اشیاء ذکر کی ہیں جن کا مقدمہ میں لانا مناسب ہوتا ہے چنانچہ نص عبارت یہ ہے: قَالَ بَعْضُهُمْ: يَنْبَغِيْ لِكُلِّ شَارِعٍ فِيْ تَصْنِيْفٍ اَنْ يَّذْكُرَ ثَمَانِيَةَ اَشْيَاءَ: اَلْبَسْمَلَةَ وَالْحَمْدَلَةَ، وَالصَّلوٰةَ وَالسَّلَامَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَالشَّهَادَتَيْنِ وَتَسْمِيَةَ نَفْسِهٖ وَتَسْمِيَةَ الْكِتَابِ وَالْاِتْيَانَ بِمَا يَدُلُّ عَلَى الْمَقْصُوْدِ(اَيِ الْمُشْعِرَ بِالْمَقْصُوْدِ) وَلَفْظَ اَمَّا بَعْدُ.اھ

کتاب ھذا کا مقدمہ

یاد رہے کہ میری اس کتاب تحفۃ النحریر بشرح نحو میر کا مقدمہ درج ذیل چار فصول پر مشتمل ہے:

۱۔ فصل اول...... عربی لغت کے بارہ میں۔

۲۔ فصل دوم...... علم نحو کے بارہ میں۔

۳۔ فصل سوم...... متن نحو میر اور اس کے ماتن کے بارہ میں۔

۴۔ فصل چہارم...... شرح نحو میر اور اس کے شارح کے بارہ میں۔

چونکہ علم نحو کا مأخذ عربی لغت ہے خواہ وہ کتاب اللہ کی شکل میں ہو، یا حدیث رسول ﷺ کی صورت میں خواہ وہ عربی اشعار ہوں یا عربی نثر۔ ہم علم نحو کے بارہ میں کلام سے پیشتر عربی لغت پر بحث کرنا چاہیں گے۔

فصل اول:

لغت عربی کے بارہ میں

یہ فصل (۱) عربی لغت (۲) کے بارے میں ہے ہم اس میں عربی لغت (عربی زبان) کی فضیلت، اہمیت، خصوصیات، اس کی نشأت وتطور اور اس کی افادیت کا مختصر تذکرہ کریں گے۔

عربی زبان دنیا بھر میں بولی جانے والی دیگر زبانوں پر کئی وجوہ واعتبارات سے فضیلت وفوقیت رکھتی ہے۔

من جملہ وجوہ واعتبارات یہ ہیں:

(۱) عربی زبان اہل جنت کی زبان ہے۔

(۲) عربی زبان اللہ تعالی کی نازل کردہ کتابوں میں سے سب سے بہترین کتاب یعنی قرآن مجید کی زبان ہے۔

(۳) عربی زبان اللہ تعالی کے تمام انبیاء ورسل سے افضل واعلی نبی ومرسل حضرت محمد ﷺ کی زبان ہے۔

(۴) عربی زبان رسول ہاشمی، مکی ومدنی ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے جواہر پاروں یعنی احادیث کی زبان ہے۔

....

(۱) فصل: هُوَ فِي اللُّغَةِ: اَلْقَطْعُ (کاٹنا) يُقَالُ: فَصَلْتُ الثِّيَابَ إِذَا قَطَعْتَهَا وَفِي الْإِصْطِلَاحِ: هُوَالْحَاجِزُ بَيْنَ الْحُكْمَيْنِ (الدراية، ص:۱۲)

(۲) لغت کی تعریف: اَللُّغَةُ مِنْ حَيْثُ هِيَ هِيَ اَصْوَاتٌ يُعَبِّرُ بِهَا كُلُّ قَوْمٍ عَنْ اَغْرَاضِهِمْ كَمَا فِيْ مُقَدِّمَةِ الْقَامُوْسِ۔ ابن یعیش شرح المفصل میں (۱/۲/۲۲) پر لغت کی تعریف یوں فرماتے ہیں: **اَللُّغَةُ** عِبَارَةٌ عَنِ الْعِلْمِ بِالْكَلِمِ الْمُفْرَدَةِ وَحَدُّ اللُّغَةِ عِنْدَ الْبَعْضِ مِنَ الْمُحَقِّقِيْنَ، عِلْمُ اللُّغَةِ هُوَ عِلْمُ الْاَوْضَاعِ الشَّخْصِيَّةِ لِلْمُفْرَدَاتِ۔

وغايتها الْاِحْتِرَازُ عَنِ الْخَطَأِ فِيْ حَقَائِقِ الْمَوْضُوْعَاتِ اللُّغَوِيَّةِ وَالتَّمَيُّزُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْمَجَازَاتِ وَالْمَنْقُوْلَاتِ الْعُرْفِيَّةِ۔ **واهميتها:** قَالَ بَعْضُ الْمُحَقِّقِيْنَ: مَعْرِفَةُ مُفْرَدَاتِ اللُّغَةِ نِصْفُ الْعِلْمِ لِاَنَّ كُلَّ عِلْمٍ يَتَوَقَّفُ اِفَادَتُهُ وَاِسْتِفَادَتُهُ عَلَيْهَا۔

وموضوعها: اَلْمُفْرَدُ الْحَقِيْقِيُّ **وحكمها**: اَنَّهُ مِنْ فُرُوْضِ الْكِفَايَةِ كَمَا ذَكَرَهُ السُّيُوْطِيُّ فِي الْمُزْهِرِ۔

علامہ زمخشری نے المفصل میں عربی زبان کی فضیلت کے درج ذیل اسباب قلم بند فرمائے ہیں:

(۱) جملہ علوم اسلامیہ خواہ ان کا تعلق علم فقہ سے ہو علم کلام سے، یا علم تفسیر یا علم الاخبار سے، سب کے سب عربی زبان کے مرہون منت ہیں۔

(۲) اللہ تعالی کا اپنے بہترین رسول ﷺ کو عرب قوم میں مبعوث فرمانا اس امر کی دلیل ہے کہ عربوں کو عربی زبان کی وجہ سے غیر عربوں پر برتری حاصل ہے۔(۱)

عربی زبان کی اہمیت:

علامہ سیوطی اپنی تصنیف ''المزھر'' کی اکتالیسویں نوع کے شروع میں عربی زبان کی اہمیت کے بارہ میں یوں رقم طراز ہیں:

عربی لغت کا حکم فرض کفایہ ہے کیونکہ قرآن وسنت کے معانی کا ادراک صرف وہ شخص کرسکتا ہے جو علم لغت میں ماہر ہو۔

حضرت عمرؓ نے اسی وجہ سے یہ حکم صادر فرمایا تھا کہ:

لَا يُقْرِئُ الْقُرْآنَ اِلَّا عَالِمٌ بِاللُّغَةِ۔

نیز کسی شاعر کی یہ رباعی بھی ہے:

حِفْظُ اللُّغَاتِ عَلَيْنَا فَرْضٌ كَحِفْظِ الصَّلٰوةِ
فَلَيْسَ يُحْفَظُ دِيْنٌ اِلَّا بِحِفْظِ اللُّغَاتِ (۲)

---

(۱) المفصل للزمحشری (۱/۱/۷)

(۲) سیوطی کی المزھر میں نص عبارت کو شیخ نصر الھورینی نے القاموس کے مقدمہ (ص۶) میں یوں نقل فرمایا ہے:
"وَحُكْمُهُ اَنَّهُ مِنْ فُرُوْضِ الْكِفَايَاتِ كَمَا ذَكَرَهُ السُّيُوْطِي فِي الْمُزْهِرِ اَوَّلَ النَّوْعِ الْحَادِيْ وَالْاَرْبَعِيْنَ قَالَ: لِاَنَّهُ بِهٖ تُعْرَفُ مَعَانِيْ اَلْفَاظِ الْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ وَلَا سَبِيْلَ اِلٰى اِدْرَاكِ مَعَانِيْهَا اِلَّا بِالتَّبَحُّرِ فِيْ عِلْمِ هٰذِهِ اللُّغَةِ۔
اس کے بعد حضرت عمرؓ کا قول اور کسی شاعر کی رباعی ہے۔ جس کا میں نے اوپر تذکرہ کیا ہے۔

عربی زبان کی خصوصیات :

علامہ مناوی قاموس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ فن لغت عربی کے فوائد و منافع میں سے چند ایک یہ ہیں:

(۱) تقریر اور خطاب کرنے کے لئے اس میں ذخیرہ الفاظ کے لحاظ سے بڑی وسعت موجود ہے۔(۱)

(۲) نثر اور نظم کے ذریعے مضمون نگاری پر مکمل دسترس اسی زبان کا خاصہ ہے۔

علاوہ ازیں اس زبان میں ایک حیرت انگیز خوبی اور خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں ایک ہی نوعیت کی چیزوں کے مختلف اعتبارات سے مختلف نام ہیں۔

بطور مثال آدم یعنی انسان کے بچے کو ہی لیجئے کہ اسے عربی لغت میں وَلَد یا طِفْل سے تعبیر کرتے ہیں۔ گھوڑے کے بچے کو فُلُوٌّ (۲) اور مُهر ،(۳) اونٹ کے بچے کو حَوَار (۴) اور فَصِيل،(۵) گائے کے بچے کو عِجل ،بکری کے بچے کو سَخلہ، حَمَل اور عَنَاق، ہرنی کے بچے کو خَشَف اور رَشَأ ،(۶) کتے کے بچے کو جَرو ،(۷) درندوں کے بچے کو شِبل اور گدھے کے بچے کو جَحش ، تَوْلَب اور هِنبِر کہتے ہیں۔(۸)

---

(۱) مقدمۃ القاموس المحیط والقابوس الوسیط للشیخ نصر الهورینی (ص:۷)

(۲) فِلْوٌ ۔فَلْوٌ ۔فُلُوٌّ (بچھیرا)(مصباح اللغات،ص:۶۴۶)(۳) مُهر (بچھیرا) گھوڑی، گدھی یا گدھے کا بچہ)(مصباح اللغات،ص:۸۴)

(۴) حوار (حاء کی زبر یا زیر کے ساتھ) اونٹنی کا بچہ جس کا دودھ ابھی نہ چھڑایا گیا ہو(مصباح اللغات،ص:۱۸۲)

(۵) فَصِيل اونٹنی یا گائے کا بچہ جو ماں سے جدا کیا گیا ہو(مصباح اللغات،ص:۶۳۶)

(۶) خَشَف ہرنی کا نوپیدہ بچہ(مصباح اللغات،ص:۲۰۳) رَشَا ہرنی کا بچہ ۔(مصباح اللغات،ص:۲۹۳)

(۷) جَرْوٌ بِتَثْلِيثِ الْجِيمِ عموماً کتے اور شیر کے بچہ کیلئے مستعمل ہے(مصباح اللغات،ص:۱۱۰)

(۸) اَلتَّوْلَب : اَلْجَحْش (القاموس) فصل التاء باب الباء۔اَلْهِنْبِر: اَلْخِنْصِر، اَلْجَحْش (القاموس فصل الهاء باب الراء)

مذکورہ خصوصیات کے علاوہ عربی زبان کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں بسا اوقات ایک چیز کے دس، بیس ہی نہیں بلکہ سینکڑوں اور ہزاروں نام پائے جاتے ہیں۔

مثلاً: اَسَد (شیر) کے لئے پانچ سو اور ثُعْبَان (نر سانپ، اژدھا) کے لئے دو سو نام جمع کئے گئے ہیں (۱) فیروز آبادی نے عَسَل یعنی شہد کے ناموں پر مشتمل کتاب لکھی جس میں اسّی سے زیادہ نام گنوائے ہیں۔ اس کے باوجود یہ اقرار کیا ہے کہ میں اس کے تمام ناموں کا احاطہ نہیں کر سکا۔ ان کا خیال ہے کہ عربی زبان میں سیف (تلوار) کے لئے کم از کم ایک ہزار نام ہیں۔ بعض دیگر اہل لغت کا خیال ہے کہ داھیہ (مصیبت) کے لئے چار سو سے زیادہ نام ملتے ہیں۔ مَطَرٌ (بارش)، رِیحٌ (ہوا)، نُورٌ (روشنی)، ظَلَامٌ (تاریکی)، نَاقَةٌ (اونٹنی)، حَجَرٌ (پتھر)، مَاءٌ (پانی)، اور بِئْرٌ (کنوئیں) کے بہت سے نام ہیں اور ان میں بعض تو بیس تک اور بعض دیگر تین سو تک پہنچتے ہیں۔

فقہ اللغہ جس کے عربی اقتباس کا اردو ترجمہ کر رہا ہوں، کے مصنف استاد ڈی ھامر (Dehammer) سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے جمل (اونٹ) اور اس کے شؤون (اوصاف و احوال) کے متعلق پانچ ہزار چھ سو چوالیس عربی مفردات جمع کئے ہیں۔ (۲)

میں یہ کہتا ہوں کہ خَمْرٌ (شراب)، تَمْرٌ (کھجور)، حَرْبٌ (جنگ) وغیرہ ناموں کے بارہ میں بہت سے مفردات پائے جاتے ہیں۔ ان کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

کتاب و سنت کے فہم کے لئے عربی زبان ایک مؤثر ترین ذریعہ ہے کیونکہ کتاب و سنت کی یہی زبان ہے۔ عربی زبان کی اہمیت کا اندازہ اور احساس ضرورت اس وقت ہوا جب عرب مسلمانوں نے بلاد عجم میں جنگی فتوحات کی بدولت ان کے وسیع و عریض علاقے پر تسلط حاصل کر لیا۔ پھر عرب و عجم کے اختلاط کے نتیجے میں عربی زبان

---

(۱) ابن خالویہ نے شیر اور سانپ کے ناموں پر مشتمل کتاب لکھی ہے۔ (فقہ اللغہ، ص: ۲۷۵)

(۲) فقہ اللغہ (ص: ۱۶۳)

کی حفاظت وصیانت کا مسئلہ پیش آیا اور عجمی باسیوں کو کتاب وسنت کے مسائل کی واقفیت دلانے کے لئے انہیں عربی زبان کی تعلیم کا شدید احساس ہوا۔

چنانچہ عاصم بن سلیمان تابعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوعثمان نہدی جو کہ صحابیٔ رسول مقبول ﷺ ہیں کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل آذر بائیجان کو ایک مراسلہ بھیجا جس میں آپؓ نے چند امور کا حکم دیا اور ان میں ایک حکم یہ بھی تھا کہ " تَعَلَّمُوا الْعَرَبِيَّةَ "(۱)

عربی لغت کی نشأت اور تطور:

کتاب وسنت کے فہم اور ان سے مسائل کے استخراج کے حوالے سے اس امر کی اشد ضرورت تھی کہ عربی لغت کی نشآت ،تطور اور ترقی کے لئے کوئی جاندار کوشش کی جائے چنانچہ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے علمائے اسلام اس میدان میں اترے اور انہوں نے پہلی صدی ہجری سے ہی اس کام کا آغاز کر دیا یہ کام نویں ہجری کے اوائل تک بھرپور انداز میں ہوتا رہا۔ اس طویل دورانیے میں جو قوامیس ومعاجم معرض وجود اور منصۂ شہود پر آئیں ان میں حسب ذیل سرفہرست ہیں:

(۱) خلیل بن احمد نحوی کی ''کتاب العین''
(۲) ابن درید کی '' جمہرۃ الکلام''
(۳) قالی بغدادی کی ''البارع''
(۴) ابومنصور ازھری کی ''تہذیب اللغہ''(دس مجلدات)
(۵) ابن عباد کی ''المحیط''(سات مجلدات)

(۱) قال ابن یعیش فی شرح المفصل (۴/۱/۱)

وَالْمُرَادُ بِالْعَرَبِيَّةِ: اَللُّغَةُ وَاِنْ كَانَتِ الْعَرَبِيَّةُ اَعَمَّ مِنَ اللُّغَةِ لِاَنَّ اللُّغَةِ تَقَعُ عَلٰى كُلِّ مُفْرَدٍ مِنْ كَلَامِ الْعَرَبِ وَالْعَرَبِيَّةُ تَقَعُ عَلَى الْمُفْرَدِ وَالْمُرَكَّبِ۔

(٦) ابونصر الجوہری کی تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ جس کا مشہور نام الصحاح للجوہری ہے۔ یہ کتاب چالیس ہزار مادوں (Roots) پر مشتمل ہے۔

(٧) ابن سیدہ کی المخصص اور ان کی معجم ''المحکم والمحیط الاعظم'' یا المحکم فی لغۃ العرب۔

(٨) علامہ زمخشری کی ''اساس البلاغۃ''

(٩) ابن الاثیر کی ''نہایۃ''

(١٠) صنعانی کی ''تکملۃ الصحاح'' اور ''العباب''

(١١) ابن منظور مصری کی ''لسان العرب'' اس میں اسی ہزار مادے موجود ہیں۔

(١٢) فیومی کی ''المصباح المنیر''

(١٣) محمد بن ابوبکر الرازی (غیر الرازی صاحب التفسیر) کی ''مختار الصحاح'' اور

(١٤) فیروز آبادی کی ''القاموس المحیط والقابوس الوسیط''۔ اس میں ساٹھ ہزار عربی زبان کے مادے (اصول) موجود ہیں۔(١)

اور یہ سلسلہ خیر و برکت تا حال جاری و ساری ہے۔

عربی لغت کی افادیت :

مسائل شریعت کو سمجھنا ہو تو اس کے لئے سب سے پہلے اللہ کی کتاب قرآن مجید کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ پھر حدیث رسول ﷺ کی ورق گردانی کی جاتی ہے۔ پھر اقوال صحابہ کی طرف دیکھا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں کبھی اجماع اور قیاس صحیح سے بھی کام لیا جاتا ہے اور ان کی ضرورت پیش آتی ہے۔

اس عمل کے دوران بسا اوقات عربی لغت سے بھی استفادہ کیا جاتا ہے عربی لغت کی اہمیت، ضرورت اور افادیت سے کسی صاحب علم و بصیرت کو انکار نہیں مگر فہم قرآن اور فقہ الحدیث کے لئے صرف اسی کو ذریعہ

(١) مقدمہ القاموس از شیخ نصر الہورینی، ص:٧

بنانا موجب ضلالت اور انتہائی خطرناک سوچ ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں کچھ ایسے بھی ''روشن خیال دانشور'' پیدا ہوئے جنھوں نے قرآن وسنت سے استفادہ کے اصول وضوابط کو پس پشت ڈال کر اپنے خودساختہ نظریاتی اصولوں کے مطابق کتاب وسنت کو سمجھنے کی کوشش کی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے حصے میں گمراہی اور نامرادی کے سوا کچھ نہ آیا۔

کسی نے معجزات کا انکار کیا، کسی نے قرآن مجید کو صرف لغت کے ذریعے سمجھنے کی کوشش کی اور حدیث رسول ﷺ کے بارہ میں شکوک وشبہات پیدا کئے اور یہ دعوی کیا کہ احادیث، رسول اللہ ﷺ کی وفات کے کئی سوسال بعد لکھی گئیں۔ شریعت سازی کا اختیار ''مرکز ملت'' کو دیا۔ کسی نے حدیث اور سنت میں فرق کیا اور حدیث کو سنت کی طرح قابل عمل نہ گردانا اور احادیث کی صحت وسقم کا معیار عقل انسانی کو قرار دیا اور احادیث کو پرکھنے کے لئے مزاج شناس رسول کی اصطلاح گھڑی۔ کچھ فرقوں نے اپنے اپنے امام کے فرمودات واجتہادات کو ہی قابل عمل سمجھا اور انہیں مقام نبوت ورسالت پر لا کھڑا کیا، کسی نے ''بزرگوں نے فرمایا'' کا سہارا لے کر ہر رطب ویابس کو بیان کر دیا۔ کسی فرقہ نے صرف بارہ ائمہ کے حوالے سے روایات کو حجت گردانا اور اہل ظاہر کی حالت یہ ہے کہ وہ کتاب وسنت کی نصوص کے ظواہر پر ہی عمل کرتے ہیں اور قیاس صحیح کا انکار کرتے ہیں۔

فصل دوم:

علم نحو کے بارہ میں

اس فصل میں ہم سب سے پہلے نحو کے لغوی اور اصطلاحی معنی، علم نحو کا موضوع اور غرض و غایت پھر اس کی فضیلت و اہمیت، اس کا واضع اور سبب وضع اور اصول نحو کا ذکر کریں گے بعد ازاں علم نحو کی تطور وارتقاء، معروف نحات اور مشہور کتبِ نحو کا تذکرہ ہوگا۔

یاد رہے ''نحو'' لغت میں ''قصد'' کو کہتے ہیں'' اسکے اور بھی معانی ہیں جنہیں میں نے اس شرح میں ذکر کیا ہے ان معانی کی کل تعداد سات بیان کئی گئی ہے کسی شاعر نے انہیں دو اشعار میں منظوم فرمایا ہے اور وہ یہ ہیں:

نَحوُ نَا نَحوَ نَحوِكَ يَا حَبِيْبِىْ نَحوَ نَا نَحوَ اَلْفٍ مِنْ رَّ قِيْبِىْ

وَجَدْ نَا هُمْ مِرَا ضًا نَحوَ قَلْبِىْ تَمَنَّوْا مِنْكَ نَحوًا مِّنْ زَبِيْبِىْ

ان دو اشعار میں نحو کے سات معانی کی ترتیب یہ ہے:

۱۔ قصد

۲۔ طرف

۳۔ قبیلہ

۴۔ حذف

۵۔ اندازہ

۶۔ مِثل

۷۔ قِسم (نوع)

اصطلاح میں نحو کی تعریف حسب ذیل ہے:

اَلنَّحْوُ :عِلْمٌ بِاُصُوْلٍ (۱) يُعْرَفُ بِهَا اَحْوَالُ اَوَاخِرِ الْكَلِمِ الثَّلٰثِ مِنْ حَيْثُ الْاِعْرَابِ وَالْبِنَاءِ وَكَيْفِيَّةُ تَرْكِيْبِ بَعْضِهَا مَعَ بَعْضٍ (۲)

---

(۱) قَالَ الْاَهْدَل فِي الْكَوَاكِبِ (۱/۴) اَلْمُرَادُ بِالْاُصُوْلِ الْمَذْكُوْرَةِ الْاِسْمُ وَالْفِعْلُ وَالْحَرْفُ وَاَنْوَاعُ الْاِعْرَابِ وَالْعَوَامِلُ وَالتَّوَابِعُ وَنَحْوُ ذٰلِكَ قَالَ الشَّيْخُ يٰسٓ فِي حَوَاشِي شرح الْفَاكِهِي (۱/۹) (قَوْلُهُ عِلْمٌ بِاُصُوْلٍ) اَلْمُرَادُ بِالْعِلْمِ هُنَا اَلْاِدْرَاكُ كَمَا هُوَ الْمَعْنَى الْاَصْلِيُّ لَهُ وَاِنْ اُطْلِقَ عَلَى الْمَلَكَةِ وَالْمَسَائِلِ لِقَوْلِهِ بِاُصُوْلٍ وَاَتٰى بِالْبَاءِ لِاَنَّهُ يُقَالُ : عَلِمَ وَعَلِمَ بِهٖ اَوْ ضَمَّنَهُ اَلْاِحَاطَةَ وَهِيَ جَمْعُ اَصْلٍ هُوَ الْقَاعِدَةُ وَالضَّابِطَةُ وَالْقَانُوْنُ اَلْفَاظٌ مُتَرَادِفَةٌ وَالْمُرَادُ بِاَحْوَالِ الْاَوَاخِرِ الْاُمُوْرُ الْعَارِضَةُ لَهُ وَخَرَجَ بِذٰلِكَ مَا عَدَا النَّحْوَ وَالصَّرْفَ حَتَّى اللُّغَةَ لِاَنَّهَا يُعْرَفُ بِهَا نَفْسُ الْاَبْنِيَةِ لَا اَحْوَالِهَا۔

(۲) علم النحو کی یہ تعریف ہدایۃ النحو سے ماخوذ ہے ہدایۃ النحو کے مصنف کے بارہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ درایۃ النحو شرح ہدایۃ النحوص: ۸ پر اس کا مصنف ابوحیان کو قرار دیا گیا ہے چنانچہ شرح کی نص عبارت یہ ہے۔ ((فَاِنِّي قَدْ سَمِعْتُ عَنْ بَعْضِ الْمَشَايِخِ اَنَّهُ قَدْ سَاَلَ بَعْضَ الْوَارِدِيْنَ عَلٰى اَبِيْ حَيَّانَ النَّحْوِيِّ مُصَنِّفِ هٰذَا الْكِتَابِ)) اور اَخْبَارُ النُّحَاتِ صفحہ (۱۲۱) پر حکیم وکیل احمد اسکندری فرماتے ہیں: ''میزان الصرف فارسی زبان میں ایک مختصر رسالہ ہے جو کہ ہندستان میں صرف کی تقسیم کا دروازہ ہے اس کے مصنف میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں سراج الدین بن عثمان کی تصنیف ہے ہدایۃ النحو اور پنج گنج بھی انہیں کی تصنیف ہیں''۔ مگر رسالہ ''بنیادی تصانیف'' مرتبہ از مولانا عبدالبر محمد قاسم ملتانی کے صفحہ ۵ پر ہدایۃ النحو کا مصنف ابن ہشام تحریر ہے، یہ قول محل نظر ہے۔ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيَنَا دَلِيْلٌ۔

(۱) شرح جامی کے شروع میں بعض مفید رسائل میں سے ایک رسالہ ''ثمرات الحیوۃ فی طبقات النحاۃ وتبصرۃ نفع الطلاب فی تذکرۃ طبع الکتاب'' میں مذکورہ سات معانی کے علاوہ بھی معانی درج ہیں۔ مثلاً: (۱) فصاحت جیسے: مَا اَحْسَنَ نَحْوَكَ فِي الْكَلَامِ (۲) تصریف جیسے: نَحَوْتُ بَصَرِيْ اِلَيْهِ (۳) طریق (راستہ) جیسے: هٰذَا النَّحْوُ السَّوِيُّ اَيِ الطَّرِيْقُ الْمُسْتَوِيْ اسی طرح تاریخ علم النحو میں (۴) صیانت جیسے یا مَلَاۤ ئِكَتِيْ: اُنْحُوْهُمْ مِنَ النَّارِ كَمَا نَحَوْا كَلَامِيْ عَنِ الْخَطَاِ مگر آخری معنی کے بارے میں حدیث کے الفاظ کی صحت کا ہونا ضروری ہے۔

علم النحو کا موضوع:

اس علم کا موضوع کلمہ اور کلام ہے۔جیسا کہ ہدایۃ النحو میں ہے (مَوْضُوْعُهٗ اَلْكَلِمَةُ وَ الْكَلَامُ) (۱) یاد رہے کسی علم کا موضوع وہ چیز ہوتی ہے جس کے عوارض ذاتیہ کے بارے میں اس علم میں بحث ہو۔جیسا کہ علم طب کا موضوع بدن انسانی ہے۔

علم النحو کی غرض وغایت:

هُوَصِيَانَةُ الذِّهْنِ عَنِ الْخَطَاِ اللَّفْظِيِّ فِي كَلَا مِ الْعَرَ بِ:(۲)

نوٹ ۔غایت کو ثمرہ اور فائدہ سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

علم نحو کی فضیلت واهمیت:

فضیلت کے اعتبار سے علم نحو کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس کے موجد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور دوسری روایت کے مطابق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔

اور اس کی دوسری فضیلت یہ ہے کہ یہ علم باقی علوم کے مقابلے میں علم لغت کے توسط سے قرآن وحدیث کے ساتھ گہرا تعلق رکھتا ہے'' کیونکہ علم معانی بیان اور بدیع وغیرہ تیسرے درجہ کے علوم ہیں: چنانچہ دکتور محمود السید شیخون اپنے کتابچہ'' مَامَنَّ بِهِ الرَّ حْمٰنُ فِي عِلْمِي الْبَدِيْعِ وَالْبَيَا نِ'' کے (ص:۱) پر لکھتے ہیں۔

''فَحِيْنَمَا كَثُرَتِ الْفُتُوْ حَا تُ الْاِ سْلَا مِيَّةُ وَدَخَلَ النَّا سُ فِي دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَا جًا وَاخْتَلَطَ الْعَرَبُ بِغَيْرِ هِمْ مِنْ اَبْنَاءِ الْبِلَا دِ الْمَفْتُوْ حَةِ اِنْتَشَرَا لْخَطَأُوَشَا عَ اللَّحْنُ فِي الْاَ سَا لِيْبِ الْعَرَبِيَّةِ فَقَام الْمُخْلِصُوْ نَ مِنْ اُدَبَاءِ وَعُلَمَاءِ الْاُمَّةِ الْاِ سْلَا مِيَّةِ بِدَا فِعِ الْغَيْرَةِ عَلَى الْقُرْ آ نِ الْكَرِ يْمِ بِوَضْعِ ضَوَا بِطَ وَمَقَا يِيْسَ تَعْصِمُ الْاَلْسِنَةَ مِنَ الْخَطَاِ وَاللَّحْنِ وَبَدَأُوْافِي تَدْ وِيْنِ الْعُلُوْ مِ بَيْدَ اَنَّهُمْ لَمْ يُصَنِّفُوْا فِي عُلُوْمِ الْبَلَا غَةِ اِلَّا بَعْدَ اَنْ فَرَ غُوْ ا مِنْ تَدْ وِيْنِ عُلُوْ مِ

---

(۱) یہ تعبیر ہدایۃ النحو کے مصنف کی ہے۔متن متین میں ہے ''اَمَّا مَوْضُوْعُهٗ : فَقِيْلَ : اَلْكَلِمَةُ اَوِ الْكَلَامُ وَقِيْلَ: اَلْكَلِمَةُ وَالْكَلَامُ وَفِيْهِ اَنَّهٗ يُبْحَثُ اَيْضاً عَنِ الْمُرَكَّبِ الْغَيْرِ التَّا مِ وَقِيْلَ: اَلْمُرَكَّبُ بِاِ سْنَا دٍ اَصْلِيٍّ اور الکواکب الدریہ میں موضوع کے بارہ میں مرقوم ہے'' اَلْكَلِمَاتُ الْعَرَبِيَّةُ لِاَ نَّهٗ يُبْحَثُ فِيْهَا عَنِ الْحَرَكَاتِ الْاِعْرَابِيَّةِ وَالْبِنَائِيَّةِ ، اور صفحہ۴ پر مصنف فرماتے ہیں: وَمَوْضُوْعُهٗ لَفْظٌ مُرَكَّبٌ بِاِسْنَادٍ اَصْلِيٍّ۔

(۲) غرض وغایت کی یہ تعبیر ہدایۃ النحو میں ہے مقدمات النحو ، الکواکب الدریہ اور شرح الفاکہی میں اس کی تعبیریوں کی گئی ہے۔''اَلتَّحَرُّزُ عَنِ الْخَطَا وَالْاِسْتِعَانَةُ عَلٰى فَهْمِ كَلَامِ اللّٰهِ وَكَلَا مِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

اللِّسَا نِ وَهِیَ النَّحْوُ وَالصَّرْفُ وَاللُّغَۃُ "۔(۱)

علم نحو کی اہمیت کے بارے میں علامہ سیوطی شرح الفیہ میں لکھتے ہیں:

"وَقَدْ اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلَی اَنَّ النَّحْوَ یُحْتَا جُ اِلَیْهِ فِی کُلِّ فَنٍّ مِنْ فُنُوْ نِ الْعِلْمِ لَا سِیَّمَا التَّفْسِیْرُ وَالْحَدِیْثُ فَاِنَّهُ لَا یَجُوْ زُ لِاَ حَدٍ اَنْ یَّتَکَلَّمَ فِیْ کِتَا بِ اللّٰهِ حَتّٰی یَکُوْ نَ مَلِیًّا بِالْعَرَ بِیَّۃِ (۲)(اَیْ بِالنَّحْوِ) لِاَ نَّ الْقُرْ آ نَ عَرَ بِیٌّ وَلَا تُفْهَمُ مَقَا صِدُ هُ اِلَّا بِمَعْرِفَۃِ قَوَا عِدِ الْعَرَ بِیَّۃِ وَکَذَا الْحَدِ یْثُ "۔

اسی طرح حافظ ابن الصلاح فرماتے ہیں:

"یَنْبَغِیْ لِلْمُحَدِّ ثِ اَنْ لَا یَرْ وِیْ حَدِیْثَهُ بِقِرَا ءَ ۃِ لَحَا نٍ ثُمَّ رَوٰی عَنْ اَبِی دَا ؤُدَ قَالَ سَمِعْتُ الْاَ صْمَعِیَّ یَقُوْ لُ : اِنَّ اَخْوَ فَ مَا اَخَا فُ عَلٰی طَالِبِ الْعِلْمِ اِذَا لَمْ یَعْرِ فِ النَّحْوَ اَنْ یَدْخُلَ فِیْ قَوْلِ النَّبِیِّ ﷺ (مَنْ کَذَ بَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّا رِ) لِاَ نَّهُ لَمْ یَکُنْ ﷺ یَلْحَنُ انتهی " (۳)

اسی طرح الکواکب الدریہ (۱/۱۵) میں علامہ اہدل علم نحو کی اہمیت کے بارہ میں یوں رقمطراز ہیں (وَالْاَ وْلٰی تَقْدِیْمُهُ (اَیْ عِلْمِ النَّحْوِ) فِی الطَّلَبِ عَلٰی سَا ئِرِ الْعُلُوْمِ لِاَ نَّ الْکَلَا مَ بِدُوْنِ النَّحْوِ لَا یُفْهَمُ حَقُّ الْفَهْمِ وَقَدْلَا یُفْهَمُ اَصْلًا اِلَّا بِهِ) علم نحو کی اس سے بڑھ کر اور فضیلت واہمیت کیا ہوسکتی ہے کہ یہ علم ہر خطائے لفظی سے محفوظ رکھتا ہے خواہ وہ خطا قرآن وحدیث میں ہو یا عربی زبان کی کسی بھی کتاب میں اگر کوئی قاری عربی عبارت کو غلط پڑھے گا تو اس کا ترجمہ بھی غلط کرے گا اور اس کا معنی بھی غلط بیان کرے گا مثلاً اگر

(۱) علامہ خضری نے بھی شرح ابن عقیل کے حاشیہ (۱/۱۱) میں اس موضوع پر یوں تحریر فرمایا ہے: نص عبارت یوں ہے: فَلَمَّا کَثُرَ الْاِ سْلَا مُ وَتَاَلَّفَتِ الْقُلُوْ بُ اِخْتَلَطَ الْعَجَمُ وَالْعَرَ بُ بِالْمُعَا شَرَۃِ وَالْمُنَا کَحَۃِ فَتَوَ لَّدَ اللَّحْنُ وَالْاِ مَا لَۃُ فِیْ غَیْرِ مَحَلِّهَا حَتّٰی کَا دَتِ الْعَرَ بِیَّۃُ اَنْ تَتَلَا شٰی فَرَسَمَ الْاِ مَا مُ عَلِیٌّ لِاَبِی الْاَ سْوَدِ...... الخ

(۲) علم نحو کو علم الاعراب بھی کہتے ہیں جبکہ معنی اخص ہو، علم قواعد اللغۃ العربیہ ای قواعد العربیہ اور صرف العربیۃ بھی کہتے ہیں جبکہ بمعنی اعم ہو (کمامر)

(۳) مقدمات النحو: (ص:۲)

ایک شخص قرآن مجید پڑھتے ہوئے صِرَاطَ الَّذِینَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ اَلآیَة میں ''اَنعمتُ'' کہے یعنی تاء پرضمہ پڑھے۔تو کیا وہ کفر کا ارتکاب نہیں کرے گا؟اسی طرح اگر وہ وَاِذِ ابْتَلٰی اِبْرَاهِیمَ رَبُّهُ الآیة میں اِبرا هِیمُ پر''ضمہ''اور رَبَّهُ کے باء پر''فتحہ'' پڑھے اور العیاذ باللہ یوں کہے'' وَاِذِ ابْتَلٰی اِبْرَاهِیمُ رَبَّهُ ''تو معنی کہاں سے کہاں تک بدل جائے گا اور اسی طرح کی اخطاء احادیث رسول اللہ ﷺ میں بھی سرزد ہوتی ہیں۔امام بیہقی شعب الایمان میں حضرت شعبہ کے حوالے سے ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:'' اِذَا کَانَ الْمُحَدِّثُ لَا یَعْرِفُ النَّحْوَ فَهُوَ کَالْحِمَارِ عَلٰی رَأْسِهِ مِخْلَاةٌ لَیْسَ فِیْهَا شَعِیْرٌ ''اور شعب الایمان کی ایک دوسری روایت میں جو ابوزناد اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں یوں ہے:''مَا تَذَنْدَقَ مَنْ تَذَنْدَقَ بِالْمَشْرِقِ اِلَّا جَهْلًا بِکَلَامِ الْعَرَبِ''۔

حکم : علم النحو کے حکم کے بارہ میں مقدمات النحو میں ہے هُوَ فَرْضٌ کِفَائِیٌّ عَلٰی اَهْلِ کُلِّ نَاحِیَةٍ وَالْعَیْنِیُّ عَلٰی قَارِیِٔ التَّفْسِیْرِ وَالْحَدِیْثِ :اسی طرح متن متین صفحہ ۲ کے حاشیہ ۲ میں ہے''فَالْمَحْصُوْلُ اَنَّ مَعْرِفَةَ اللُّغَةِ وَالنَّحْوِ وَالصَّرْفِ فَرْضُ کِفَایَةٍ لِاَنَّ مَعْرِفَةَ الْاَحْکَامِ الشَّرْعِیَّةِ وَاجِبَةٌ بِالْاِجْمَاعِ وَهِیَ بِدُوْنِ مَعْرِفَةِ اَدِلَّتِهَا مُسْتَحِیْلَةٌ وَالْاَدِلَّةُ رَاجِعَةٌ اِلَی الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَهُمَا وَارِدَانِ بِلُغَةِ الْعَرَبِ وَنَحْوِهِمْ وَصَرْفِهِمْ وَمُقَدِّمَةُ الْوَاجِبِ وَاجِبٌ وَاَنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ مَا فِی الْکِتَابِ اَوْلٰی فَافْهَمْ''۔

نسبت: علم النحو اور باقی علوم میں نسبت تباین ہے۔(۱)

واضع: علم النحو علم کا واضع ابوالاسود الدُّؤَلی ہے جس کا نام ظالم بن عمرو بن سفیان بن جندل ہے۔(۲)

اسم اور اس کی وجہ تسمیہ :اس فن کا نام علم النحو ہے اور اس کی وجہ تسمیہ حاشیہ نمبر(۳) میں دیکھیے۔

---

(۱) نسبت کا یہ مفہوم منطقی سید احمد زینی دحلان نے مقدمات النحو میں لیا ہے مگر المقرب کے مقدمہ کے محققین نے نسبت سے نسبت لغوی مراد لی ہے یعنی یہ علم کن علوم کی طرف منسوب ہے اور وہ علوم،علوم اَدَبِیَّہ ہیں۔(مقدمۃ التحقیق،ص:٦)

(۲) طبقات النحویین او اللغویین (ص:۲۱) پر ابوالاسود دؤلی کا کنانہ تک سلسلہ نسب مذکور ہے۔

(۳) ابوالاسود دؤلی نے فن نحو کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے وضع فرمایا اس فن کے بنیادی چند مسائل حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تحریر فرما کر ابوالاسود الدؤلی کو حکم دیا کہ اُنْحُ نَحْوَ هٰذَا۔

الاستمداد :(ماخذ)

یہ علم کلام عرب سے ماخوذ ومستنبط ہے(۱)

اوراستنباط مسائل میں اہل بصرہ اورکوفہ کی رائے قابل اعتماد ہے۔وَالْبَصرِيَّةُ اَصَحُّ قِيَاسًا وَاَوْثَقُ سِمَاعًا۔

مسائل :

مقدمات النحو میں ہے کہ علم نحو کے مسائل اس کے قواعد ہی ہیں مگر متن متین صفحہ۴ پر انہیں اس طرح بیان کیا گیا ہے: اِنَّ مَسَائِلَ هٰذَاالْفَنِّ قَضَايَامُسْتَنْبَطَةٌ مِنْ جُزْئِيَّاتٍ مَسْمُوعَةٍ فَاِنْ لَمْ يَتَيَسَّرْ تَعْلِيْلُ الْحُكْمِ فَسَمَاعِيٌّ وَنَظِيْرُهُ اَلْحُكْمُ التَّعَبُّدِيُّ فِي الْفِقْهِ اَوْ تَيَسَّرَ فَقِيَاسِيٌّ ......الخ۔

---

(۱) کلام عرب کے ماخذ یہ ۶ قبائل ہیں۔۱۔قیس ۲۔ تمیم ۳۔ اَسَد ۴۔ہذیل ۵۔ بعض کنانة ۶۔ بعض الطائیه وَقُرَيْشٌ اَجْوَدُ الْعَرَبِ اِنْتِقَادًا وَاَسْهَلُهُمْ لِسَانًا۔

متن متین کے حاشیہ نمبر۳ میں ان قبیلوں کا ذکر بھی موجود ہے جو عربی زبان کے معتمد علیہ ماخذ نہیں اور وہ یہ ہیں:

لخم ،خزاعة،قضاعة،خذام ، غسان ، اِیاد ، بکر ،تغلب ، همزة ، عبدالقیس ،بنو حنیفة ، وسکان الیمامة ثقیف ،وسکان الطائف۔ ان قبائل کا تفصیلی تذکرہ فقہ اللغۃ میں بھی موجود ہے۔

علم نحو کا واضع اور اسبابِ وضع

علم نحو کے وضع اور اسباب وضع کے بارہ میں اگر چہ مختلف روایات وارد ہوئی ہیں ان تمام روایات کا احاطہ یہاں ممکن نہیں تاہم زیادہ تر روایات اس بات پر متفق ہیں کہ علم نحو کے واضع حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی ہیں (۱) اس فن کی ''مبادیات'' ابوالاسود دوئلی (۲) کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہی فراہم کیں۔ جیسا کہ ابوالاسود دوئلی خود بیان کرتے ہیں۔ باقی رہا علم نحو کا سبب تو اس کے بارہ میں بعض علما جنہوں نے علم نحو اور علمائے نحو کی تاریخ پر قلم اٹھایا ہے زیادہ سے زیادہ اس کی تعداد سات بیان فرمائی ہے (۳) مگر صحیح اور قرین قیاس بات یہی ہے کہ علم نحو کا سبب وضع تو صرف ایک ہی واقعہ ہے۔ مگر دیگر واقعات چونکہ اسی نوعیت کے ہیں اس لئے انہیں پہلے واقعہ کی کڑی سمجھ کر اسے سبب میں شامل کیا گیا ہے گویا کہ باقی سب واقعات کا سنگم پہلا واقعہ ہی ہے اور وہی درحقیقت علم نحو کا سبب ہے اور یہاں یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ واقعات کا تسلسل وتواتر سے وقوع علم نحو کی وضع کا سبب بنا، یا جو واقعہ کسی تک پہنچا اس نے اسی کو سبب وضع قرار دے دیا۔ بلکہ بسا اوقات یہ کیفیت قرآن مجید کی کسی آیت کے شان نزول کے بیان کے وقت بھی پیدا ہو جاتی ہے، بعض دفعہ ایک مفسر قرآن مجید کی کسی آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے اس کے ضمن میں کوئی واقعہ ذکر کرتے ہوئے یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ واقعہ اس آیت کا شان نزول ہے بعد ازاں وہ کئی اور واقعات جن کی نوعیت پہلے واقعہ کی سی ہوتی ہے اس آیت کے تحت ذکر کرتا ہے اور یا دیہ کراتا ہے کہ یہ واقعات بھی اسی شان نزول کا حصہ ہیں (۴) اس کی بہت سی مثالیں ہیں جو اسباب نزول کے موضوع پر تحریر کردہ کتب میں دیکھی جا سکتی ہیں (۵)

---

(۱) چنانچہ خالد الازھری التصریح (۴/۱) میں یوں فرماتے ہیں:
قَدْ تَظَافَرَتِ الرِّوَايَاتُ عَلَى اَنَّ اَوَّلَ مَنْ وَّضَعَ النَّحْوَ اَبُو الْاَسْوَدْ وَاَنَّهٗ اَخَذَهٗ اَوَّلًا عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِی طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اور اسی طرح خضری حاشیہ (۱۱/۱) میں لکھتے ہیں۔ ((فَرَسَمَ الْاِمَامُ عَلِیٌّ لِاَبِی الْاَسْوَدِ مِنْهُ اَبْوَابًا مِنْهَا بَابُ اِنَّ وَالْاِضَافَةِ وَالْاِمَالَةِ وَقَالَ لَهٗ اُنْحُ هٰذَا النَّحْوَ...... الخ)) (بقیہ حواشی بر صفحہ آئندہ)

ہم فن نحو کے وضع کے سات اسباب جو بعض مشائخ نے ذکر فرمائے ہیں اشارات کی زبان میں ذکر کرتے ہیں:

(۱) اِنَّ اللّٰهَ بَرِيْئٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلِهٖ میں رسولہ کی لام پر کسی اعرابی کا جر پڑھنا۔

(۲) حضرت علی رضی اللہ کا کسی شخص کو غلط عربی بولتے سننا اور پھر ابوالاسود کو کچھ مبادیاتِ نحو لکھ کر دینا (کما فی امالی الزجاجی)

(۳) بنت خویلد الاسدی کا حضرت امیر المؤمنین معاویہ کے پاس اِنَّ اَبِیْ مَاتَ وَتَرَكَ لِیْ مَالًا میں لا کے الف میں امالہ کرنا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) (۲) دؤلی کی نسبت دُئِل بن ابی بکر بن کنانہ کی طرف ہے دُئِل فُعِل کے وزن پر ہے جو کہ ایک جانور کا نام ہے جو نیولا سے بڑا ہوتا ہے اور لومڑی سے چھوٹا اسی تشبیہ سے اس شخص کا نام ہوا۔ احمد بن یحیٰ کہتے ہیں کہ فُعِل کے وزن پر کوئی اسم سوائے دُئِل نہیں آیا اخفش کہتے ہیں کہ نسبت کے وقت ھمزہ کے کسرہ کو فتحہ سے بدل دیتے ہیں کیونکہ یائے نسبت کے ساتھ جمع ہونے سے توالی کسرتین کی وجہ سے ثقل لازم آتا ہے کبھی ہمزہ کو واو سے بدل دیتے ہیں اس لئے جب ہمزہ مفتوح ہو اور اس سے قبل ضمہ ہو تو تخفیفا واو سے بدل دیتے ہیں۔

(۳) تاریخ علم النحو اور علماء نحو کے حالات از مولانا عبدالبر محمد بن قاسم ملتانی، اخبار النحاۃ کے صفحہ ۷ پر مصنف فرماتے ہیں: طبقات میں نحو کی تدوین کے مختلف اسباب بیان کئے گئے ہیں اور واضع نحو میں بھی اختلاف کیا گیا ہے ظاہراً صحیح یہی ہے کہ واضع نحو کے جناب امیر علیہ السلام (رضی اللہ عنہ) ہیں اس لئے کہ تمام روایات ابوالاسود کی طرف مستند ہیں جن کو ابوالاسود جناب امیر علیہ السلام (رضی اللہ عنہ) کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ بعض روایات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو علم نحو کا موجد اور واضع قرار دیا گیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوالاسود کو حکم دیا ہو اور انہوں نے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مدد لی ہو۔

(۴) اہل اصول کے نزدیک ایک ضابطہ اور قاعدہ ہے اور وہ یہ کہ اَلْعِبْرَةُ بِعُمُوْمِ اللَّفْظِ لَا بِخُصُوْصِ السَّبَبِ اگرچہ اہل الاصول اس میں مختلف ہیں مگر علامہ سیوطی الاتقان فی علوم القرآن (۳۹/۱) پر فرماتے ہیں: اِخْتَلَفَ اَهْلُ الْاُصُوْلِ هَلِ الْعِبْرَةُ بِعُمُوْمِ اللَّفْظِ اَوْ بِخُصُوْصِ السَّبَبِ؟ وَالْاَصَحُّ عِنْدَنَا اَلْاَوَّلُ وَقَدْ نَزَلَتْ آيَاتٌ فِیْ اَسْبَابٍ وَاتَّفَقُوْا عَلٰی تَعْدِيْلِهَا اِلٰی غَيْرِ اَسْبَابِهَا...... الخ۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے یہ مسئلہ بڑی شرح و بسط سے بیان فرمایا ہے۔

(۵) اس موضوع پر علامہ سیوطی کی کتاب (اَلُبَابُ النُّقُوْلُ فِیْ اَسْبَابِ النُّزُوْلِ) ہے علاوہ ازیں علی بن المدینی رحمہ اللہ نے بھی جو کہ امام بخاری (رحمہ اللہ) کے استاد گرامی ہیں اسی موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے اور الواحدی کی بھی ایک کتاب اسی موضوع پر ہے بعد ازاں جعبری نے الواحدی کی کتاب کا اختصار کیا ہے ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اس پر قلم اٹھایا مگر ان سے مسودہ ضائع ہو گیا۔ کما فی الاتقان (۳۸/۱)

(۴) ابوالاسود کا باب استفہام، باب عطف، باب نعت، باب تعجب، اور باب اِنَّ واخواتہا کو مرتب کرنا، اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کرنا۔ پھر حضرت علی کا ابوالاسود کو باب اِنَّ میں لٰکِنَّ کے اندراج کا حکم دینا۔

(۵) بصرہ میں ابوالاسود کے بیٹے کا باپ سے یَا اَبَتِ مَا اَشَدُّ الْحَرّ کہنا اور اشد کی دال پر ضمہ پڑھنا اور ابوالاسود کا اسے جملہ استفہامیہ سمجھنا اور اسی کے مطابق جواب دینا ان کے بیٹے کا تعجب کا ارادہ کرنا پھر ابوالاسود کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شکایت کرنا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ابوالاسود سے سفید کاپی منگوانا اور اس پر کچھ لکھ کر دینا۔

(۶) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک اعرابی کو قرآن مجید کی آیت (لَا يَأْكُلُهُ اِلَّا الْخَا طِئُوْنَ) میں الخاطئون کی جگہ الخاطئین پڑھنا۔

(۷) ابوالاسود کی لڑکی کا رات کے وقت ستاروں کی چمک دمک کو دیکھ کر" مَا اَحْسَنُ السَّمَاءِ ؟" میں ضمہ نون پڑھ کر اظہار تعجب کرنا مگر ابوالاسود نے کا جملہ استفہامیہ سمجھ کر اس کے مطابق جواب دینا۔

ابوالاسود کا بیٹی کو مَا اَحْسَنَ السَّمَاءَ میں نون پر فتحہ پڑھنے کا حکم دینا(۱)

تنبیہ: تاریخ علم نحو اور علماء نحو کے حالات میں "مَا اَحْسَنُ السَّمَاءِ" میں کسرۂ سین کے ساتھ ضبط کیا ہے جبکہ اخبار النحاۃ میں" مَا اَحْسَنُ السَّمَاءِ" میں احسن کے آخر پر ضمہ اور السماء کے ہمزہ پر کسرہ بطریق استفہام مذکور ہے اسی طرح درایۃ النحو صفحہ ۱۵ میں احسن کے آخر پر فتحہ ہے اور السماء کے ہمزہ پر ضمہ ہے۔

---

(۱) علامہ زمخشری سے ان سات واقعات کے علاوہ یہ واقعہ بھی منقول ہے:

((يُحْكَى اَنَّ اَبَا الْاَسْوَدِ كَانَ خَلْفَ الْجَنَازَةِ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ : مَنِ الْمُتَوَفِّىْ ؟ بِكَسْرِ الْفَاءِ فَقَالَ: اللّٰهُ... مِنْ بَوَاعِثِ اَمْرِهٖ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ لِتَدْوِيْنِ هٰذَا الْعِلْمِ كَمَا ذَكَرَهُ الْخَفَّاجِىْ (متن متین صفحہ ۳ حاشیہ نمبر ۲)

اصولِ نحو :

متن متین صفحہ ۵ پر مصنف نے نحو کے اصول کا تذکرہ بھی فرمایا ہے اور وہ یہ ہیں:

(۱) اَلْقُرْآنُ قِيْلَ: وَلَوْ بِقِرَاءَةٍ شَاذَّةٍ (۲) كَلَامُ الْعَرَبِ الْمَوْثُوْقِ بِهِمْ (۳) اَلْقِيَاسُ (۴) اَلْاِجْمَاعُ ((فَقَالَ الْمُصَنِّفُ)) فَلَا نَعْقِلُهٗ هٰهُنَا وَقَدْ تَرَكَهٗ اِبْنُ الْاَنْبَارِيِّ فِيْ اُصُوْلِهٖ

تنبیہ : حدیث رسول اللہ ﷺ کے اصول نحو میں شمار ہونے میں علماء کرام کا اختلاف ہے ابن مالک حدیث کے الفاظ سے قواعد نحویہ کے لئے استدلال کرتا ہے (۱) اگر چہ ابوحیان نے شرح تسہیل میں اس کا انکار کیا ہے مگر وہ بھی اور ناظر الجیش شرح تسہیل میں ابن مالک کے مسلک کے مؤید ہیں متقدمین نحات اگر چہ احادیث نبویہ کے

ابن الخشاب اور ابن مالک کے نزدیک اصول نحو چار ہیں (۱) القرآن (۲) حدیث الرسول ﷺ (۳) سماع یعنی موثوق بہ کلام عرب (۴) قیاس چنانچہ ابن الخشاب (م: ۶۷ھ) اور ابن مالک (م: ۶۷۲ھ) دونوں احادیث کو مسائل کے اثبات کے لئے بطور استشہاد پیش کرتے ہیں چنانچہ ابن الخشاب کے احتجاج اور استشہاد بالحدیث کے بارہ میں المرتجل کے مقدمہ (ص: ۲۸) پر شیخ علی حیدر یوں رقمطراز ہیں:
وَاحْتَجَّ النَّاسُ بِبَعْضِ الْاَقْوَالِ الْمَرْوِيَّةِ عَنِ الْعَرَبِ وَبَعْضِ الْاَمْثَالِ كَمَا احْتَجَّ بِالْحَدِيْثِ الشَّرِيْفِ مُخَالِفًا مَا تَعَارَفَ عَلَيْهِ النَّحْوِيُّوْنَ مِنْ عَدَمِ احْتِجَاجِهِمْ بِالْحَدِيْثِ لِعَدَمِ وُثُوْقِهِمْ اَنَّهٗ لَفْظُ الرَّسُوْلِ ﷺ فَقَدْ جَاءَ بِثَلَاثَةِ اَحَادِيْثَ اِسْتَشْهَدَ بِوَاحِدٍ مِنْهَا عَلٰى مَعْنٰى كَلِمَةِ "الْاِعْرَابِ" وَالثَّانِيْ اَلْحَدِيْثُ الشَّرِيْفُ ذَهَبَ مَثَلًا وَالثَّالِثُ اِسْتَشْهَدَ بِهٖ عَلٰى مَجِيْءِ الْحَالِ مِنَ النَّكِرَةِ الْمَوْصُوْفَةِ (۱۱۳ھ) ابن الخشاب کے نزدیک قیاس بھی اصول نحو میں سے ہے اور اس کی تعریف مقدمۃ المرتجل میں یوں ہے: هُوَ حَمْلُ الْمَنْقُوْلِ عَلٰى غَيْرِ الْمَنْقُوْلِ فِيْ حُكْمٍ لِعِلَّةٍ جَامِعَةٍ (یہ تعریف ابن الانباری سے بھی منقول ہے) قیاس کے بارہ میں کسائی کا یہ قول بھی مذکور ہے "اِنَّمَا النَّحْوُ قِيَاسٌ" متن متین (ص: ۴) میں قیاس کی تعریف یوں کی گئی ہے اَلْحَمْلُ عَلَى الْمُمَاثِلِ لِاشْتِرَاكِ الْعِلَّةِ مصنف مزید فرماتے ہیں: وَلِذَا قَالُوْا: مَاقِيْسَ عَلٰى كَلَامِهِمْ فَهُوَ مِنْ كَلَامِهِمْ۔
ابن مالک کے نزدیک اصول نحو چار ہیں (۱) قرآن مجید (۲) حدیث الرسول ﷺ (۳) سماع یعنی کلام عرب موثوق بہ (۴) اور قیاس ابن مالک کے استشہاد بالحدیث کے بارہ میں شرح ابن عقیل لالفیہ بن مالک کے محقق دکتور عبدالرحمٰن السید شرح التسہیل کے مقدمہ کے صفحہ ۴۸ پر لکھتے ہیں
كَانَ ابْنُ مَالِكٍ اَوَّلَ مَنْ وَّضَعَ الْاَحَادِيْثَ الشَّرِيْفَةَ فِيْ مَوْضِعِهَا الصَّحِيْحِ مِنَ الْاِسْتِدْلَالِ بِهَا وَالْاِعْتِمَادِ عَلَيْهَا فَقَدْ كَثُرَ فِيْ كُتُبِهٖ مَا قَلَّ اَوْكَثُرَ فِيْ كُتُبِ غَيْرِهٖ مِنْ سَابِقِيْهِ اِيْمَانًا مِنْهُ بِاَنَّ اَحَادِيْثَ الرَّسُوْلِ الْكَرِيْمِ مِنْ اَهَمِّ الْمَرَاجِعِ الَّتِيْ يُعْتَمَدُ عَلَيْهَا فِيْ اِثْبَاتِ الْقَوَاعِدِ وَتَصْحِيْحِهَا۔

ساتھ احتجاج اور استشہاد نہیں پکڑتے۔ بلکہ زیادہ تر قرآن مجید اور عربی اشعار سے حجت پکڑتے ہیں کیونکہ اس دور میں حدیث کی اس قدر اشاعت وترویج نہ تھی اگر ہوتی تو وہ قرآن کے بعد حدیث کے ساتھ احتجاج اور استشہاد کو ترجیح دیتے۔ ابوحیان کا یہ کہنا کہ متاخرین نحات نے متقدمین کی متابعت میں حدیث کے ساتھ استشہاد نہیں کیا یہ مردود ہے کیونکہ اندلسی، مصری اور شامی نحات کی کتب استشہاد بالحدیث سے بھری پڑی ہیں، شریف صقلی اور شریف غرناطی نے کتاب سیبویہ کی شروح میں ابن الحاجب نے شرح المقرب، ابن الخباز نے الفیہ ابن معطی کی شرح میں اور اسی طرح ابوعلی شلوبین نے بہت سے مسائل میں سیرافی اور صفار نے سیبویہ کی الکتاب کی شرح میں، احادیث رسول اللہ ﷺ کے ساتھ احتجاج پکڑا ہے ابن الطیب فرماتے ہیں کہ میں نے خود ابوحیان کے کلام میں استشہاد بالحدیث دیکھا ہے۔ صرف کتب نحات ہی نہیں بلکہ معاجم اللغۃ بھی استشہاد بالحدیث سے بھری پڑی ہیں مثلاً صحاح للجوہری، التہذیب للازہری، المخصص لابن سیدہ۔ المجمل، مقاییس اللغۃ لابن فارس، اساس البلاغۃ للزمخشری۔ ابن الطیب نے نحات میں ابن جنی، ابن خروف، ابن برّی، اور سہیلی کا بھی یہی مذہب نقل کیا ہے بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ:

(لَا نَعْلَمُ اَحَدًا مِنْ عُلَمَاءِ الْعَرَبِيَّةِ خَالَفَ فِي هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ اِلَّا مَا اَبْدَاهُ الشَّيْخُ اَبُوْحَيَّانَ فِي شَرْحِ التَّسْهِيْلِ وَاَبُو الْحَسَنِ ابْنُ الضَّائِعِ فِي شَرْحِ الْجُمَلِ وَتَابَعَهُمَا الْجَلَالُ السُّيُوْطِيُّ فِي الْاِقْتِرَاحِ كَمَا فِي مُقَدِّمَةِ التَّسْهِيْلِ لِمُحَمَّدٍ كَامِلٍ بَرَكَاتٍ.

الکواکب الدریہ (۱/۷) پر منکرین استشہاد بالحدیث کا کلام ملاحظہ کیجئے:

وَاعْلَمْ اَنَّ الْمُصَنِّفَ (اَلْحَطَّابَ) رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى كَثِيْرًا مَا يُمَثِّلُ بِالْآيَاتِ الْقُرْآنِيَةِ وَلَعَلَّ غَرَضَهُ بِذَالِكَ التَّبَرُّكُ بِالْقُرْآنِ وَقَدْ قَالَ السُّيُوْطِيُّ: كُلُّ مَا وَرَدَ اَنَّهُ قُرِئَ بِهِ جَازَ الْاِحْتِجَاجُ بِهِ فِي الْعَرَبِيَّةِ سَوَاءً أَكَانَ مُتَوَاتِرًا كَالْقِرَاءَاتِ السَّبْعِ الْمَشْهُوْرَةِ اَمْ آحَادًا

كَقِرَاءَةِ الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ هم تَمَامُ الْعَشَرَةِ اَمْ شَآذَّاء وَهِيَ مَا وَرَاءَ الْعَشَرَةِ اِنْتَهٰى

ثُمَّ ذَكَرَ بَقِيَّةَ كَلَامِ الْمُصَنِّفِ فَقَالَ: فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ مِثَالًا مِمَّا يُمَثِّلُ لَهُ مِنَ الْقُرْآنِ عَدَلَ اِلٰى كَلَامِ الْعَرَبِ لِاَنَّ مَا يَثْبُتُ مِنْهُ عَنِ الْفُصَحَاءِ الْمَوْثُوْقِ بِعَرَبِيَّتِهِمْ مُحْتَجَّ بِهِ اِجْمَاعًا وَاِنَّمَا لَمْ يُمَثِّل بِكَلَامِهِ ﷺ الْوَارِدِ فِى السُّنَّةِ لِاَنَّ غَالِبَ الْاَحَادِيْثِ مَرْوِيٌّ بِالْمَعْنٰى وَقَدْ تَدَاوَلَهَا الْاَعَاجِمُ وَالْمُوَلِّدُوْنَ قَبْلَ تَدْوِيْنِهَا فِى الْكُتُبِ فَرَوَوْهَا بِمَا اَدَّتْ اِلَيْهِ عِبَارَتُهُمْ فَبَدَّلُوْا الْاَلْفَاظَ بِاَلْفَاظٍ وَمِنْ ثَمَّ اَنْكَرَ جَمَاعَةٌ مِنَ الْمُحَقِّقِيْنَ عَلَى الْبَدْرِ ابْنِ مَالِكٍ اِثْبَاتَ الْقَوَاعِدِ النَّحْوِيَّةِ بِالْاَلْفَاظِ الْوَارِدَةِ فِى الْحَدِيْثِ مَعَ اَنَّ الْوَاضِعِيْنَ بِعِلْمِ النَّحْوِ الْمُسْتَقْرِئِيْنَ لِاَحْكَامِهِ مِنْ لِسَانِ الْعَرَبِ كَاَبِيْ عَمْرٍو بْنِ الْعَلَاءِ وَعِيْسٰى بْنِ عُمَرَ وَالْخَلِيْلِ اِبْنِ اَحْمَدَ وَسِيْبَوَيْهِ مِنْ اَئِمَّةِ الْبَصْرِيِّيْنَ وَالْكِسَائِيِّ وَالْفَرَّاءِ، وَالْاَحْمَرِ وَهِشَامِ الضَّرِيْرِ مِنْ اَئِمَّةِ الْكُوْفِيِّيْنَ لَمْ يَفْعَلُوْا ذَالِكَ وَكَذَا مَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ الْمُتَاَخِّرِيْنَ)

علم نحو کا ارتقاء،
مشہور علمائے نحو اور کتب نحو

دور اموی اور عباسی میں بصرہ، کوفہ، بغداد اور مصر کے علمائے باشثین کی مساعی جمیلہ کی وجہ سے اس فن کو ارتقاء حاصل ہوا اور ان میں سے زیادہ مشہور علماء ابوالاسود دؤلی (واضع علم النحو)، عنبسۃ الفیل، عبدالرحمٰن بن ھرمز (الاعرج)، نصر بن عاصم، یحی بن یعمر، میمون الاقرن، عبداللہ بن اسحٰق حضرمی، اخفش اکبر (استاد سیبویہ) اور ابوعمرو ابن العلاء ہوئے ہیں اور یہ سب کے سب بصری تھے۔ مگر نہایت افسوس کی بات ہے کہ ان کی کوئی قابل قدر تصنیف ہم تک نہیں پہنچی۔ اسی طرح عیسی بن عمر ثقفی جو بصریوں کی جماعت مذکورہ کے رئیس تھے، اس کی کوششوں سے بصریوں کی نحو کو کوفہ تک رسائی حاصل ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے بصریوں کی نحو میں ستر جلدیں تحریر کیں تھیں اور ان میں سے صرف ''الجامع'' اور ''الاکمال'' کا وجود باقی رہ گیا۔ باقی سب کتب بے نام ونشان ہوگئیں۔

ابوجعفر رؤاسی نے ''کتاب الفیصل'' کے نام سے کوفیوں کی نحو تحریر کی ان کے علاوہ ابومسلم معاذ بن الھراء بھی کوفی علماء میں سے تھے انہوں نے علمِ صرف کی بنیاد رکھی۔

خلیل بن احمد فراھیدی جو کہ بصریوں کے اس مدرسہ کے عضو تھے جس کا سیبویہ رئیس تھا۔

خلیل کے بعد سیبویہ، سیبویہ کے بعد اخفش اوسط (جو کہ سیبویہ کا شاگرد ہے اور ان کی ''الکتاب'' کا شارح بھی ہے)، اخفش اوسط کے بعد ابوعلی فارسی پھر ابوالقاسم الزجاجی پھر مازنی اور سجستانی پھر مبرد پھر کسائی (کسائی نئے کوفی علماء کا رئیس تھا) پھر فراء پھر ابن سکیت، ابن سلام، پھر ثعلب۔

شرح الدرایۃ ص: ۱۵ پر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ علم نحو کے موجد ہیں ان سے ابوالاسود دؤلی نے علم نحو

کے بنیادی مسائل اخذ کئے۔ پھر اس سے اس کے دو بیٹوں (ابو الحارث اور عطاء) نے علم اخذ کیا۔ پھر ان سے حضرمی عیسی ثقفی، ابن العلاء نے پھر ابن العلاء سے سیبویہ اور کسائی نے پھر اہل ادب دو فرقوں (کوفی، بصری) میں منقسم ہو گئے پھر کسائی سے جو کہ کوفی مکتبۂ فکر کا رئیس تھا فراء نے سیکھا۔ پھر اس سے ابو العباس اور محمد الانباری نے علم نحو اخذ کیا یہ سب کے سب کوفی تھے۔

ابن العلاء کے دوسرے شاگرد، سیبویہ سے اخفش اوسط اور قطرب نے اور اس سے محمد (المبرد) اور اس سے ابو اسحٰق زجاج، ابوبکر بن السراج اور محمد کسائی نے پھر ان سے ابو علی نسفی، ابو سعید سیرافی اور علی رُمّانی نے پھر اس سے ابو علی فارسی نے اور اس سے ابو الفتح بن الحسن (ابنِ جنی) اور اس سے عبد القاہر جرجانی نے یہ سب کے سب بصری علماء تھے، شارح فرماتے ہیں: ثُمَّ قِيْلَ لَمْ يَأْتِ بَعْدَهٗ مَنْ يُّعْبَأُ بِهٖ۔

شارح الدرایہ حضرت علی سے لے کر ابن جنی تک چوبیس علمائے نحو کا تذکرہ کر کے ان کے مابعد علماء کے بارہ میں یہ فرماتے ہیں کہ پھر ان کے بعد کوئی قابل ذکر نحوی نہیں آیا۔ مگر یہ خلاف حقیقت اور خلاف واقعہ ہے کیونکہ ان کے بعد آنے والے نحات میں زمخشری، ابن حاجب، ابن مالک اور ابن ہشام جیسی نابغۃ العصر شخصیات شامل ہیں جنہوں نے اپنے اپنے اوقات میں علم نحو کی خدمت کی اور اس پر بہت کچھ لکھا۔ فقہ اللغہ میں حضرت علی سے ثعلب تک چھبیس (۲۶) علماء کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جبکہ الازھری نے التصریح میں حضرت علی سے لے کر ابن ہشام تک اکتیس (۳۱) علماء کا ذکر کیا ہے۔

اس طرح دکتور فخر الدین قباوہ نے اعراب الجمل، اشباہ الجمل میں الخلیل تا الامیر تینتیس (۳۳) نحات کا ذکر فرمایا ہے۔ مگر ان کے علاوہ بہت سے اور بھی نحات ہیں۔ چنانچہ اخبار النحات میں حضرت علی سے لے کر ابن ہشام تک اکاون (۵۱)۔ تاریخ علم نحو اور علماء نحو کے حالات میں چوراسی (۸۴) علماء کا ذکر ہے ان میں سے جو سب سے آخر میں ہے وہ علی بن احمد ہے جس کا سن وفات (۹۳۳ھ) ہے۔ اسی طرح ''ثمرات الحیوۃ فی طبقات

النحاۃ'' میں حضرت علی سے لے کر ابن ہشام تک الاھمّ فالاھمّ کے تحت اکیس (۲۱) علماء کا تذکرہ موجود ہے۔

حضرت علی سے لے کر ابن ہشام تک مذکورہ علماء کے علاوہ جن علمائے نحو نے علم نحو پر متون، شروح اور حواشی کی شکل میں کام کیا۔ ان میں سے چند ایک یہ بھی ہیں:

الشلوبین، سیوطی، ابن آجروم، ابن الوراق، ابن عصفور، ابن یعیش، ابن الخشاب، الدمامینی، رضی، اعلم الشنمتری، فاکہی، اشمونی، صبان، شیخ لیس، شارح جامی، احمد بن عبد النور المالقی، ابوزید المکودی، ابو حیان، ابن عقیل شارح الفیہ، اھدل، حطّاب، خضری، ابن الحآجّ، ازھری، دنوشری، رملی، زین الدین البرکوی، غلاپینی وغیرھم۔(۱)

مشھور کتب:

۱۔الکتاب (سیبویہ) ۲۔المرتجل (ابن الخشاب) ۳۔المفصل اور النموذج (زمخشری)

۴۔کافیہ، شرح کافیہ، ایضاح شرح مفصل (ابن الحاجب)

۵۔الکافیۃ الشافیۃ، الوافیۃ شرح الکافیۃ الشافیۃ، الخلاصہ المعروف بہ الالفیہ، تسہیل، شرح تسہیل، عمدۃ الحافظ وعدۃ اللافظ، شرح العمدۃ، اکمال العمدۃ، شرح اکمال العمدۃ، سبک المنظوم وفک المختوم (ابن مالک)

۶۔سر الصناعۃ، اللمع (لابن جنی)

۷۔مغنی اللبیب عن کتب الاعاریب، رفع الخصاصۃ عن قراء الخلاصہ، التوضیح علی الالفیہ (الاوضح)، شذور الذھب، شرح شذور الذھب، قطر الندی وبل الصدی، شرح تسہیل (ابن ہشام)

(۱) اختصار کے پیش نظر میں نے ان علمائے نحو میں اکثر کے القاب وکنی پر اکتفاء کیا ہے یہاں صرف ان کا سرسری تعارف مقصود ہے۔ ان شاء اللہ دوسرے ایڈیشن میں ان کے اسماء تفصیل سے بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔ نیز ان علماء کا تذکرہ میں نے سن موالید ووفات کی ترتیب کا لحاظ کئے بغیر کیا ہے۔ کیونکہ علامہ سیوطی اور خالد ازہری وغیرہ نے اپنی تالیفات میں تقدیم وتاخیر کو ملحوظ نہیں رکھا ہے۔

۸۔الفوائد الضیائیہ المعروف بہ شرح جامی (عبدالرحمٰن جامی)

۹۔مختصر النحو (جرمی، یزیدی بصری، زجاج، کسائی)

۱۰۔المذکر والمونث (فراء، ابن جنی، ابن الانباری، ابن سکیت، سجستانی)

۱۱۔المقصور والممدود (قالی، ابن درید بصری، ابن سکیت، فارسی، سجستانی)

۱۲۔جمل، مائۃ عامل، العوامل (عبدالقاہر جرجانی)

۱۳۔صرف میر، نحو میر، رسالہ حروف، رسالہ تحقیق معانی حروف (سید شریف جرجانی)

۱۴۔مفتاح العلوم (سکاکی)

۱۵۔الجمل، (زجاجی)

۱۶۔شرح کتاب سیبویہ (ربعی)

۱۷۔شرح مفصل (ابن یعیش، قاسم بن حسین صدر الافاضل)

۱۸۔مصابیح الکتاب (ابن کیسان)

۱۹۔شرح القطر (ابن ہشام، الفاکہی)

۲۰۔الآجرومیہ (ابن آجروم)

۲۱۔متممۃ الآجرومیہ (حطاب)

۲۲۔شرح متممۃ الآجرومیہ (اہدل) وغیرہ وغیرہ

فصل سوم:

متن نحو میر اور اس کے ماتن کے بارے میں

متن نحو میر کے مصنف علام کا نام نامی اسم گرامی علی بن محمد بن علی ہے۔ آپ جرجان میں پیدا ہوئے اسی وجہ سے آپ کو جرجانی کہا جاتا ہے۔ آپ کا تعلق جرجان کے ساداتِ خاندان سے تھا۔ اس لئے آپ کو سید شریف اور سید السند کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ ''میر'' آپ کا لقب تھا کیونکہ ''میر'' فارسی لفظ ہے اور یہ سادات خاندان کے لئے بطور لقب بھی استعمال ہوتا ہے(۱)

بدر منیر شرح نحو میر کے مؤلف علام نے شرح کے مقدمہ میں مصنف نحو میر کے حالاتِ زندگی کے عنوان کے تحت آپ کو میر کہنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ ''ان کی بہت سی کتب کے مروجہ نام لفظ ''میر'' پر ہیں جیسے صرف میر، نحو میر، میر قطبی، میر ایساغوجی اور ان کی بعض کتابیں ''شریفیہ'' کے نام سے مشہور ہیں جیسے شریفیہ شرح سراجی اور شریفیہ شرح کافیہ اور شریفیہ فی المناظرہ''۔

شارح بدر منیر کی بیان کردہ وجہ درست نہیں کیونکہ ان کی کتب کے اسماء میں ''میر'' کا استعمال اس لئے ہے کہ ان کا مصنف ''میر'' ہے نہ کہ آپ ''میر'' اس لئے تھے کہ لفظ ''میر'' کا استعمال ان کی کتب کے ناموں میں ہوا ہے۔

پیدائش:

آپ ۲۳ شعبان ۷۴۰ھ یا ۷۴۸ھ (کمافی اخبار النحات) کو جرجان میں پیدا ہوئے۔ بچپن سے ہی آپ کو عربی زبان سے گہرا شغف تھا اوائل عمر میں آپ نے عربی زبان میں کافی مہارت حاصل کر لی تھی۔ سید صاحب نے بچپن

(۱) لفظ ''میر'' متعدد معانی کے لئے مستعمل ہے: مثلاً افسر، سردار، سرکردہ، سالار، چودھری، مقدم، ہادی، رہنما اور پیشوائے دین، سیدوں کا اعزازی لقب، شہزادہ۔ تاش کا بادشاہ، (علمی وادبی لغت، ص: ۱۴۶۷، مؤلفہ وارث سرہندی)

میں ہی وافیہ (کمافی اخبار النحات) شریفیہ (کمافی بعض تراجمہ) شرح کافیہ اور اس پر مفید حواشی تحریر فرمائے اور صرف ونحو کی ابتدائی کتب جو بزبان فارسی تھیں لکھ ڈالیں۔ غالبا نحو میر انہیں کتابوں میں سے ایک کتاب ہے۔

سیدؒ کی ذکاوت اور شوقِ تحصیل علم :

سید نہایت درجہ کے ذکی و ذہین اور حاضر جواب تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ بچپن میں پڑھنے کے لیے علامہ تفتازانی کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کا چہرہ گرد وغبار آلود تھا۔ تفتازانی نے مزاحًا کہا "یَـا لَیْـتَـنِـیْ کُـنْـتُ تُرَابًا" سید نے فی البدیہہ یہ جواب دیا کہ یَـقُـوْلُ الْکَافِرُ یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا۔ علامہ تفتازانی کو بہت خفت ہوئی۔ سید بے نیل مرام وہاں سے واپس آئے اور علامہ قطب الدین رازی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تاکہ "شرح مطالع" پڑھیں۔ اس سے قبل یہ شرح آپ سولہ بار پڑھ چکے تھے۔ پھر بھی یہ ان کا دلی شوق تھا کہ ایک بار شارح سے پڑھ کے اطمینان حاصل کرلیں۔ اس وقت شارح ایک سوبیس برس کی عمر کو پہنچ چکے تھے۔ پلکیں لٹک گئیں تھیں آنکھیں بند تھیں۔ علامہ نے پلکوں کو اُٹھا کے سید کو دیکھا تو اُن کو جوان پایا۔ علامہ نے خیال کیا کہ بسبب حداثتِ عمر وقوت دماغ یہ ہر بحث میں ضرور حجتیں پیش کریں گے۔ علامہ میں اتنی قوت کہاں تھی جوان کے سمجھانے کے متحمل ہوتے۔ فرمایا۔ تم جوان طالب العلم ہو۔ میں بوڑھا ضعیف ہوں تمہیں پڑھانے کی مجھ میں قوت نہیں ہے۔ اگر تمہیں مجھ سے شرح مطالع کی سماعت منظور ہے تو تم مبارک شاہ کے پاس جا کر پڑھو۔ وہ تمہیں وہی بتائیں گے جو انہوں نے مجھ سے سنا ہے۔ مبارک شاہ اُس وقت مصر میں مدرس تھے۔ سید صاحب علامہ قطب الدین رازی کا خط لے کے ہرات سے مصر پہنچے۔ مبارک شاہ نے اپنے اُستاد کے خط کو بوسہ دیا اور کہا میں تمہیں پڑھاؤں گا۔ لیکن مستقل طور پر نہیں پڑھا سکتا اور نہ تمہیں کچھ پوچھنے کی اجازت دیتا ہوں۔ تم صرف سماعت کرو، سید صاحب نے قبول کرلیا۔ اتفاقًا اسی زمانہ میں اکابرین مصر کی اولاد سے ایک شخص نے مبارک شاہ سے شرح مطالع پڑھنا شروع کی سید اس کی سماعت کرتے تھے۔ مبارک شاہ کا مکان مدرسہ کے قریب تھا۔ اور اسی مکان سے

مدرسہ کی طرف کو راستہ نکلتا تھا۔ اتفاقاً ایک رات مبارک شاہ نے اسی راستہ سے مدرسہ میں آ کر صحن میں ٹہلنا شروع کیا تو ایک حجرہ سے کسی طالب العلم کے پڑھنے کی آواز آئی۔ آپ اسی آواز پر حجرہ کے قریب آئے تو کیا سنتے ہیں کہ سید کہتے ہیں۔ قَالَ الشَّارِحُ كَذَا وَقَالَ الْأُسْتَاذُ كَذَا وَأَنَا أَقُوْلُ كَذَالِكَ۔ اَقُوْلُ کے بعد سید صاحب نے اپنی تقریر شروع کی، تقریر ایسی لطیف تھی جس سے مبارک شاہ بہت خوش ہوئے اور خوشی سے اسی صحن میں ناچنے لگے۔ پھر سید کو حکم دیا کہ قراءت کریں اور جو کچھ دل میں آئے بے تکلف پوچھیں۔ اسی زمانہ تحصیل میں جمال الدین محمد بن محمد اقسر ائی (اقصرائی) شارح موجز کی تعریف سُنی۔ مصر سے بلاد قرامان (کرمان) کا سفر کیا۔ جب شہر کے قریب پہنچے۔ ان کی شرح ایضاح خطیب قزوینی دیکھی جس کا نام ایضاح الایضاح ہے۔ سید نے اس وجہ سے پسند نہ کیا کہ ایضاح بالکل صاف کتاب ہے، جس پر شرح لکھنے کی ضرورت نہ تھی اور کہا کہ یہ گوشت ہے جس پر مکھیاں بھنکتی ہیں۔ اس پھبتی کی وجہ یہ ہے کہ اقسر ائی کا یہ معمول تھا کہ پوری عبارت لکھ کر اس کی شرح کیا کرتے تھے اور متن کو سرخی سے لکھتے تھے اور شرح کو سیاہی سے۔ پھبتی نہایت موزوں تھی۔ اس شرح کو دیکھ کر سید کا دل پھیکا ہو گیا اور واپسی کا قصد کیا۔ پھر بعض طلاب نے کہا اب شہر قریب رہ گیا ہے جا کے ملاقات تو کرو ان کی تقریر کو ان کی تحریر سے پُر قوت پاؤ گے۔ یہ جس روز شہر میں داخل ہوئے۔ اقسر ائی کا اسی روز انتقال ہو گیا۔

شاہ شجاع الدین بن مظفر کے دربار میں پزیرائی :

جب سید صاحب کی تحصیل، تکمیل کو پہنچ گئی تو آپ نے چاہا کہ شاہ شجاع الدین بن مظفر سے ملاقات کروں۔ یہ ۷۷۰ھ کی بات ہے چونکہ یہاں تفتازانی کا بہت اثر ورسوخ تھا اس لئے سید نے یہ حیلہ کیا کہ سپاہیوں کا لباس پہنا اور ڈیوڑھی پر جا کر کھڑے ہوئے۔ تفتازانی سلطان کی خدمت میں جاتے تھے انہوں نے تفتازانی سے کہا کہ میں مسافر ہوں تیر اندازی کے فن میں مجھے کمال حاصل ہے تم میرے لیے سلطان کی خدمت میں عرض کر دو تا کہ سلطان سے ملاقات ہو جائے۔ تفتازانی نے سید کو ساتھ لے لیا۔ جب قصرِ سلطانی کے دروازہ پر پہنچے تفتازانی نے

سید سے کہا کہ تم یہاں ٹھہر جاؤ پھر اندر جا کے سلطان سے ان کی کیفیت بیان کی۔سلطان نے انہیں اندر بلالیا اور کہا کہ اپنی تیراندازی کے کمال مجھ کو دکھاؤ۔سید نے اپنی جیب سے ایک جزو نکال کے پیش کیا اس میں مصنفین پر اعتراض تھے۔اور کہا یہ میرا تیر ہے اور میری صنعت ہے۔علامہ تفتازانی کے فضل وکمال کے سامنے کس کی مجال تھی کہ اس جرأت سے اپنی تصنیف سلطان کے سامنے پیش کرتا یہ سید ہی کا دم خم تھا کہ تفتازانی منہ دیکھتے رہ گئے غرض سلطان نے سید کا احترام کیا اور اپنے ساتھ شیراز لے گئے۔اور دارالشفاء کا مدرس بنایا۔دس سال تک یہ وہاں کے مدرس رہے جب تیمور نے شیراز پر چڑھائی کی۔اور لوٹ مار کا حکم دیا۔وزیر کی سفارش سے سید کو پناہ ملی۔پھر تیمور کے کہنے سے سید ماوراء النہر چلے گئے اور سمرقند میں قیام کر کے طلبہ کو پڑھاتے تھے۔اُس زمانہ میں تفتازانی صدر صدورِ مجالس تیمور تھے جن کا فضل وکمال اس زمانہ میں بھی مشہور ومعروف ہے۔اور تہذیب شرح عقائد نسفی تلویح ان کی کتابیں درس میں داخل ہیں۔

سید اور تفتازانی کے مابین مناظرہ :

تفتازانی کے فضل وکمال کے باوجود تیمور سید کو اُن پر ترجیح دیتا تھا کہ ہم نے مانا کہ فضل وکمال میں وہ دونوں مساوی ہیں مگر سید کو نسب کے اعتبار سے تفتازانی پر شرف حاصل ہے۔اس کو سُن کر سید کا دل بڑھ گیا اور تفتازانی سے مناظرہ کا ارادہ کیا۔ان دونوں نامی گرامی علماء میں مناظرہ طے پایا۔۷۹۱ھ میں عبارتِ کشاف سے متعلق آیت (اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ) میں اجتماعِ استعارہ تبعیہ وتمثیلہ کے بارہ میں مناظرہ ہوا نعمان الدین خوارزمی ان میں حَکم تھے انہوں نے سید صاحب کی رائے کو ترجیح دی۔یہ خبر خواص وعوام میں مشہور ہوگئی جس کا علامہ تفتازانی کو بڑا رنج ہوا اور تھوڑے ہی دونوں بعد ۷۹۲ھ میں فوت ہوگئے۔

وفات:

سید شریف جرجانی ۷۵ برس ۷ ماہ، ۱۴ دن اس دارفانی میں زندہ رہے۔پھر ۶ ربیع الاول بروز چہار شنبہ

(بدھ)۸۱۶ھ میں وفات پائی اور شیراز میں دفن ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ -

تصانیف :

اگرچہ سید صاحب کی تصانیف ۵۰ سے زائد ہیں تاہم یہاں ہم چند ایک کا ذکر کرتے ہیں:

۱۔ترجمہ قرآن مجید فارسی	۲۔حاشیۃ بیضاوی
۳۔حاشیہ مشکوۃ	۴۔حاشیہ ھلول
۵۔حاشیہ ہدایہ	۶۔حاشیہ شرح مطالع
۷۔شرح مواقف	۸۔شرح حکمۃ العین
۹۔شرح حکمۃ الاشراق	۱۰۔صغری کبری
۱۱۔شریفیہ فی المناظرۃ	۱۲۔شرح کافیۃ
۱۳۔صرف میر	۱۴۔نحو میر وغیرہ

فصل چهارم:

شرح نحو میر اور شارح کے بارہ میں

میں نے جب ۱۳۹۸ھ بمطابق ۱۹۷۸ء میں ''الجامعۃ الاسلامیہ'' کے نام سے موسوم المعروف بہ ''مدینہ اسلامی یونیورسٹی'' کے کلیۃ الشریعہ سے ''الاجازۃ العالیہ'' یعنی بی۔اے کی ڈگری حاصل کی تو مزید تحصیل علم کی غرض سے جامعہ اُم القریٰ مکہ مکرمہ میں ماجستیر (ایم۔اے) کی کلاس میں داخلہ کے لئے مکہ مکرمہ آیا، میرے ساتھ میرے مشفق ساتھی حضرت مولانا حافظ عبدالشکور صاحب مدنی (حفظہ اللہ) بھی تھے۔

حسن اتفاق سے اسی دوران شہیدِ اسلام حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر (رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ) سے بیت اللہ کے قریب ملاقات ہوگئی۔علیک سلیک کے بعد علامہ صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ یہاں کیسے؟ میں نے جواباً عرض کیا کہ میں ایک تو عمرہ ادا کرنے کی غرض سے آیا ہوں اور دوسرا یہ کہ جامعہ ام القریٰ میں ماجستیر (ایم۔اے) میں داخلہ لینے کا ارادہ ہے۔آپ نے فرمایا بہت کچھ پڑھ لیا ہے۔مجھے آپ کی لاہور میں جامع مسجد چینیانوالی میں اشد ضرورت ہے میں رئاسہ عامہ ادارۃ البحوث العلمیہ والدعوۃ والارشاد (ریاض) سے آپ کی تقرری کروادیتا ہوں اور آپ لاہور تشریف لے جائیں علامہ صاحب رحمہ اللہ نے میری اور محترم حافظ عبدالشکور صاحب مدنی دونوں کی تقرری کروادی۔جس کے نتیجے میں، میں تو دارالحدیث جامع مسجد چینیانوالی رنگ محل لاہور میں چلا آیا اور محترم حافظ صاحب جامعہ اسلامیہ بند روڈ لاہور میں آ گئے۔ان دنوں یہ ادارہ محترم میاں فضل حق (رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ) کی زیر نگرانی کام کر رہا تھا۔

چنانچہ میں نے مورخہ ۱۶ شوال ۱۳۹۸ھ کو دارالحدیث چینیانوالی میں اپنی تدریسی خدمات کا باقاعدہ آغاز کر دیا مسلسل چار برس میں اسی ادارے میں تعینات رہا اور بڑی محنت و جانفشانی سے کام کیا۔

میری یہ شروع سے ہی خواہش تھی کہ میں چند سال ابتدائی کلاسز پر اپنی توجہ مرکوز کروں تا کہ مبتدی طلبہ کی

تعلیمی بنیاد مستحکم ہو سکے۔اور وہ تادم فراغت باقی نصابی کتب با حسن طریق پڑھ سکیں۔

چنانچہ میں نے چار سال کے مختصر دورانیے میں ابتدائی اسباق بڑی محنت اور لگن سے پڑھائے۔اور عربی قواعد کی کتب پر خصوصی توجہ دی، ان کتب میں مجھے سید شریف جرجانی کی کتاب ''نحو میر'' سے خصوصی لگاؤ اور تعلق تھا کیونکہ میں نے یہ کتاب حضرت والد مرحوم سے پڑھی تھی (۱) والد صاحب اس وقت جامعہ محمدیہ اوکاڑہ میں بطورِ مدرس تعینات تھے۔آپ کے پڑھانے کا انداز بالکل سادہ مگر اچھوتا تھا کلام میں تکلف نام کی کوئی چیز نہ تھی ٹھیٹھ پنجابی زبان میں پڑھاتے اور نفس عبارت کو سمجھانے پر زور دیتے۔اللہ تعالیٰ ان کے جسد خاکی پر کروٹ کروٹ رحمتیں نازل فرمائے۔ان کی جملہ خطاؤں سے عفو ودرگزر کرے اور ان کی حسنات کو باقیات صالحات بنادے۔اللہ تعالیٰ کی بے کنار اور بے حد وحساب رحمتوں کے بعد والد صاحب کے فیضان علم اور ان کی مخلصانہ دعاوں کا ہی نتیجہ اور ثمرہ ہے کہ میں آج ان کے دنیا سے رخصت ہونے کے تینتیس برس بعد سید شریف جرجانی کی پاک وہند میں

---

(۱) جامعہ محمدیہ اوکاڑہ (جس کے ناظم حضرت العلام مولانا معین الدین لکھوی مدظلہ، سرپرست اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان ہیں) میں آپ نے چند سال پڑھایا بعد ازاں ۱۹۶۱ء میں آپ مدرسہ محمدیہ غلہ منڈی رینالہ خورد ضلع اوکاڑہ جو کہ آج کل جامعہ ابی ہریرۃ الاسلامیۃ کے نام سے مشہور ہے، میں منتقل ہو گئے۔اس مدرسہ کا نام لکھوکے میں صدیوں سے قائم مدرسہ محمدیہ کے نام کی مناسبت سے رکھا گیا۔اس مدرسہ میں جد امجد مفسر قرآن حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی کے علاوہ جدین ماجدین محدث العصر حضرت مولانا عبدالقادر لکھوی اور استاد پنجاب، سیبویہ زمان مولانا عطاء اللہ لکھوی رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ نے پڑھایا۔ متاخر الذکر نے قیام پاکستان کے بعد بھی جامعہ محمدیہ اوکاڑہ میں چند سال پڑھایا پھر ۱۹۵۲ء میں وفات پائی۔

مدرسہ محمدیہ رینالہ خورد (جس کے اس وقت ناظم عم مکرم حافظ عزیز الرحمٰن صاحب لکھوی رحمہ اللہ تھے، اور اب ان کے نیک سیرت صاحبزادے میرے عم زاد برادر حافظ حفظ الرحمٰن صاحب لکھوی ہیں) میں والد محترم کے علاوہ تایا جان حضرت مولانا عبدالرحمٰن لکھوی رحمہ اللہ اور چچا جان حضرت مولانا شفیق الرحمٰن لکھوی حفظہ اللہ نے بھی پڑھایا اور متاخر الذکر بتوفیقہ تعالیٰ اب تک پڑھا رہے ہیں۔

مدرسہ محمدیہ رینالہ خورد کا الحمد للہ اپنا مستقل وجود ہے۔یاد رہے کہ مدرسہ محمدیہ رینالہ خورد جامعہ محمدیہ اوکاڑہ کی فرع (شاخ) نہیں جیسا کہ بعض اصحاب قلم نے بزورِ قلم اسے فرع قرار دیا ہے۔

مقبول ترین درسی کتاب ''نحومیر'' کی اس قدر جاندار، مدلل اور مفصل شرح تحریر کرنے کے قابل ہوا ہوں۔

میں اس لحاظ سے بھی خوش بخت ہوں کہ مجھے اپنے والد محترم کے علاوہ اپنے تایا جان حضرت مولانا عبدالرحمٰن لکھوی رحمہ اللہ (جو منقولات اور معقولات میں ید طولی رکھتے تھے) اور عم مکرم حضرت مولانا حافظ شفیق الرحمٰن صاحب لکھوی حفظہ اللہ سے شرف تلمذ حاصل ہے گویا میری دینی اور اسلامی تعلیم کا آغاز علمائے سلف کی روایت کے مطابق اپنے گھر سے ہی ہوا ہے صرف کے موضوع پر ابواب الصرف کے نام سے ایک کتاب حضرت حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی رحمہا اللہ (جو کہ میری دادی محترمہ مرحومہ کے والد گرامی تھے)(۱) نے بھی لکھی ہے اگرچہ ابواب الصرف اور دیگر مختلف ناموں سے اس موضوع پر بیسیوں کتابیں مارکیٹ میں موجود ہیں مگر حقیقت میں اس کتاب کا اب تک نہ کوئی نعم البدل ہے اور نہ ہی بدل۔

حضرت والد صاحب (رحمہ اللہ) مجھے اپنی حیات مستعار میں اس کتاب کے بارہ میں بہ تکرار فرماتے کہ میں نے تم سے ابواب الصرف سننی ہے شاید تم بھول گئے ہو، میں جواباً عرض کرتا ابا جان! یہ کتاب مجھے اچھی طرح یاد ہے ایک دفعہ ایسا ہوا کہ میں جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ (جہاں سے حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ صاحب (رحمہ اللہ) نے سند فراغت حاصل کی تھی، میں زیر تعلیم تھا اور ماہ رمضان کی تعطیلات میں میں چند روز کے لئے گھر آیا، والد صاحب کے ساتھ ایک

---

(۱) مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اس دنیا میں اگرچہ اپنے دادا، دادی، نانا اور نانی ان سب رشتوں کی زیارت کا شرف حاصل ہے مگر دادی اماں کی زیارت مجھے کئی سال نصیب ہوئی۔ میں جب مدارس اسلامیہ میں زیر تعلیم تھا تو گاہے بگاہے گھر آنے کا موقع ملتا تو میں گھر میں داخل ہوتے ہی اپنی دادی اماں کی زیارت کرتا اور ان سے ڈھیروں دعائیں لیتا اور وہ صرف ہاتھ اٹھا کر ہی نہیں بلکہ جھولی پھیلا کر مجھے دعائیں دیتیں اور اپنے والد محترم مفسر قرآن حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ کی دعائیں جو انہوں نے اشعار کی صورت میں اولاد کے حق میں کہیں، وہ منظوم دعائیں مجھے سناتیں۔ چنانچہ میں آج ان کی دعاؤں کی قبولیت کے آثار اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ دادی اماں اپنے والد محترم کی طرح خود بھی شاعرہ تھیں وہ اپنے اشعار بھی مجھے سناتیں۔ میری دادی اماں رحمہا اللہ کو مفسر قرآن و محسنِ خاندان مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ لکھویؒ کی صاحبزادی، استاذ پنجاب مولانا عطاء اللہ لکھویؒ کی زوجہ محترمہ، خطیب دلپذیر مولانا محمد حسین لکھویؒ کی ہمشیرہ اور محدث پنجاب مولانا عبدالقادر لکھویؒ کی بہو اور چار جید علماء مولانا عبدالرحمٰن لکھویؒ، مولانا حبیب الرحمٰن لکھویؒ، مولانا عزیز الرحمٰن لکھویؒ اور حافظ شفیق الرحمٰن لکھوی حفظہ اللہ کی ماں ہونے کا شرف حاصل ہے

نشست میں کسی مسئلہ پر بحث ہوئی تو میں نے بفضلہٖ تعالیٰ چند مسائل نحو پر بحث کی۔تو وہ بڑے خوش ہوئے میں نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے والدصاحب سے عرض کی کہ ابا جان! اب آپ کا بیٹا وہ نہیں جو آپ پہلے سمجھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے بعد یہ والدین محترمین کی دعاؤں کا ثمرہ ہے کہ پاکستان اور سعودیہ میں دوران تعلیم بہت سے افاضل اجلہ اساتذہ سے استفادہ کرنے کا موقع ملا۔نحوی وصرفی مسائل جب بھی زیر بحث آئے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے عزت ہی بخشی مثلا میں اس وقت جامعہ اسلامیہ (مدینہ اسلامی یونیورسٹی) میں کلیۃ الشریعہ میں آخری سال کا طالب علم تھا ایک نہایت ہی مشفق استاذ فضیلۃ الشیخ عبداللطیف اللبدی (جن کا تعلق مصر سے تھا) ہمیں شرح ابن عقیل کا ربعِ آخر پڑھاتے تھے۔

ایک دفعہ دوران درس انہوں نے باب ''وَدَعَ یَدَعُ'' کے بارہ میں بحث کرتے ہوئے فرمایا: کہ یہ باب اس کا ماضی اور مضارع تو آتا ہے مگر مصدر نہیں آتا گویا کہ یہ مَیِّتُ الْمَصْدَرِ ہے پوری کلاس، جس میں بلادِ عرب وعجم کے تقریباً نوے طلبہ موجود تھے، میں سے صرف میں ہی اٹھا اور حضرت الاستاذ سے گزارش کی کہ یا شیخ! میرے علم کے مطابق اس کا مصدر بھی مستعمل ہوا ہے وہ میری بات سننے کے بعد تھوڑا سا جھنجھلائے پھر فرمایا: شیخ حفیظ! کیا یہ بات آپ وثوق سے کہہ رہے ہو؟ میں نے جواباً عرض کیا کہ نَعَمْ یَا شَیْخ اس باب کے مصدر کا استعمال بلوغ المرام میں جمعہ کے بارہ میں ایک حدیث میں ہوا ہے اور میرا محل استشہاد حدیث رسول اللہ ﷺ کا یہ ٹکڑا (عَنْ وَدَعِهِمُ الْجُمُعَاتِ) تھا۔مگر استاذ محترم ابھی تک متردد تھے کیونکہ میں عربی نہیں عجمی تھا اگر ایک عجمی کھڑا ہو کر کسی عربی کو لاجواب کر دے تو اس کی سبکی اور خفت کی انتہا نہیں ہوتی بلکہ استاذ محترم مجبوراً پوری کلاس کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ شیخ حفیظ جو کہہ رہا ہے کیا یہ صحیح ہے؟ کلاس میں صرف ایک طالب علم جو کہ لبنانی تھا اٹھا اور اس نے میری تائید کی اور اس طرح میری جان چھوٹی۔لیکن سبق کے اختتام پر پھر یہ فرمایا کہ حفیظ! آپ کل حدیث کے الفاظ مجھے ضروری دکھائیں اگلے دن جب میں کلاس میں داخل ہوا اور محترم شیخ اللبدی کلاس روم میں تشریف لائے

درس شروع ہونے سے پہلے ہی میں نے بلوغ المرام سے وہ حدیث دکھلا دی۔اس پر انہوں نے میرا شکریہ ادا کیا اور بڑے خوش ہوئے۔

قارئین حضرات وخواتین! میں اپنی تحریر میں اس اطناب وتطویل پر معذرت خواہ ہوں یہ چند باتیں تحدیث نعمت کے طور پر ذکر کی ہیں نہ کہ فخر ومباہات کے رنگ میں۔

سید شریف جرجانی کے رسالہ نحو میر کی شرح کا حصہ اول آپ کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے شرح کا دوسرا حصہ اگرچہ اس کا مسودہ بھی تکمیل کے مراحلہ میں تھا، لیکن شرح کی ضخامت اور طباعت کی کثرت لاگت کی وجہ سے مکمل شرح کی طباعت کا ارادہ ترک کر دیا حصہ دوم میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کتاب کے بقیہ مسائل کی تشریح و توضیح کے علاوہ متن میں موجود جملہ عربی مثالیں جو مسائل کو سمجھانے کے لئے مندرج ہیں ان کی تراکیب وتحالیل نحویہ بھی شامل ہوں گی ان شاء اللہ العزیز۔

شرح کا حصہ اول مقدمہ اور فہارس سمیت تقریباً اڑھائی سو سے زائد بڑے سائز کے صفحات پر مشتمل ہے شرح کو نہایت مفید حواشی سے مرصع کیا گیا ہے اہم اور دقیق مسائل زیر بحث لائے گئے ہیں کہیں کہیں ہلکا پھلکا نقد بھی ہے بالخصوص منتقد مسائل پر بحث کرتے ہوئے دلائل مع حوالہ جات پیش کئے ہیں عمومی حالات میں صرف مراجع ومصادر کے اسماء پر اکتفاء کیا گیا ہے شرح میں مسائل بیان کرتے ہوئے تقریباً اسی (۸۰) مصادر و مراجع سے استفادہ کیا ہے گویا یہ شرح اسی (۸۰) کتب مہمہ کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔

امید ہے کہ قارئین اس شرح کے مطالعہ سے مستفید بھی ہوں گے اور محظوظ ولطف اندوز بھی۔

بعض مقامات پر میں نے مسائل کے بیان پر اقتصار کیا ہے اور ان کے شواہد و دلائل سے عمداً گریز کیا ہے کیونکہ اگر میں ان کے شواہد و دلائل بالتفصیل ذکر کرتا تو شاید یہ شرح کئی جلدوں پر محیط ہوتی اسی لئے میں نے بعض مقامات کو تشنہ تکمیل سمجھتے ہوئے شرح کے دوسرے ایڈیشن میں انہیں مکمل کرنے کے اشارے دیئے ہیں۔

دعاء ہے کہ اللہ رحیم وکریم اس شرح کو تا قیامت شرف قبول بخشے اور اس کا پڑھنا اور سمجھنا قارئین حضرات کے لئے آسان فرمائے۔ میں نے اس شرح کی تیاری میں منطقی اصطلاحات سے تقریباً اجتناب ہی کیا ہے کیونکہ ایک فن میں دوسرے فن کی اصطلاحات کی کثرت آمیزش اس فن کے فہم میں بہت بڑی رکاوٹ ہوتی ہے کتاب سیبویہ خالص نحوی کتاب ہے اس میں منطق کی بو باس بھی نہیں اس کے برعکس شرح جامی (جس کا اصل نام فوائد ضیائیہ ہے) میں منطق کی بھر مار ہے اس کتاب کو سمجھنے کے لئے کسی طالب علم کے لئے کم از کم شرح تہذیب کا پڑھنا ازبس ضروری ہے اور حاصل محصول کی بحث تو سبحان اللہ:

ابوالحسن رمانی کے بارہ میں مشہور ہے کہ وہ نحو میں منطق کی آمیزش کرتے تھے۔

ابوعلی فارسی سے منقول ہے کہ وہ کہتے تھے کہ اگر نحو اسی کا نام ہے جسے رمانی جانتے ہیں تو پھر ہم تو نحو بالکل نہیں جانتے اگر نحو وہ چیز ہے جسے میں جانتا ہوں پھر رمانی نحو سے بے بہرہ ہے۔

بعض اہل ادب فرماتے ہیں: کہ ہمیں نحو کے تین بڑے مشائخ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا اُن میں سے بعض کا کلام تو کچھ سمجھ میں نہ آیا، بعض کا کچھ سمجھ آیا اور کچھ سمجھ میں نہ آیا اور بعض کا سارا کلام سمجھ میں آیا۔ چنانچہ رُمّانی کا کلام تو مطلقاً سمجھ میں نہیں آیا ابوعلی فارسی کا کچھ کلام سمجھ میں آیا اور کچھ نہ آیا اور سیرافی کا سارا کلام سمجھ میں آیا۔

میری یہ دعا ہے کہ اللہ کرے میرا سارا کلام ہی قارئین کی سمجھ میں آجائے۔

اور انتہائی ناسپاسی اور ناشکرگزاری ہوگی کہ اگر میں یہاں اس مقدمہ کے اختتام پر محترم المقام واجب الاحترام ڈاکٹر حافظ عبدالرشید صاحب اظہر متعنا اللہ بطول حیاتہ کا شکریہ ادا نہ کروں کہ جنہوں نے اس شرح کے مسودہ پر مجھے سب سے پہلے مبارک باد دی اور فرمایا: کہ "لکھوی! تم نے آج یہ شرح لکھ کر نحو میر کو زندہ کر دیا ہے" محترم ڈاکٹر صاحب حفظہ اللہ نے اس شرح کے حصہ اول کو بذات خود پڑھا بعض مقامات پر کتابت میں اغلاط کی تصحیح کی، بعض عبارات کی تحسین اور بعض حساس مسائل پر توجیہ بھی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کار خیر پر تعاون کا اجر

جزیل عطا فرمائے۔ اللھم آمین!

اس شرح کا حصہ اول جامعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ لاہور کے تصنیف وتالیف اور طبع ونشر کے ادارہ ''معارف ابن تیمیہ'' کی طرف سے شائع کیا جارہا ہے اس ادارہ کے ڈائریکٹر عزیز القدر حافظ ضیاء اللہ برنی سلمہ اللہ اورڈپٹی ڈائریکٹر مولانا شفیق الرحمٰن فرخ حفظہ اللہ مدیر اعلیٰ مجلّہ نداء الجامعہ اور معاون خاص صاحبزادہ حافظ تقی الرحمٰن لکھوی چیئرمین ابن تیمیہ ایجوکیشنل کمپلیکس پاکستان ہیں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ وہ اس شرح اور مابعد جملہ تصنیف شدہ کتب کو مجھے، میرے والدین، میرے اساتذہ، میرے اہل خانہ، میرے اخوان واخوات (بھائی اور بہنیں) اورخاندان لکھویہ کے اَسلاف واَخلاف، اکابرواصاغر، احیاء واموات، وذُکُورُوْ اِنَاث (حضرات وخواتین) کی مغفرت کا ذریعہ بنائے۔ اور جملہ رفقاء جنہوں نے اس کتاب کی کمپوزنگ اور طباعت میں معاونت فرمائی بالخصوص عزیزان مولانا محمد ادریس صاحب جھنگوی، حافظ محمد عبدِ منیب اورابونعیم نجیب اللہ نورستانی سلمہم اللہ اور جملہ معاونین کو دنیا وآخرت میں کامیابی سے نوازے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ.

رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَ الِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَ اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ۚ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَ اِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ. (الْاَحْقَاف: ۱۵)

محبکم فی اللہ

ابوتقی حفیظ الرحمٰن لکھوی بن مولانا حبیب الرحمٰنؒ لکھوی

۲۹ / ۷ / ۱۴۲۷ھ اَلْمُوَافِقُ ۲۵ / ۸ / ۲۰۰۶م

تحفۃ النحریر
بشرح
نحو میر
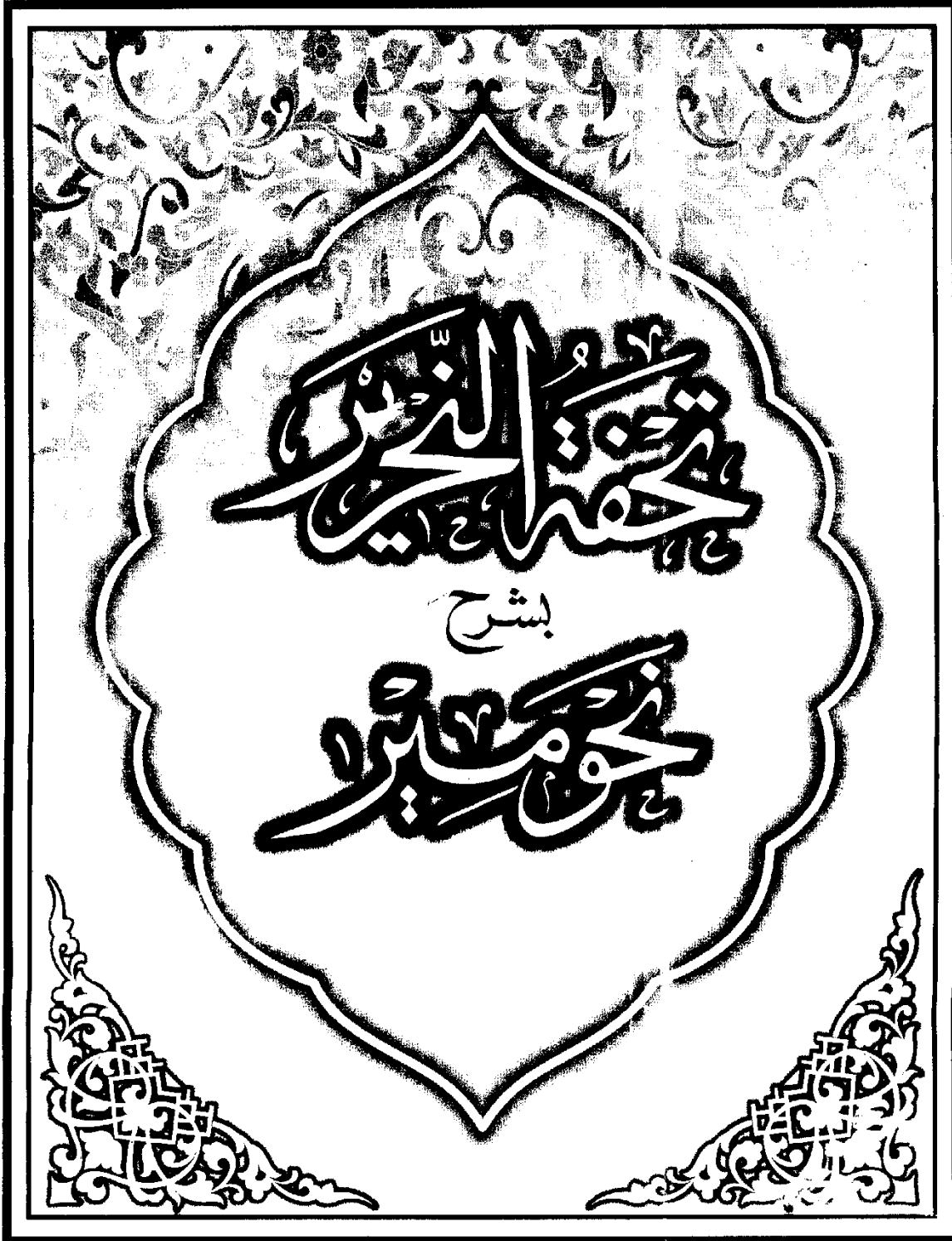
مقدمہ☆

(۱)بِسْمِ (۲) اللّٰهِ (۳) الرَّحْمٰنِ (۴) الرَّحِیْمِ (۵)
(۶) اَلْحَمْدُ (۷) لِلّٰهِ رَبِّ (۸) الْعٰلَمِیْنَ (۹)

۱۔(**بــاء**): باء اگرچہ کئی معنوں میں مستعمل ہے مگر عام مفسرین اسے استعانت یا مصاحبت کے لیے قرار دیتے ہیں بائے استعانت وہ ہے جس کا مدخول فعل کے لیے آلہ ہو۔جیسے **کَتَبْتُ بِالْقَلَمِ** (میں نے قلم کی مدد سے لکھا) اور بائے مصاحبت وہ ہے جس کی جگہ لفظ مَعَ آسکے۔جیسے قَدْ جَاءَ کُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ اَیْ مَعَ الْحَقِّ۔ (تحقیق آیا تمہارے پاس رسول حق کے ساتھ) (کمافی شرح لشرح مائۃ عامل)

باء کو علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں انہی دو معنوں میں استعمال کیا ہے البتہ زمخشری نے کشاف اور ابن الحاج نے حاشیۃ الشرح الازھری میں مصاحبت کے معنی کو ترجیح دی ہے۔اور بائے استعانت اختیار کرنے میں سوئے ادبی پر محمول کیا ہے۔مگر یہ اندیشہ صحیح نہیں۔

۲۔(**اِسْــم**): اسم بصریوں کے نزدیک سُمُوٌّ سے اور کوفیوں کے نزدیک وَسَمٌ فعل سے مشتق ہے اس کا اصل بصریوں کے نزدیک سِمْوٌ اور کوفیوں کے نزدیک وِسْمٌ ہے۔ ابن الخشاب المرتجل کے صفحہ۶ پر فرماتے ہیں " عِنْدَالْبَصْرِیِّیْنَ أصله سِمْوٌکَقِنْوٍ اَوْ سُمُوٌّ کَعُضْوٍ وَعِنْدَ الْکُوْفِیِّیْنَ أَصْلُه وَسْمٌ " اور صفحہ۷ پر بصریوں کی تائید میں یوں فرماتے ہیں "وَکُلُّ هٰذِهِ التَّصَارِیْفِ تَشْهَدُ بِصِحَّةِ قَوْلِ الْبَصْرِیِّیْنَ"۔فیوض عثمانی شرح فصول اکبری میں کوفیوں کے نزدیک اسم کا اصل وِسْمٌ مذکور ہے۔زیادہ یہی معروف ہے۔کسی بدوی شاعر نے بصری اور کوفی حضرات کے مذہب کو یوں منظوم کیا ہے:

وَاشْتَقَّ الْاِسْمَ مِن سَمَا الْبَصْرِیُّ ‏ وَاشْتَقَّهُ مِنْ وَسَمَ الْکُوْفِیُّ
وَالْمَذْهَبُ الْمُقَدَّمُ الْجَلِیُّ ‏ دَلِیْلُهُ الْاَسْمَاءُ وَالسُّمَیُّ

(حاشیہ ابن الحاج،ص:۴)

☆نحومیر،مقدمہ اور تین ابواب پر مشتمل ہے(شفیق الرحمٰن فرخ)

بصریوں کے مذہب کے مطابق اسم کا وزن اِفْعٌ اور کوفیوں کے مذہب کے مطابق اِعْلٌ ہے۔ (کمافی فتح اللطیف الخبیر شرح متن الترصیف) ابن یعیش نے شرح مفصل میں بصریین کے مذہب کو ترجیح دی ہے اسی طرح ابن الحاج نے بھی حاشیۃ الشرح الازھری میں اسے اقویٰ قرار دیا ہے۔ اسم (جو کہ ھمزہ، سین اور میم سے عبارت ہے کمافی التصریح للازھری) وہ لفظ ہے جو اپنے مسمی پر دلالت کرے۔

یہ اسم کی لغوی تعریف ہے اور یہ اسم بمعنی الاعم ہے جو کہ کلمہ کی تینوں اقسام: اسم، فعل اور حرف کو شامل ہے جیسا کہ ابن الحاج حاشیۃ الشرح الازھری (ص:۵) پر فرماتے ہیں۔ نص عبارت یہ ہے:

وَاَمَّا مَعَانِیْهَا فَالْاِسْمُ لُغَةً هُوَ اللَّفْظُ الدَّالُ عَلَى مَعْنىً وَيَعُمُّ اَنْوَاعَ الْكَلِمَةِ فَيُطْلَقُ عَلَى زَيْدٍ مَثَلًا اَنَّهٗ اِسْمٌ وَقَامَ اِسْمٌ لِذَالِكَ اللَّفْظِ وَهَلْ اِسْمٌ لِذَالِكَ اللَّفْظِ اَيْضًا وَفِى الْاِصْطِلَاحِ مَاقَابَلَ الْفِعْلَ وَالْحُرْفَ (انتهى)

اَقُوْلُ: الِاسْمُ الَّذِىْ يُقَابِلُ الْفِعْلَ وَالْحَرْفَ هُوَ الِاسْمُ بِمَعْنَى الْاَخَصِّ اَلَّذِىْ يُطْلَقُ عَلٰى اَحَدِ الْاَقْسَامِ الثَّلَاثَةِ لِلْكَلِمَةِ وَهُوَ مَا دَلَّ عَلٰى مَعْنىً فِىْ نَفْسِه غَيْرَ مُقْتَرِنٍ بِأَحَدِ الْاَزْمِنَةِ الثَّلَاثَةِ۔

۳۔(**اللّٰه**): لفظ اللہ ذات حق کا عَلَم ذاتی ہے۔ لفظ اللہ کے مشتق اور غیر مشتق ہونے میں اختلاف ہے علامہ رازیؒ نے تفسیر کبیر میں اسے اللہ تعالیٰ کا عَلَم اور غیر مشتق قرار دیا ہے(۱) اور اس کی نسبت خلیل اور سیبویہ کی طرف کی ہے مگر ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ لفظ اللہ مشتق ہے اور اس کا اصل الالہ ہے اور علامہ شوکانی رحمہ اللہ کا موقف بھی یہی ہے۔

لفظ ''اللہ'' کی درج ذیل مختلف تعریفات کی گئی ہیں:

ا۔علامہ شوکانی فتح القدیر میں یوں تعریف فرماتے ہیں:

واللّٰهُ عَلَمٌ لِذَاتِ الْوَاجِبِ الْوُجُوْدِ لَمْ يُطْلَقْ عَلَيْهِ غَيْرُه۔

۲۔عبداللہ یزدی نے شرح تہذیب میں یوں تعریف کی ہے:

واللّٰهُ عَلَمٌ عَلَى الْاَصَحِّ لِلذَّاتِ الْوَاجِبِ الْوُجُوْدِ الْمُسْتَجْمِعِ لِجَمِيْعِ صِفَاتِ الْكَمَالِ۔

۳۔فتح المجید شرح کتاب التوحید میں یوں ہے:

اَللّٰهُ هُوَ الْجَامِعُ لِمَعَانِي الْاَسْمَاءِ الْحُسْنٰى وَالصِّفَاتِ الْعُلٰى۔

۴۔التصریح للازھری میں یوں ہے:

وَاللّٰهُ عَلَمٌ عَلَى الذَّاتِ الْمَعْبُوْدِ بِحَقٍّ۔

اور میرے نزدیک یوں ہے:

۵۔وَاللّٰهُ عَلَمٌ عَلَى الذَّاتِ الْمَعْبُوْدِ بِحَقٍّ الْمُسْتَجْمِعِ لِجَمِيْعِ صِفَاتِ الْكَمَالِ۔(شارح)

۴۔(**الرحمن**): یہ اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے جو کہ رَحْمَۃٌ سے بطور مبالغہ ماخوذ ہے(ا)۔رحمت سے مراد وہ صفتِ کمال ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہو نہ کہ احسان (جو کہ رقت قلب کا نتیجہ ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں تاویل طریقہ سلف کے خلاف ہے۔الرحمٰن ان صفات میں سے ہے جن کا اطلاق غیر اللہ پر جائز نہیں۔جیسے خالق ورازق وغیرہ۔(عقیدہ واسطیہ وابن کثیر)

۵۔(**الرحیم**): الرحیم بھی الرحمٰن کی طرح اللہ کا صفاتی نام ہے اور رحمۃ سے بطریق مبالغہ ماخوذ ہے مگر الرحمٰن میں الرحیم کی نسبت مبالغہ زیادہ ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ لفظ کی زیادتی معنیٰ کی زیادتی پر دال ہے مگر یہ قاعدہ اکثری اور اغلبی ہے اسی لئے بعض دفعہ معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔جیسے کہ حَذِرٌ اور حَاذِرٌ۔حَذِرٌ، حَاذِرٌ کے مقابلہ میں زائد المعنیٰ ہے اس قاعدہ سے

(ا)اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں مبالغہ کے بارہ میں مفصل بحث التصریح (۸/۱) میں دیکھی جاسکتی ہے۔

باب تصغیر بھی خارج ہے کیونکہ اس میں حروف زیادہ ہوتے ہیں اور معنی کم۔ بسا اوقات لفظوں میں مساوات کے باوجود معنی میں فرق ہوتا ہے جیسے طِوَال، عِرَاض، خِفَاف، قِلَال اور سِرَاع بالترتیب طَوِیل، عَرِیض، خَفِیف، قَلِیل اور سَرِیع کے مقابلہ میں معنوی طور پر زیادہ بلیغ ہیں۔ علامہ سیوطی نے اسے الاشباہ والنظائر میں ابن جِنّی سے نقل فرمایا ہے۔

۶۔**(اَل)**: علامہ زمخشری نے کشاف میں الحمد میں اَل کو اداۃِ جنس قرار دیا ہے بنابریں الحمد للہ کا معنی یہ ہوگا کہ جنس حمد یعنی مطلق الحمد اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔ علامہ شوکانی نے فتح القدیر میں اسے صرف لام استغراق قرار دیا ہے۔ یہ وہ لام ہے جو ایسی ماھیت پر داخل ہو جس سے اس کے تمام افراد مراد ہوں۔ لہٰذا الحمد للہ کا معنی یہ ہوگا ''حمد کا ہر ہر فرد اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے'' صاوی نے حاشیہ جلالین میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر کے ضمن میں فرمایا ہے کہ الحمد میں اَل کو برائے جنس قرار دینا اولیٰ ہے استغراقی اور عہدی سے، صوفیہ اسے عہدی کا گردانتے ہیں اور اس وقت حمد سے مراد وہ حمد ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمائی ہے۔ (انتہی) ابو العباس مرسی اور ابن نحاس نے اسے عہدی قرار دیا ہے۔ (کمافی حاشیۃ الشرح الازھری لابن الحاج)

۷۔**(حمد)**: حمد زبان سے ہر اس تعریف کا نام ہے جو محمود کے کسی اچھے اختیاری فعل پر کی جائے خواہ وہ تعریف کسی احسان کے بدلے ہو یا نہ۔ حمد، مدح اور شکر کی تفصیل فیوض عثمانی شرح فصول اکبری میں دیکھی جا سکتی ہے۔(۱)

۸۔**(ربّ)**: ربّ کے معنی مالک، پروردگار، سید (سردار) اور مصلح کے ہیں اور اس کا اطلاق بلا اضافت غیر اللہ پر جائز نہیں۔ (المعجم الوسیط)

۹۔**(اَلعَالَمِیْنَ)**: العالمین عَالَم کی ملحق جمع ہے۔ یعنی یہ جمع مذکر سالم سے ملحق ہے کیونکہ اس میں واحد کی بناء تو سالم ہے مگر جمع مذکر سالم کی باقی شروط مفقود ہیں۔ عالم کا معنی ہے جہان اور عالمین کہہ کر جہان کی جملہ اقسام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

(۱) مزید تفصیل کے لئے دیکھئے شرح المفصل لابن یعیش (۴/۱/۱) اور التصریح شرح التوضیح (الاوضح) للا زھری (۹/۱)

وَالْعَاقِبَةُ (۱) لِلْمُتَّقِيْنَ (۲) وَالصَّلٰوةُ (۳) وَالسَّلَامُ (۴) عَلٰى
خَيْرِ (۵) خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ (۶) وَّاٰلِهٖ (۷) اَجْمَعِيْنَ (۸)

۱۔(**اَلْعَاقِبَةُ**): عاقبہ فاعلۃٌ کے وزن پر مصدر ہے جیسے عافیۃٌ، کاذبۃ، کافیۃٌ کبھی یہ وزن مبالغہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔جیسے راویۃٌ (کثیر الروایۃ) کافیہ (کثیر الکفایۃ) مگر فاعلہ کا وزن مصدر اور مبالغہ کے لیے قلیل ہے۔عاقبہ کا لغوی معنی اولاد یا ہر چیز کا انجام ہے۔اور العاقبہ سے یہاں مراد اچھا انجام ہے کیونکہ المتّقین کا قرینہ موجود ہے۔(شافیہ، مختار الصحاح، حواشی پنج گنج) علامہ غلایینی نے جامع الدروس العربیہ میں اسے اسم مصدر شمار کیا ہے۔

۲۔(**اَلْمُتَّقِيْنَ**): المتقین وَقْیٌ سے ماخوذ ہے اور باب افتعال سے اسم فاعل کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے (اللہ سے) ڈرنے والے۔

۳۔(**اَلصَّلٰوة**): یہ باب تفعیل کا اسم مصدر ہے اور اصل میں تحریک الصلوین سے ماخوذ ہے جس کا معنی '' سُرِیْن کو حرکت دینا '' ہے۔ارکان مخصوصہ کو صلوٰۃ کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس میں سرین کو حرکت دی جاتی ہے۔صلوٰۃ بمعنی دعاء بھی ہے مگر یہاں صلوٰۃ سے مراد وہ معنی ہے جو امام بخاری نے ابو العالیہ سے ذکر کیا ہے آپ فرماتے ہیں:
"صَلَاةُ اللّٰهِ عَلٰى عَبْدِهٖ ثَنَاؤُهٗ عَلَيْهِ عِنْدَ الْمَلَآئِكَةِ" "اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ بندے پر یہ ہے کہ وہ فرشتوں کے ہاں اس کی تعریف فرمائے" حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے جلاء الافہام اور بدائع الفوائد میں اس کی تائید کی ہے۔

۴۔(**اَلسَّلَام**): اس میں لفظ سلام اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے بھی ہے اور اس کا اطلاق تحیۂ مسنونہ، عیوب سے سلامتی اور قومی ترانہ پر بھی ہوتا ہے۔اور یہ درخت کی ایک قسم کو بھی کہتے ہیں۔سلام میں اختلاف ہے بعض

اسے مصدر کہتے ہیں جیسا کہ شارح الفیہ ابن عقیل فرماتے ہیں کہ سلام باب تفعیل کا قیاسی مصدر ہے غلاپینی کے نزدیک یہ غیر قیاسی مصدر ہے۔ جبکہ ابن یعیش نے شرح مفصل اور بیجوری نے فتح الخبیر اللطیف میں اسے اسم مصدر قرار دیا ہے۔

۵۔(**الخیر**): خیر اَخیر سے اسم تفضیل ہے یا خَیِّر سے صفت مشبہ۔

۶۔(**محمد**): ''محمد'' حسب اختلاف النیۃ، بدل یا عطف بیان ہے۔(شرح شرح مائۃ عامل)

۷۔(**اٰلِہٖ**):۔آلہ میں آل کے بارہ میں صحیح ترین قول یہ ہے کہ آل اَوَلَ سے ماُ خوذ ہے۔شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے فتاوی میں اسی رائے کو اختیار کیا ہے۔آل سے مراد صحیح قول کے مطابق عام امت مسلمہ ہے۔امام مالک، علامہ شوکانیؒ اور کئی ایک محقق اہل لغۃ کی یہی رائے ہے۔(لطائف البال)

۸۔(**اَجْمَعِیْنَ**): اجمعین اَجْمَع کی جمع ہے اور تاکید معنوی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔(شرح ابن عقیل)

اَمَّا بَعْدُ: (۱) بداں اَرْشَدَكَ اللّٰهُ تَعَالٰی کہ ایں مختصریست مضبوط (۲) درعلمِ نحو (۳)

۱۔(**اَمَّا بَعْدُ**): اَمَّا اس کا اصل سیبویہ کے نزدیک "مَهْمَا يَكُنْ مِنْ شَيْئٍ" ہے بَعْدُ ظرف زمان مبنی برضم ہے۔ بَعْدُ ظرف کا مضاف الیہ محذوف ہے لہذا اصل کلام یوں ہوگا " بَعْدَ الْبَسْمَلَةِ وَالْحَمْدَلَةِ وَالصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ "مضاف الیہ کے حذف ہونے کی وجہ سے بَعْدُ کی دال کے فتحہ کو ضمہ سے بدل دیا۔ (ابن عقیل وغیرہ)

۲۔(**مضبوط**): مضبوط ضبط سے اسم مفعول ہے ضبط کا معنی ہے خوب محفوظ کر لینا خواہ سینہ میں یا کتاب میں۔ یہاں ضبطِ کتاب مراد ہے لہذا مضبوط کا معنی ہوگا۔ ''لکھا ہوا''

۳۔(**النحو**): عربی لغت میں یہ لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے خضری نے حاشیہ میں چھ معانی ذکر فرمائے ہیں جو کہ یہ ہیں۔ (۱) قصد (ارادہ) (۲) جہت (طرف) (۳) مثل (جیسا یا جیسے) (۴) مقدار (۵) قسم (۶) بعض۔ مگر پہلا معنی زیادہ واضح اور اکثر مستعمل ہے۔ داؤدی نے سات ذکر کئے ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

لِلنَّحْوِ سَبْعُ معانٍ قَدْاَتَتْ لغةً　　　جَمَعْتُهما ضِمْنَ بَيْتٍ مُفْرَدٍ كَمُلَا

قَصْدٌ ومِثْلٌ وَمِقْدارٌ و ناحِيَة　　　نَوْعٌ وَبَعْضٌ وَحَرْفٌ فَاحْفَظِ الْمُثُلَا

اصطلاح میں اس کا اطلاق کبھی عام ہوتا ہے اور کبھی خاص جب عام ہوگا تو یہ علم صرف کو بھی شامل ہوگا اور جب خاص ہوگا تو علم صرف اس سے خارج ہوگا۔ بلکہ اس کے مقابلہ میں بولا جائے گا۔ (خضری)

کہ مبتدی را بعد از حفظِ مفرداتِ لغت ومعرفتِ اشتقاق(۱) وضبطِ
مُہماتِ(۲)تصریف بآسانی بکیفیت ترکیب عربی راہ نماید ویژودی

۱۔(**اشتقاق**) : اشتقاق:۔ کسی لفظ کو دوسرے لفظ سے حروف اصلیہ اور معنی کی مناسبت کی وجہ سے نکالنا۔ جیسے ضَرَبَ یَضْرِبُ اور ضارِبٌ کو ضَرْبٌ (مصدر) سے نکالتے ہیں۔(جمع الجوامع والمنصف)

۲۔(**مُہِمَّات**) : مہمات کا معنی اہم مسائل اور تصریف سے مراد علم صرف یا تصریف ہے۔ علم صرف ایسے اصولوں کے جاننے کا نام ہے جن کے ذریعے ان کلمات کے اَبنیہ کے حالات معلوم ہوں جو نہ تو معرب ہیں اور نہ ہی مبنی۔ (کتاب شذا العرف فی فن الصرف)

در معرفت اعراب (۱) و بنا (۲) وسواد خواندن توانائی دہد بتوفیق اللہ تعالیٰ و عونہ
فصل (۳) بدانکہ لفظ (۴) مستعمل (۵) در سخن عرب بر دو قسم ست مفرد (۶) و مرکب

۱۔(**اعراب**): اعراب کا لغوی معنی اظہار بیان اور تغیر ہے اصطلاحی معنی کسی کلمے (اسم یا فعل) کے آخر کا مختلف عوامل کی وجہ سے لفظاً یا تقدیراً بدل جانا۔ لفظاً جیسے جَاءَ رَجُلٌ رَأَيْتُ رَجُلًا مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اور تقدیراً جیسے جَاءَنِيْ مُوسٰى رَأَيْتُ مُوسٰى مَرَرْتُ بِمُوسٰى۔

۲۔(**بنا**): بنا اعراب کی ضد ہے۔ وہ یہ ہے کہ کلمے کا آخر مختلف عوامل آنے کے باوجود نہ بدلے۔ جیسے جَاءَنِيْ هٰؤُلَاءِ رَأَيْتُ هٰؤُلَاءِ مَرَرْتُ بِهٰؤُلَاءِ میں ھو لاءِ اسم اشارہ ہے جو کہ ہر حالت میں مکسور رہا ہے۔ (شرح الازھری)

۳۔(**فصل**): لغت میں الحاجز بین الشیئین کو کہتے ہیں الحاجز بین الشیئین دو چیزوں کے درمیان حائل اور رکاوٹ کا نام ہے اور اصطلاح میں ان الفاظ مخصوصہ کا نام ہے جو مخصوص معانی پر دلالت کریں۔ (فتح الخبیر اللطیف: ص۔۸)

۴۔(**لفظ**) مصنف علیہ الرحمۃ نے لفظ کی تعریف نہیں کی جان لو لفظ لغت میں پھینکنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں هُوَ الصَّوْتُ الْمُشْتَمِلُ عَلَى بَعْضِ الْحُرُوْفِ الْهِجَائِيَّةِ تَحْقِيْقًا كَزَيْدٍ أَوْ تَقْدِيْرًا كَالضَّمَائِرِ الْمُسْتَتِرَةِ (۱) وہ آواز جو بعض حروف ھجائیہ (جیسے ا۔ب۔ت) پر تحقیقا (حقیقۃً) جیسے زید یا تقدیرا (مجازاً یا حکماً) جیسے پوشیدہ ضمائر پر مشتمل ہو۔

۵۔(**مستعمل**) لفظ کی دو قسمیں بیان کی جاتی ہیں (۱) مستعمل (۲) مہمل۔ مستعمل وہ لفظ ہے۔ (بقیہ شرح بر صفحہ آئندہ)

---

(۱) الاوضح ابن ہشام مع التصریح (۱/۱۹)، شرح احمد زینی دحلان علی متن الآجرومیۃ (ص:۴)

مفرد لفظی باشد تنہا کہ دلالت کند بر یک معنی وآں را کلمہ گویند وکلمہ بر سہ قسم
است (۱) اسم (۲) چوں رَجُلٌ وفعل (۳) چون ضَرَبَ وحرف (۴) چوں هَلْ

(بقیہ شرح صفحہ سابقہ) جسے کسی معنی کے لیے بنایا گیا ہو جیسے زید۔ مہمل وہ لفظ ہے جسے کسی معنی کے لیے نہ بنایا گیا ہو جیسے جَسْق مَسْق۔ (۱) صَص۔ کَق۔ لِمَک جمہور علماء مہمل کے مقابلہ میں مستعمل استعمال کرتے ہیں جبکہ شارح جامی، رضی اور خضری وغیرہ موضوع بولتے ہیں۔ (شرح المفصل، ہمع، خضری)

۲۔(**مفرد**) مفرد کا لغوی معنی ہے ''اکیلا'' مفرد کا اصطلاحی معنی متن میں مذکور ہے۔ مفرد اصطلاحی کبھی مرکب، کبھی تثنیہ وجمع کبھی مضاف، کبھی شبہ مضاف اور کبھی جملہ اور شبہ جملہ کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے۔ یہاں مرکب کے مقابلے میں ہے۔ (اھ شرح صفحہ سابقہ)

۱۔ اَبُوجعفر بن صابر (۲) نے اسم فعل (۳) کوکلمہ کی چوتھی قسم قرار دیا ہے۔

۲۔(**اسم**) اسم وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی خود بتائے اور اس میں کوئی زمانہ نہ ہو جیسے زَیْد۔ اس کی تین قسمیں ہیں (۱) مصدر (۲) مشتق (۳) جامد۔ (الاصول الاکبریہ)

۳۔(**فعل**) فعل وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی خود بتائے اور اس میں کوئی زمانہ بھی ہو۔ زمانہ کی تین قسمیں ہیں۔ (۱)۔ ماضی۔ تکلم سے پہلے کا زمانہ (۲) حال۔ تکلم کا زمانہ (۳) مستقبل (۴)۔ تکلم کے بعد کا زمانہ (بقیہ شرح بر صفحہ آئندہ)

(۱) الکواکب الدریہ (۶/۱) میں مہمل کی مثال ''دیز'' مقلوب ''زید'' ہے۔ حاشیہ لیس علی التصریح (۲۰/۱) میں جَسْق اور شرح المفصل (۱۔۱۹/۱) میں صص اور کق مہمل کی مثالیں مرقوم ہیں۔ مہمل دو قسم پر ہے مفرد: جس کی مذکورہ مثالیں ہیں اور مرکب: جیسے لفظ هذیان کا مدلول جیسا کہ شرح فتح الرحمٰن لزکریا الانصاری (ص:۴۹) میں ہے اس شرح کے حاشیہ میں شیخ لیس فرماتے ہیں۔ مہمل جب مرکب ہو تو کبھی دونوں لفظ ہی مہمل ہوتے ہیں اور کبھی ایک مہمل اور دوسرا مستعمل۔ بیضاوی اور تاج سبکی کا یہی موقف ہے بعض نے مرکب مہمل کا انکار کیا ہے اھ ملخصا من الشرح۔ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

چنانکہ در تصریف معلوم شدہ است اما مرکب لفظی باشد کہ از دو کلمہ یا بیشتر
حاصل شدہ باشد و مرکب بر دو گونہ است مفید و غیر مفید۔ مفید آنست کہ چون قائل
بَرآن سکوت کند سامع راخبرے(۱) یا طلبی معلوم شود وآں را(۲) جملہ

(بقیہ شرح صفحہ سابقہ) ۴۔(**حرف**) حرف وہ کلمہ ہے جو نہ اپنا معنی خود بتا سکے اور نہ ہی اس میں کوئی زمانہ ہو۔حرف کی دو اقسام ہیں (۱) عامل جو کسی اسم یا فعل میں عمل کرے جیسے من والیٰ (۲) غیر عامل جو ان میں عمل نہ کرے۔جیسے نَعَم وبَلیٰ غیر عامل کا نام عاطل اور مہمل بھی ہے۔(اھ شرح صفحہ سابقہ)

۱۔**خبرے**: خبر کی مثال جیسے جَاءَ نِیْ زَیْدٌ (زید میرے پاس آیا) یہاں زید کے آنے کی خبر ہے۔طلب کی مثال جیسے اِضْرِبْ یَا زَیْدُ (مارتو اَے زید!) یہاں زید سے مارنے کی طلب کی گئی ہے۔

۲۔**آں را**: جمہور علمائے نحو کے نزدیک جملہ اور کلام میں نسبت تساوی ہے یعنی دونوں مترادف ہیں۔آملی اور سیوطی وغیرہ کے نزدیک عموم وخصوص مطلق اور بعض کے ہاں من وجہ ہے۔(اس کی تفصیل کتب منطق میں ملاحظہ کیجئے)

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) (۲) ابو جعفر بن جابر کما فی حاشیہ ابن الحاج وشرح المقدمۃ الازھریہ فی علم العربیہ (ص:۴)

(۳)۔اسم فعل وہ اسم ہے جو فعل کے معنی پر دلالت کرے جیسے صَہْ بمعنی اُسْکُتْ اس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی ان شاء اللہ الرحمٰن۔اسم فعل کو خالفہ بھی کہتے ہیں (فَاِنَّہٗ خَلَفَ عَنْ اُسْکُتْ) کیونکہ یہ اُسْکُتْ فعل کا خلیفہ ہے۔(کما فی شرح الازہری وحاشیۃ ابن الحاج)

(۴)۔مُسْتَقْبِلْ باء کے فتحہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ جائز ہے مگر فتحہ کے ساتھ زیادہ مشہور ہے کیونکہ زمانہ اپنی جگہ قائم ہے اور تو اس کی طرف جارہا ہے اور استقبال کر رہا ہے لیکن باء کا کسرہ فتحہ سے اولی ہے کیونکہ مستقبل ماضی کے مقابلے میں ہے۔ماضی جب اسم فاعل ہے تو مستقبل بھی اسم فاعل ہوگا اور قیاس یہی چاہتا ہے۔(شرح فتح اللطیف الخبیر وشرح الفاکہی)

گو بندو کلام (۱) نیز پس جملہ بر دو قسم ست خبر یہ وانشائیہ (۲) (**فصل**) بدانکہ
جملہ خبریہ آنست کہ قائلش را بصدق و کذب صفت تواں کرد (۳)

(۱) (**کلام**) مرکب مفید کو جملہ اور کلام کے علاوہ مرکب اسنادی یا تام بھی کہتے ہیں۔

(۲) (**انشائیہ**) ابن ہشام نے شذور الذہب میں جملہ کی تین اقسام ذکر کی ہیں (۱) خبر جو سچ اور جھوٹ کا احتمال رکھے۔ (۲) انشائیہ جو سچ اور جھوٹ کا احتمال نہ رکھے مگر اس کا معنی اس کے لفظ سے متاخر نہ ہو۔ جیسے بِعْتُ وَاشْتَرَیْتُ یہ دونوں جملے اس وقت انشائیہ قرار پائیں گے جب یہ دونوں جملے بیع وشراء کے نفاذ کے وقت بولے جائیں اور اس وقت ان میں زمانہ حال ہوگا نہ کہ ماضی۔ لہٰذا بعت کا معنی یہ ہوگا کہ میں بیع (فروختگی) کو وجود میں لاتا ہوں اور اسی طرح اشتریت کا معنی یہ ہوگا کہ میں شراء (خریداری) کو وجود میں لاتا ہوں۔

(۳) (**صفت تواں کرد**) طلبیہ جو صحیح اور جھوٹ کا احتمال نہ رکھے مگر اس کا معنی اس کے لفظ سے متاخر ہو۔ جیسے اِضْرِبْ بعد ازاں ابن ہشام نے شرح الشذور میں اپنے اس قول سے رجوع کر کے اِضْرِبْ کو انشائیہ ہی قرار دیا تھا۔ البتہ خضری نے جملہ طلبیہ کی الگ چند اقسام گنوائی ہیں۔

(۳)۔ کہنے والے کو سچا یا جھوٹا تب کہا جا سکتا ہے جب اس جملہ کا خارج وواقع موجود ہو۔ پس اگر وہ جملہ اسی خارج واقع کے مطابق ہے تو فاعل سچا ہے اگر مطابق نہیں تو وہ جھوٹا ہے۔

یاد رہے کہ جس طرح صدق وکذب متکلم کی صفت ہیں خود جملہ کی بھی صفت ہیں۔ کسی جملہ میں نفس الامر کے اعتبار سے سچا یا جھوٹا ہونے میں دونوں کا احتمال ہوتا ہے البتہ خارجی قرائن وشواہد مثلاً متکلم کی بات پر یقین و اعتماد اور مشاہدہ کی وجہ سے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس جملے کو صرف سچا یا جھوٹا کہیں گے۔ اگر خارجی قرائن وشواہد کا لحاظ نہ کیا جائے تو نفس الامر میں وہ جملہ سچ یا جھوٹ دونوں کا احتمال رکھتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان "لَا یَعْلَمُ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ" یہ جملہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہونے کے ناطے سے صداقت محض ہے (بقیہ شرح برصفحہ آئندہ)

وآں بر دونوع ست (۱) اول آنکہ جزو اوّلش (۲) اسم باشد وآن را جملہ اسمیہ گویند
چوں زَیْدٌ عَالِمٌ یعنی زید داناست جزو اولش مسند الیہ است
وآنرا مبتدا گویند و جزو دوم مسند ست وآں را خبر گویند دوم آنکہ جزو اوّلش فعل
باشد وآنرا جملہ فعلیہ گویند چوں ضَرَبَ زَیْدٌ بزد زید۔ جزو اوّلش

(بقیہ شرح صفحہ سابقہ) اس میں جھوٹ کا کوئی واہمہ نہیں اسی طرح "اَلسَّمَاءُ فَوْقَنَا" (آسمان ہمارے اوپر ہے) روزمرہ کے مشاہدہ کی رو سے سچا ہے اسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ ایسے ہی "اَلسَّمَاءُ تَحْتَنَا" (آسمان ہمارے نیچے ہے) روزمرہ کے مشاہدہ کی رو سے جھوٹا ہے اسے قطعاً سچا قرار نہیں دیا جا سکتا لہذا اسی طرح کے جملے قرائن وشواہد کے اعتبار سے صرف سچے یا جھوٹے ہونگے اور قرائن وشواہد سے قطع نظر نفس الامر میں ان میں سچ اور جھوٹ دونوں کا احتمال ہے اور یہ جملہ خبریہ کی صف میں شامل ہوں گے۔ (اھ شرح صفحہ سابقہ)

۱۔(**بردو نوع است**) ابن ہشام اور سیوطی وغیرہ نے جملہ کی ذاتی انواع تین بتائی ہیں (۱) اسمیہ (۲) فعلیہ (۳) ظرفیہ جیسے اَعِنْدَکَ زَیْدٌ یا فِی الدَّارِ زَیْدٌ بشرطیکہ زید ظرف اور جار مجرور کا فاعل ہو۔ نہ کہ استقر محذوف کا اور نہ ہی زید ظرف اور جار مجرور کے لیے مبتدا ہو۔ زمخشری نے جملہ شرطیہ کو چوتھی نوع قرار دیا ہے۔ مگر ابن ہشام اور سیوطی اسے جملہ فعلیہ میں شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ سیوطی ھمع (۱/۱۳) میں فرماتے ہیں۔ (وَالصَّوَابُ اَنَّهَا مِنْ قَبِيْلِ الْفِعْلِيَّةِ)

۲۔(**جزو اوّلش**) پہلا جزء اسم ہوگا دوسرا جزء خواہ اسم ہو جیسے زَیْدٌ عَالِمٌ یا جملہ جیسے زَیْدٌ یَعْلَمُ اَوْ اَبُوْهُ قَائِمٌ۔

مسندست وجزوِ دوم مسند الیہ ست وآنرا فاعل (۱) گویندو بداں کہ مسند حکم
است ومسند الیہ آنچہ بروحکم کنند (۲) واسم مسند ومسند الیہ تواند بودو فعل مسند باشد ومسند الیہ

۱۔(**فاعل**) فاعل وہ اسم ہے جس سے پہلے فعل یا شبہ فعل ہو اور وہ فعل یا شبہ فعل اس کے ساتھ قائم ہو جیسے مَاتَ زَیْدٌ یا اس سے صادر ہو۔جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ ۔ فاعل دو طرح پر ہے (۱) صریح ۔جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ میں زَیْدٌ (۲) مُؤوّل ۔جیسے سَوَاءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ میں جملہ ءَاَنْذَرْتَهُمْ الآیۃ بتاویل اِنْذَارُكَ اَوْ عَدَمُ اِنْذَارِكَ سَوَاءٌ کا فاعل ہے۔

۲۔(**حکم**) جہاں جملہ ہو گا وہاں تین چیزیں ہوں گی ۔(۱) مسند (۲) مسند الیہ (۳) اسناد

اصل میں مسند محکوم بہ ہے نہ کہ حکم ۔حکم تو اسناد ہے مُسند کو حکم تسامحاً کہا گیا ہے۔اسناد یا حکم کسی ایک چیز کے دوسری چیز کے لیے اثبات یا نفی کا نام ہے۔

نتواند بود وحرف نہ مسند باشد ونہ مسند الیہ(۱) بدانکہ جملہ انشائیہ(۲) آنست
کہ قائلش رابصدق وکذب صفت نتواں کرد(۳) وآں بر چند(۴) قسم است

۱۔(**حرف**) گو نہ مسند ہے اور نہ ہی مسند الیہ تاہم اس کے بہت سے فوائد ہیں منجملہ چند ایک یہ ہیں۔(۱)ربط کے لئے خواہ یہ ربط دو اسموں کے درمیان ہو جیسے زَیْدٌ فِی الدَّارِ یا دو فعلوں کے درمیان ہو جیسے زَیْدٌ قَامَ وَقَعَدَ یا ایک اسم اور فعل کے درمیان ہو جیسے مَرَرْتُ بِزَیْدٍ یا دو جملوں کے درمیان ہو جیسے اِنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ۔(۲) تنبیہ واستفتاح کے لئے جیسے۔ اَلَا اور اَمَا (۳)نفی کے لئے جیسے لَا اور مَا

۲۔(**انشائیہ**) انشاء سے ماخوذ ہے۔انشاء سے مراد ''کلام انشائی کا پیدا کرنا'' ہے۔

۳۔(**نتواں کرد**) جملہ انشائیہ کے قائل کو سچا یا جھوٹا اس لئے نہیں کہا جا سکتا کیونکہ جملہ کی نسبت ثبوتی یا سلبی کے لیے یا تو خارج وواقع نہیں ہوتا۔جیسے اقسام طلب امر۔نہی۔استفہام۔عرض۔تخصیض ہیں۔یا واقع ہوتا ہے مگر اس سے نسبت کی مطابقت یا عدم مطابقت مراد نہیں ہوتی۔جیسے عقود۔قسم۔امر۔نہی۔استفہام۔تمنی۔ترجی۔

۴۔(**چند**) مصنف نے انشاء کی دس اقسام ذکر فرمائی ہیں۔کتب مطولہ میں اس سے زیادہ اقسام کا تذکرہ موجود ہے۔مثلاً:(۱) اسم فعل بمعنی امر۔جیسے هَلُمَّ۔(۱)(۲) مصدر قائم مقام جیسے ضَرْباً زَیْداً بِمَعْنَی اِضْرِبْ زَیْداً (۳)وہ جملے جو مقام مدح یا ذم میں مستعمل ہوں جیسے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ وغیرہ وغیرہ (شرح المفصل لابن یعیش)

---

(۱)۔هَلُمَّ اہل حجاز کے نزدیک اسم فعل اور بنوتمیم کے نزدیک فعل امر ہے ذکرہ ابن ہشام فی شرح القطر۔

امر (۱) چوں اِضْرِبْ و نہی (۲) چوں لَا تَضْرِبْ واستفہام (۳) چوں

۱۔(**امر**) امر وہ صیغہ ہے جو کسی حرف (لام امر) کے بغیر طلب پر دلالت کرے اور یائے مخاطبہ یا فاعلہ کو قبول کرے جیسے اِضْرِبْ سے اِضْرِبِیْ۔ لہٰذا اس تعریف سے امر بالام جیسے لِیَضْرِبْ اور لِتَضْرِبْ اور اسم بمعنی فعل امر جیسے صَـــهْ خارج ہو گئے۔ کیونکہ لِیَضْرِبْ۔ لِتَضْرِبْ میں طلب پر دلالت بواسطہ لام ہے اور صہ یائے مخاطبہ قبول نہیں کرتا۔

فائدہ۔ امر کی تعریف میں ''کسی حرف کے بغیر'' کہنے سے امر بالام خارج ہو گیا۔ حالانکہ عموماً اسے امر میں شمار کیا جاتا ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ علماء نحو وصرف امر کی تعریف مختلف طرق سے کرتے ہی۔ تعریف مذکور ابن حاجب اور ابن ہشام نے کی ہے۔ اس اعتبار سے امر بالام خارج ہو جاتا ہے۔ مگر مراح الارواح اور ھمع الھوامع میں تعریف اس سے عام کی گئی ہے۔

۲۔(**نھی**) نہی وہ صیغہ ہے جو کسی حرف (لا) کے ساتھ ترکِ فعل کی طلب پر دلالت کرے اور یائے مخاطبہ کو قبول کرے۔ جیسے لَا تَضْرِبْ سے لَا تَضْرِبِیْ۔ اس تعریف سے قَطْ اسم فعل بمعنی اِنْتَهِ خارج ہو گیا۔ کیونکہ ''قط'' گو ترکِ فعل کی طلب پر دلالت کرتا ہے مگر اس پر نہ لا داخل ہوتا ہے اور نہ ہی یہ یائے مخاطبہ کو قبول کرتا ہے۔

۳۔(**استفھام**) استفہام کسی اسم یا حرف کے ذریعہ کسی چیز کی حقیقت یا حالت کا سوال کرنا جیسے مَنْ هُوَ؟ اَهُوَ قَائِمٌ؟

هَلْ ضَرَبَ زَيْدٌ وتمنی (۱) چوں لَيْتَ زَيْدًا حَاضِرٌ و
ترجی (۲) چوں لَعَلَّ عَمْرًا غَائِبٌ

۱۔(**تمنی**) تمنی کسی غیر متوقع چیز کے حصول کی طلب کرنا۔اوراس کے لیے لیت موضوع ہے مگر کبھی کبھی ھَل۔ لو۔لَعَلَّ۔اَلا (جو اسم مبنی پر داخل ہو) کو بھی مجازاً استعمال کر لیتے ہیں۔جیسے هَلْ لِيْ مِنْ شَفِيْعٍ۔لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً۔لَعَلِّي اَحُجُّ فَأَزُوْرَكَ۔ اَلا طِعَانَ، اَلا فُرْسَانَ عَادِيَةً۔ مگر یہ (اَلا) ھمزہ استفہام اور لائے نفی جنس سے مرکب ہے۔(رصف المعانی)(۱)

۲۔(**ترجی**) ترجی کسی غیر یقینی چیز کے حصول کی طلب کرنا اوراس کے لیے حرف لَعَلَّ موضوع ہے۔ترجی کا تعلق صرف ممکنات سے ہوتا ہے۔جبکہ تمنی ممکنات وممتنعات دونوں سے متعلق ہوتی ہے۔(۱)

---

(۱)۔علامہ سکاکی الا، لو، ما، الآ اور ھلاّ کو بھی تمنی کے معنی کو متضمن قرار دیتے ہیں مگر دوسرے نحات اس کا انکار کرتے ہیں کیونکہ حروف میں تصریف نہیں لہذا لو، لوما، الا اور ھلا کی وضع ھل اور لو سے نہیں۔

وعقود (۱) چوں بِعتُ وَاِشترَیتُ ونِدا (۲) چوں یَااللّٰہُ و
عرض (۳) چوں اَلاَ تَنزِلُ بِنَا فَتُصِیبَ خیراً

۱۔(**عقود**) وہ جملے جن سے کوئی معاہدہ طے پائے جیسے قَبِلْتُ۔رَضِیتُ۔بِعْتُ وِاشْتَرَیتُ۔بشرطیکہ یہ دوران نکاح اور اَثناء بیع وشراء بولے جائیں۔

۲۔(**نِـــداء**) وہ جملہ جس کے ذریعے منادی کی حقیقۃً یا حکماً توجہ مطلوب ہو۔نداء کے لیے پانچ حروف مشہور ہیں۔یا۔اَیا۔ھَیا۔اَیْ۔اَ (ہمزہ مفتوحہ)۔زمخشری نے وَا (حرف نُدبہ) کا بھی اضافہ کیا ہے۔کیونکہ اس کے نزدیک ندبہ نداء کی قسم ہے۔

۳۔(**عَــرض**) حروف عرض کے ذریعہ کسی کام کی استدعا کرنا۔حروف تحضیض بھی عرض کے لیے استعمال ہوتے ہیں بشرطیکہ توبیخ وانکار سے خالی ہوں اور وہ یہ ہیں۔اَلَّا۔ھَلَّا۔لَوْلَا۔لَوْمَا۔ان کے علاوہ اَلا (بالتخفیف) اور اَمَا بھی استعمال ہوتے ہیں۔جیسے۔اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَاللّٰہُ لَکُمْ۔ أَلَا رَجُلاً جَزَاہُ اللّٰہُ خَیرًا۔اَمَا تَقُوْمُ بعض کے نزدیک اَمَا میں ہمزہ استفہام تقریری کا ہے اور ما نافیہ ہے۔(الجمع والھمع للسیوطی ورصف المعانی)

وقسم (۱) چوں وَاللّٰهِ لَاَضْرِبَنَّ زَيْدًا وَتعجب (۲) چوں مَا اَحْسَنَهُ (۳) وَاَحْسِنْ بِهٖ (۴) **فصل** بدانکہ مرکب غیر مفید آنست کہ چوں قائل برآں سکوت کند سامع را خبرے یا طلبی حاصل نشود وآن برسہ قسم (۵) ست

تنبیہ۔ مصنف علیہ الرحمہ نے تحضیض کو اقسام طلب میں ذکر نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ بعض علماء مثلاً زمخشری۔ ابن حاجب اور ابن یعیش صرف عرض ذکر کرتے ہیں اور تحضیض کو عرض میں داخل کرتے ہیں۔ مگر اتنی بات ضرور ہے کہ عرض میں لہجۂ کلام قدرے نرم ہوتا ہے اور تحضیض میں قدرے سخت۔

۱۔(**قسم**) وہ جملہ ہے جو دوسرے جملہ کی تاکید کرے۔ جیسے وَاللّٰهِ لَاَضْرِبَنَّ زَيْدًا اس میں واللہ جملہ قسم ہے اور (لَاَضْرِبَنَّ زَيْدًا) جملہ مُقسم علیہ ہے جملہ قسم جملہ مقسم علیہ کی تاکید کرتا ہے۔ عموماً مابعد جملہ ماقبل جملہ کا مؤیّد ہوتا ہے مگر یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے۔

جملہ قسم (واللہ) اصل میں اُقسِم باللہ ہے۔ جملہ قسم میں ہمیشہ تین چیزیں ہوتی ہیں۔ (۱) فعل قسم جو کہ اُقسِمُ ہے (۲) حرف الصاق اور ایصال جو حرف باء ہے۔ (۳) مقسم بہ جو کہ لفظ اللہ ہے۔ کثرت استعمال کی وجہ سے کبھی فعل قسم کو گرا دیتے ہیں اور اس کی جگہ بائے الصاق سے قسم کا کام لیتے ہیں۔

۲۔(**تعجب**) ۔تعجب وہ حالت ہے جو کسی چیز کے سبب کے خفاء کی وجہ سے پیدا ہو۔ تعجب کے اظہار کے لئے عموماً دو صیغے استعمال ہوتے ہیں:

(۱) مَا اَفْعَلَہ ...... جیسے مَا اَحْسَنَہٗ اس میں ما استفہامیہ ہے جو تعجب کے لیے مستعار لیا گیا ہے۔

(۲) اَفْعِلْ بِہٖ...... جیسے اَحْسِنْ بِہٖ اس میں باء زائدہ ہے اور ہا ضمیر مجرور محلاً دراصل اَفْعِلْ کا فاعل ہے۔

ان کے علاوہ اور صیغے بھی تعجب کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔(۱)فعل تعجب کی تفصیلی بحث اپنے مقام پر آئے گی۔ان شاء اللہ العزیز۔

۳۔ کس عظیم شے نے اسے کس قدر حسین بنادیا!

۴۔کس قدر خوبصورت ہے وہ!

۵۔ مصنف علیہ الرحمۃ نے مرکب غیر مفید کی صرف تین اقسام ذکر کی ہیں جبکہ ان کے علاوہ اور بھی ہیں۔اور وہ یہ ہیں (۱) مرکب صوتی۔جو دو آوازوں سے مرکب ہو۔جیسے غَاقِ غَاقِ (۲) کوّے کی آواز کی نقل (۲) مرکب توصیفی جو موصوف اور صفت سے مرکب ہو۔جیسے رَجُلٌ صَالِحٌ۔(نیک مرد) مرکب توصیفی کو نحات مفرد کی طرح سمجھتے ہیں۔کیونکہ اس میں متبوع اور تابع کا حکم ایک ہی ہوتا ہے۔(خضری۔صبان)

....

(۱)فعل تعجب کے چند ایک صیغے شرح ھذا کے اسی جزء میں تمیز کی بحث میں مذکور ہیں۔

(۲)۔غَاقِ غَاقِ میں قاف پر سکون، کسرہ اور فتح پڑھنا جائز ہے،سکون اس لئے کہ بناء میں اصل سکون ہے کسرہ التقائے ساکنین کی وجہ سے اور فتحہ خفت یعنی خفیف ہونے کی وجہ سے۔

اول مرکب اضافی (۱) چوں غُلامُ زَیْدٍ جزوِاوّل را مضاف گویند و جزوِدوم
را مضاف الیہ و مضاف الیہ ہمیشہ مجرور (۲) باشد دوم مرکب بنائی (۳)

۱۔(**مرکب اضافی**) مصنف نے اس کی تعریف نہیں کی۔تعریف ملاحظہ ہو۔وہ مرکب جس میں دوکلموں کو ملاکر ایک کیا گیا ہو۔اور دوسرا کلمہ تنوین کے قائم مقام ہو۔جس طرح تنوین علی حالہ قائم رہتی ہے اور اس کے ماقبل کا اعراب بدلتا ہے۔اسی طرح مضاف الیہ علی حالہ قائم رہتا ہے اور اس کے ماقبل (مضاف) کا اعراب بدلتا ہے۔ جیسے: جَاءَ غُلَامُ زَیْدٍ ، رَأَیْتُ غُلَامَ زَیْدٍ ۔مَرَرْتُ بِغُلَامِ زَیْدٍ ۔ میں مضاف الیہ جو کہ لفظ زید ہے علی حالہ قائم رہا ہے اور غلام جو کہ مضاف ہے اس کا اعراب تبدیل ہوا ہے۔

۲۔(**ہمیشہ**) مگر مضاف کبھی مرفوع کبھی منصوب اور کبھی مجرور ہوتا ہے۔

۳۔(**مرکب بنائی**) اسے مرکب عددی بھی کہتے ہیں۔رضی۔ابن یعیش اور ابن ہشام نے (شرح الشذور) میں مرکب عددی کو مرکب مزجی یا منع صرف کی قسم قرار دیا ہے۔

و او آنست کہ دواسم را یکی کردہ باشند واسم دوم متضمن حرفی باشد چوں
اَحَدَ عَشَرَ تا تِسْعَةَ عَشَرَ کہ دراصل اَحَدٌ وَّ عَشَرٌ وَتِسْعَةٌ وَ
عَشَرٌ بودہ است و او را حذف کردہ ہر دو اسم را یکے کردند و ہر دو جزو مبنی باشد
بر فتح اِلَّا اِثْنَا عَشَرَ کہ جزوِ اول معرب ست سوم مرکب منع صرف (۱)
واو آنست کہ دو اسم را یکے کردہ باشد و اسم دوم متضمن حرفی نباشد چوں بَعْلَبَکَّ
وَحَضَرَ مُوْت کہ جزوِ اول مبنی باشد بر فتح بر مذہب اکثر علماء

۱۔(**مرکب منع صرف**) یہ دو قسم پر ہے:

(۱) جس کا دوسرا جزء لفظ وَیْہ (اسم صوت) ہو جیسے: سیبویہ اس میں کل دو صورتیں ہیں۔

(i) پہلا جزء مبنی بر فتح اور دوسرا جزء مبنی بر کسرہ۔

(ii) پہلا جزء مبنی برفتحہ اور دوسرا جزء معرب غیر منصرف

پہلی صورت کی مثالیں جیسے۔ جَاءَ سِیْبَوَیْہِ ، رَاَیْتُ سِیْبَوَیْہِ ، مَرَرْتُ بِسِیْبَوَیْہِ۔

دوسری صورت کی مثالیں جیسے: جَاءَ سِیْبَوَیْہُ ، رَاَیْتُ سِیْبَوَیْہَ ،مَرَرْتُ بِسِیْبَوَیْہَ۔

(۲) جس کا دوسرا جز لفظ ویہ نہ ہو۔ پھر یہ دو قسم پر ہے:

(i) پہلے جزء کے آخر میں یاء یا نون ہو۔ جیسے: مَعْدِ یْکَرِبْ وَبَاذَنْجَانَةُ (کمافی حواشی یٰس علی الفاکہی) یا بَاذَنْجَانَا کمافی الأشباہ (۱/۲/۳۳)

(ii) دوسرے جزء کے آخر میں یاء یا نون نہ ہو جیسے: بَعْلَبَکَّ ، بَعْلَبَکَّ جیسے کلمہ میں کل تین صورتیں وارد ہوئی ہیں:

① پہلا جزء مبنی برفتحہ اور دوسرا معرب غیر منصرف

② دونوں اجزاء مبنی برفتحہ

③ دونوں اجزاء میں اضافت کا تعلق یعنی پہلا جزء مضاف اس پر حسب عامل اعراب آئے گا جبکہ دوسرا جزء مضاف الیہ ہے۔ وہ مجرور پڑھا جائے گا۔ کمافی شرح ابن عقیل مع الخضری۔

بعلبک جو کہ مرکب مزجی کی قسم ہے کی تینوں صورتوں کا اعراب حسب ذیل ہے:

(۱) پہلی صورت کی مثالیں:

جیسے: جَاءَ بَعْلَبَكُّ ، رَاَيْتُ بَعْلَبَكَّ، مَرَرْتُ بِبَعْلَبَكَّ ۔

(۲) دوسری صورت کی مثالیں:

جیسے: جَاءَ بَعْلَبَكَّ ، رَاَيْتُ بَعْلَبَكَّ ، مَرَرْتُ بِبَعْلَبَكَّ

(۳) تیسری صورت کی مثالیں:

جیسے: جَاءَ بَعْلُبَكٍّ ، رَاَيْتُ بَعْلَبَكٍّ ، مَرَرْتُ بِبَعْلِبَكٍّ

مَعْدِ يْكَرَبْ اور بَاذَنْجَانَه جیسے کلمات میں کل تین صورتیں بنتی ہیں:

(۱) پہلا جزء مبنی برسکون اور دوسرا مبنی برفتحہ

(۲) پہلا جزء مبنی برفتحہ اور دوسرا بھی مبنی برفتحہ

(۳) پہلے اور دوسرے جزء میں اضافت کا تعلق گویا کہ پہلے جزء پر حسب عامل اعرب آئے گا بشرطیکہ اس کے آخر میں یاء نہ ہو بلکہ نون ہو۔ جیسے بَاذَنُجَانَةَ۔

پس باذنجانہ جیسے مرکب کلمہ میں تینوں صورتوں کی مثالیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) پہلی صورت کی مثالیں جیسے: جَاءَ بَاذَنْجَانَةَ ، رَاَيْتُ بَاذَنْجَانَةَ، مَرَرْتُ بِبَاذَنْجَانَةَ ۔

(۲) دوسری صورت کی مثالیں جیسے جَاءَ بَاذَنجَانَةَ ،رَاَیتُ بَاذَنجَانَةَ، مَرَرتُ بِبَاذَنجَانَةَ ۔

(۳) تیسری صورت کی مثالیں جیسے: جَاءَ بَاذَنجَانَةُ، رَاَیتُ بَاذَنجَانَةَ، مَرَرتُ بِبَاذِنجَانَةَ ۔

(بشرطیکہ بَاذَنجَانَةَ کسی کا علم ہو ورنہ جَانَةَ کے آخر پر تینوں مثالوں میں تنوین آئے گی)

اور اگر اس کے آخر میں نون نہیں بلکہ یاء ہے جیسے معدیکرب تو اس کی تیسری صورت یعنی صورت اضافت میں بحالت نصب ،نصب کی بجائے سکون اولی ہوگا۔ (کمامر)

مَعْدِ یْکَرِب پہلی صورتوں میں بَاذَنجَانہ کی طرح ہوگا البتہ تیسری صورت میں بحالت اضافت مضاف پر ضمہ اور فتحہ کی طرح کسرہ بھی تقدیری ہوگا کیونکہ اس میں ترکیب کی وجہ سے ثقل آ گیا اور باذنجان جیسے مرکب میں پہلے جزء پر ضمہ، فتحہ اور کسرہ تینوں ظاہر ہونگے فافہم وتدبر (حواشی یٰس علی الفاکہی:۲/ ۲۲۵)

فائدہ: مَعْدِ یْکَرِب اور بَاذَنجَانہ کے پہلے جزء کے آخر کی یاء اور نون پر حرکت یا سکون پڑھنے کے بارہ میں علمائے نحو کا قدرے اختلاف ہے اور اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) فتحہ جائز اور سکون اولی۔ (۲) صرف سکون۔

پہلی صورت کے بارہ میں علامہ سیوطی الاشباہ (۲/۱/ ۲۱۹) میں یوں فرماتے ہیں:

"وَالْجُمْهُوْرُ عَلَى اَنَّ الْيَاءَ فِىْ مَعْدِ يْكَرِبَ سَاكِنَةٌ سَوَاءٌ أُضِيْفَ أَوْ رُكِّبَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ : تُحَرَّكُ بِالْفَتْحِ قِيَاسًا عَلَى الْمَنْقُوْصِ".

اور دوسری صورت کے بارہ میں شیخ یٰس حواشی شرح الفاکہی (۲/ ۲۶۵) میں یوں فرماتے ہیں:

اِذَا كَانَ آخِرُ الْاَوَّلِ يَاءً قُدِّرَتِ الْحَرَكَاتُ الثَّلٰثُ وَلَا يَظْهَرُ الْفَتْحَةُ تَشْبِيْهًا بِالْاَلِفِ فَلَزِمَ فِىْ التَّرْكِيْبِ لِزِيَادَةِ الثِّقْلِ مَاكَانَ جَائِزًا فِىْ الْاِفْرَادِ [اَىْ مِثْلِ الْقَاضِىْ] وَزَادَ بَعْضُهُمْ بَاذَنْجَانَةَ فَيُسَكَّنُ اَيْضاً۔

وجزوِ دوم مُعرب بدانکہ مرکب غیر مفید ہمیشہ جزوِ جملہ باشد
چوں غُلَامُ زَیْدٍ قَائِمٌ وَعِنْدِی اَحَدَ عَشَرَ دِرْھَمًا
وَجَاءَ بَعْلَبَکُّ **فصل** بدانکہ ہیچ جملہ کمتر از دو کلمہ
نباشد لفظاً چوں ضَرَبَ زَیْدٌ وزَیْدٌ قَائِمٌ یا تقدیراً چوں اِضْرِبْ کہ اَنْتَ درو مستتر
ست وازیں بیشتر باشد وبیشتر راحدی نیست بدانکہ چوں کلماتِ جملہ
بسیار باشد اسم وفعل وحرف را بایکدیگر تمیز باید کردن ونظر
کردن کہ معرب ست یا مبنی وعامل ست (۱) یا معمول (۲) وباید دانستن کہ تعلق کلمات
بایکدیگر چگونہ است تا مسند ومسند الیہ پیدا گردد ومعنیٔ جملہ بتحقیق معلوم شود

۱۔(**عاملست**) یہ کلمہ (اسم یا فعل یا حرف) ہے جس کی وجہ سے کسی اسم کے آخر پر زبر، زیر، پیش اور کسی فعل کے آخر پر زبر پیش اور جزم آئے۔

جیسے إِنَّ زَیْدًا وَمِنْ زَیْدٍ اور جَاءَ زَیْدٌ میں إِنَّ ،مِنْ اور جاء عامل ہیں اسی طرح یَضْرِبُ ، لَنْ یَّضْرِبَ اور لَمْ یَضْرِبْ میں ابتداء ،لن اور لم بالترتیب عامل ہیں۔

۲۔(**معمول**) یہ اسم یا فعل ہے جس پر عامل داخل ہو۔ جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ وَلَمْ یَضْرِبْ بَکْرٌ میں لفظ زید اور لفظ یَضْرِبْ معمول ہیں جبکہ لفظ ضَرَبَ اور لفظ لَمْ دونوں عامل ہیں۔

فصل بدانکہ علامت (۱) اسم آنست کہ الف ولام (۲) یا

۱۔(**علامت**)اس کا لغوی معنی نشانی اور اصطلاحی معنی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے کسی اور چیز کو امتیاز حاصل ہو۔ مصنف نے اسم کی گیارہ علامات ذکر کی ہیں مگر سیوطی نے الاشباہ والنظائر میں تیس سے زیادہ شمار کی ہیں علامت کو خاصہ سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

۲۔(**الف ولام**) یہ (ال) خواہ اسمی ہو جیسے الضارب۔ یا حرفی اصلی برائے تعریف ہو جیسے الرجل یا زائدہ برائے لمح صفت جیسے الحارث یا زائدہ برائے اتباع جیسے رَأَیتُ الوَلِیدَ بنَ الیَزِیدَ مُبَارَکًا میں الیزید پر داخل ہے یا اَم بمعنی اَل ہو۔ جیسے کہ لغت بَنِي الحِمیَر میں مستعمل ہے۔ تعریف اسم کا خاصہ اس لئے ہے کہ الف ولام اس معنی کا تعین کرتا ہے جو مستقل بالمفہوم ہو اور اس پر لفظ کی دلالت مطابقی ہو۔ مگر فعل کی دلالت تضمنی ہے۔(شرح جامی)

حرف جر دراولش باشد چوں اَلْحَمْدُ وَبِزَيْدٍ یاتنوین (۱)
در آخرش باشد چوں زَیْدٌ یامسندالیہ باشد (۲) چوں زَیْدٌ قَائِمٌ یا
مضاف (۳) باشد چوں غُلَامُ زَیْدٍ

۱۔ **تنوین** (۱) وہ نون ساکنہ ہے جو کسی کلمہ کے آخر کی حرکت کولاحق ہومگر فعل کی تاکید کے لئے نہ ہو پس اس قید سے نون تاکید خفیفہ خارج ہو گیا۔ جیسے رَجلٌ وَ زیدٌ ۔تنوین اسم کے ساتھ اس لئے خاص ہے کہ تنوین کی دلالت تعریف تنکیر جمعیت اوراضافت پر ہوتی ہے۔اور یہ سب اسم کے ساتھ مختص ہیں ۔(الاشباہ والنظائر)

۲۔**مسند الیہ** :مسندالیہ ہونا اسم کا خاصہ ہے نہ کہ فعل کا۔کیونکہ فعل کی وضع صرف مسند ہونے کے لیے ہے۔اگر مسندالیہ واقع ہو جائے تو خلاف وضع لازم آئے گا۔

۳۔**مضاف**:مضاف ہونا صرف اسم کا خاصہ ہے۔کیونکہ اضافت تعریف' تخصیص یا تخفیف کے لیے ہوتی ہے اور یہ سب اسم کے خواص ہیں۔بخلاف مضاف الیہ وہ اسم کے علاوہ فعل بھی ہوسکتا ہے۔بشرطیکہ مضاف ظرف زمان ہو۔جیسے يَوْمَ يَنْفَعُ الصَّادِقِيْنَ الآیہ (العلل للزجاجی)

(۱)۔وہ تنوین جو اسم کے ساتھ خاص ہے اور اس کی علامت بنتی ہے یہ وہ ہے جو تمکین، تنکیر، مقابلہ اور عوض کے لئے خاص ہو۔ھکذا فی شرح ابن عقیل۔

یا مصغر (۱) باشد چوں قُـرَیـش یا منسوب (۲) باشد چوں بـغدادِیٌّ

۱۔(**مصغر**) یہ وہ اسم ہے جس میں تیسری یا چوتھی یا پانچویں جگہ یائے ساکنہ کی زیادتی کر دی جائے تا کہ حقارت 'قلت' قرب' شفقت اور عظمت پر دلالت کرے۔ جیسے رُجَیْلٌ۔ دُرَیْھِمَاتٌ۔ قُبَیْلٌ۔ بُنَیٌّ۔ جُبَیْلٌ شَامِخٌ۔ بعض علماء قریش کو تصغیر برائے تعظیم کی مثال بناتے ہیں مگر صحیح بات یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے۔ قریش یا تو مُصَغَّر ہی نہیں بلکہ مصغر کے وزن پر ہے جیسے کُمَیْتٌ' عُزَیْزٌ' شُعَیْبٌ' یا مُصَغَّر سے منقول ہے۔ کیونکہ قُرَیْش اصل میں قِرْش کی تصغیر ہے۔ قریش بہت بڑی سمندری مچھلی کا نام ہے۔(۱) تصغیر کے کل تین وزن ہیں۔ (۱) فُعَیْلٌ (۲) فُعَیْعِلٌ (۳) فُعَیْعِیْلٌ

۲۔(**منسوب**) یہ وہ کلمہ ہے جس کے آخر میں یائے نسبت بڑھا دیں تا کہ اس کی نسبت خالی از یاء کی طرف ہو جائے۔ جیسے بغداد سے بغدادیٌ۔ تصغیر اور نسبت صرف اسم کا خاصہ ہیں۔ کیونکہ یہ احوال ہیں اور فعل کے احوال نہیں ہوتے۔ (المنصف للمازنی)

---

(۱)۔ قریش ایک قسم کی مچھلی ہے جسے کلب البحر بھی کہتے ہیں جو پانی کے اندر جانوروں کو اپنے دانت سے تلوار کی طرح کاٹ دیتی ہے۔ ہکذا فی مصباح اللغات اور قاموس میں یوں ہے۔" اَوْ سُمِّیَتْ بِمُصَغَّرِ الْقِرْشِ وَهُوَ دَابَّةٌ بَحْرِيَّةٌ تَخَافُهَا دَوَآبُّ الْبَحْرِ كُلُّهَا اَوْ سُمِّيَتْ بِقُرَيْشِ بْنِ مَخْلَدٍ۔ قریش قبیلہ کا نام یا تو قِرْش کی تصغیر سے منقول ہے اور قریش وہ سمندری جانور ہے جس سے تمام سمندری جانور ڈرتے ہیں۔ یا قریش بن مخلد جو کہ اس قبیلہ کا بڑا ہے اس کی وجہ سے یہ نام رکھا گیا ہے۔

یا مثنیٰ (۱) باشد چوں رَجُلانِ یا مجموع باشد چوں رِجَالٌ یا موصوف (۲) باشد
چوں جَاءَ رَجُلٌ عَالِمٌ یا تائی متحرک بدو پیوند د چوں ضَارِبَةٌ
وعلامت فعل آنست کہ قَدْ (۳) دراوّلش باشد چوں قَدْ ضَرَبَ یا سین (۴)
باشد چوں سَیَضْرِبُ یا سوف باشد چوں سَوْفَ یَضْرِبُ یا حرف

۱۔(**مثنیٰ**) اس کا اطلاق دو پر اور مجموع کا دو سے زائد پر ہوتا ہے اور ان میں ہر ایک کے خاص اوزان ہیں۔مثنیٰ اور مجموع اسم کا خاصہ ہیں۔کیونکہ ان کی دلالت تعدد پر ہے اور تعدد اسم میں متصور ہوتا ہے نہ کہ فعل میں۔

۲۔(**موصوف**) ہونا اسم کا خاصہ ہے۔البتہ صفت اسم اور فعل دونوں ہو سکتے ہیں۔جیسے جَاءَنِی رَجُلٌ ضَارِبٌ۔جَاءَنِی رَجُلٌ ضَرَبَ۔موصوف ہونا ایک حالت ہے اور اسم کے لیے احوال ہوتے ہیں اور فعل کے لیے نہیں۔

۳۔(**قَدْ**) فعل کی علامت یہ ہے کہ اس سے پہلے قد ہو جیسے قد ضَرَبَ یا اس کے شروع میں سین یا سوف ہو۔

حرف ''قد'' فعل کا خاصہ ہے کیونکہ قد تقرب زمان کے لیے آتا ہے اور زمانہ فعل کا جزء ہے۔

۴۔(**سین یا سوف**) ان کی دلالت بھی زمانہ پر ہوتی ہے اور زمانہ فعل کا جزء ہے۔

نوٹ: فعل کی اور بھی علامات ہیں جو کہ کتب نحو میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

جزم بود(۱) چوں لَمْ يَضْرِبْ یا ضمیر مرفوع متصل (۲) بدو پیوندد چوں ضَرَبْتُ یا تائے ساکن (۳)
چوں ضَـرَبَـتْ یا امر باشد چوں اِضْرِبْ یا نہی باشد چوں لاتَـضْـرِبْ وعلامت حرف آنست
کہ ہیچ علامتی از علامات اسم وفعل درو نبود فصل بدانکہ جملہ کلمات عرب (۴) بر دو
قسم ست معرب ومبنی معرب آنست (۵) کہ آخرش باختلاف عوامل مختلف (۶) شود

۱۔(**حرفِ جزم**) جزم خفیف ہونے کی وجہ سے فعل سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے کیونکہ فعل ثقیل ہے۔خفیف اعراب ثقیل کو دے دیا گیا۔نیز جزم فعل کے لیے اسم کے لیے جر کی طرح ہے۔(تسہیل وغیرہ)

۲۔(**ضمیر مرفوع متصل**) یہ ضمیر فعل کے ساتھ خاص ہے کیونکہ یہ فاعل ہے اور فعل فاعل کی طرف براہ راست محتاج ہے بخلاف اسم وہ بواسطہ فعل فاعل کا محتاج ہے۔(المرتجل لابن الخشاب)

۳۔(**تائے ساکن**) یہ تاء ساکنہ ہوتی ہے(۱) کبھی کسی وجہ سے متحرک ہو جاتی ہے۔جیسے قَالَتِ امْرَأَتُ الْعَزِيْزِ......الآیۃ میں التقائے ساکنین کی وجہ سے مکسور ہوگئی۔یہ تاء فاعل کی تانیث کے لیے ہے۔(المرتجل)

۴۔(**کلمات عرب**) عربی زبان کے تمام کلمے خواہ اسم ہوں یا فعل ہوں یا حرف مجموعی لحاظ سے دو قسم پر ہیں۔(۱) معرب (۲) مبنی۔حروف سب کے سب مبنی مگر اسماء اور افعال کچھ معرب اور کچھ مبنی جیسا کہ آئندہ آرہا ہے۔اسماء اور افعال میں اعراب اصل ہے یا کہ بناء اس میں علماء کے تین مذاہب ہیں۔مگر راجح یہی ہے کہ اسماء میں اعراب اصل اور بناء فرع اور افعال میں بناء اصل اور اعراب فرع ہے۔یہ مذہب بصریوں کا ہے۔ابن عقیل نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔(ابن عقیل) (بقیہ شرح بر صفحہ آئندہ)

---

(۱) یہ تاء ماضی کے ساتھ خاص ہے کیونکہ یہ تانیث فاعل پر دلالت کرتی ہے کبھی التقائے ساکنین کی وجہ سے کسرہ بھی آتا ہے۔تائے متحرکہ اسماء پر داخل ہوتی ہے جیسے قائمۃ وفاطمۃ کبھی کبھی تائے تانیث بعض حروف پر داخل ہوتی ہے، جیسے رُبَّتْ وثُمَّتْ ولاتَ اور یہ تاء محض تانیث لفظ کے لئے آتی ہے۔یاد رہے جو تاء لاتَ پر داخل ہوتی ہے وہ مفتوح ہوتی ہے اور جو رُبَّ اور ثُمَّ پر داخل ہوتی ہے اس پر فتحہ اور سکون دونوں جائز ہیں کمافی الکواکب الدریۃ۔خیال رہے کہ ''امراۃ'' کی تاء عام رسم الخط میں گول الا ماخص منہ اور قرآنی رسم الخط میں لمبی لکھی جاتی ہے۔(شارح)

چوں زَیْدٌ در جَآءَ نِیْ زَیْـدٌو رَأَیْتُ زَیْدًا وَمَرَرْتُ بِزَیْدٍجَآءَ
عامل ست وزَیْدٌ(۱) معرب ست

(بقیہ شرح صفحہ سابقہ) ۵۔(**معرب آنست**)نحو میر کے بعض شراح اور محشین کے نزدیک یہ معرب کا حکم ہے نہ کہ تعریف مگر صحیح بات یہی ہے کہ یہ معرب کی تعریف ہے۔کیونکہ متاخرین کی اکثریت معرب کی تعریف اسی طرح کرتی ہے۔اسے اصطلاح میں تعریف معنوی کہتے ہیں۔(مجیب النداء)

۶۔(**اختلاف عوامل**) آخر کا اختلاف دو طرح پر ہے۔(۱) لفظی۔جس کا تلفظ ہو سکے جیسے۔جَـاءَ زَیْدٌ۔ رَأَیْـتُ زَیْـدًا۔ مَـرَرْتُ بِـزَیْدٍ میں زیر زبر اور پیش کا تلفظ ہوسکتا ہے۔(۲) تقدیری جس کا تلفظ نہ ہو سکے۔جیسے جَـاءَ مُـوْسٰی ۔رَأَیْتُ مُوْسٰی۔ مَرَرْتُ بِمُوْسٰی میں مُوْسٰی کے آخر پر ضمہ' فتحہ اور کسرہ کا تلفظ ممکن نہیں۔کیونکہ اس کا آخر الف ہے اور الف پر ضمہ فتحہ اور کسرہ نہیں آتا۔

۱۔(**زَیْـــد**) ترکیب میں آنے کے بعد تو بالاتفاق معرب ہے۔مگر ترکیب میں آنے سے پہلے اس میں اختلاف ہے۔زمخشری اور ابن یعیش کے نزدیک معرب ہے۔ابن عصفور اور ابوحیان کے نزدیک معرب نہ مبنی۔ابن حاجب اور ابن مالک کے نزدیک مبنی ہوگا۔ابن حاجب کے نزدیک بناء کا سبب عدم ترکیب ہے اور ابن مالک کے نزدیک حروف مہملہ سے شبہ اھمالی ہے۔شبہ اھمالی سے مراد یہ ہے کہ نہ وہ عامل ہے اور نہ ہی معمول۔

(شرح المفصل وحواشی یٰسں)

وضمہ اعراب ست(۱) و دال محل اعراب(۲) ومبنی(۳) آنست کہ
آخرش باختلاف عوامل مختلف نشود چوں ھٰــــؤُلآءِ کہ درحالت رفع و
نصب وجر یکساں ست

۱۔(**ضمہ اعراب است**) یہ کہہ کر مصنفؒ نے اعراب کی تعریف لفظی کی طرف اشارہ کیا ہے۔حالانکہ معرب کی تعریف کے ضمن میں اعراب کی تعریف معنوی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔کیونکہ اعراب کی تعریف لفظی ہوتو اس سے مراد ضمہ'فتحہ' کسرہ ،سکون اوران کے قائم مقام مراد ہوتے ہیں اور اگر تعریف معنوی ہوتو اس سے مراد ضمہ'فتحہ' کسرہ ،سکون یا ان کے قائم مقام کی تبدیلی ہے۔یاد رہے کہ اعراب ہویا بناء اس کی چار انواع ہیں۔اعراب کی یہ انواع یوں ہیں۔رفع'نصب' جر اور جزم۔اور بناء کی چار انواع یہ ہیں ضمہ'فتحہ' کسرہ اور وقف پھران میں ہرایک کی مختلف علامات ہیں جن کی تفاصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

۲۔(**محلِ اعراب**) بصریوں کےنزدیک محل اعراب حرف آخر ہے بخلاف کوفیوں کے ان کےنزدیک اعراب کا محل حرف آخراوراس کا ماقبل بھی ہوسکتا ہے۔(۱)(حواشی یٰس)

۳۔(**مبنی**) معرب کی طرح مبنی کی تعریف بھی دوطرح پر ہے۔(۱)لفظی:جس کے آخرمیں شبہ اعراب آئے مگرعوامل کی وجہ سے نہ ہو۔شبہ اعراب سے مراد آخر کی حرکت'حرف'سکون یا حذف ہے۔جیسے حَیۡثُ میں ثاء کا ضمہ، ھٰذان میں الف اِضۡرِبۡ میں سکون،ارم میں حذف یاء اور اِرۡمِیَا میں حذف نون ہے۔

(۲)معنوی:جس کا آخرعوامل مختلفہ کے داخل ہونے کے باوجود نہ بدلے۔جیسے جَاءَنِیۡ ھٰؤُلَاءِ۔ رَأَیۡتُ ھٰؤُلَاءِ مَـــرَرۡتُ بِھٰؤُلَآءِ میں جاءٗ رأیٰ اور باء جوکہ عوامل ہیں ان کے بدلنے کے باوجود ھٰؤُلَآءِ کے آخر کی حرکت نہیں بدلی۔مصنفؒ نے یہاں تعریف معنوی اختیار کی ہے۔

---

(۱)۔ حرف آخر کی مثال ہے جاءَ زَیۡدٌ میں زید کی دال اور حرف آخر کے ماقبل کی مثال جیسے جَاءَ اِمۡرُؤٌ وَابۡنُمٌ میں راء اور نون۔

فصل بدانکہ جملہ حروف مبنی (۱) است واز افعال (۲)
فعل ماضی وامر حاضر معروف (۳) و

۱۔(**جملہ حروف مبنی**) تمام حروف اس لئے مبنی ہیں کہ ان میں اعراب کا مقتضی جو کہ فاعلیت ومفعولیت اوراضافت ہے موجود نہیں۔ حرف کبھی مبنی برسکون ہوتا ہے جیسے مِنْ کبھی مبنی بر فتح جیسے اِنَّ کبھی مبنی بر کسر جیسے جَیْرِ اور کبھی برضم جیسے مُنْذُ جبکہ یہ جردے۔

۲۔(**افعال**) افعال میں فعل ماضی ہمیشہ مبنی ہوتا ہے خواہ مبنی برفتحہ ظاہرہ ہو جیسے ضَرَبَ یا مقدّرہ جیسے ضَرَبُوْا یہاں باء کا ضمہ عارضی ہے فعل ماضی بھی اس لیے مبنی ہے کہ اس میں اعراب کا کوئی مقتضی موجود نہیں۔ (حنفیہ، خضری)

۳۔(**امر حاضر معروف**) جملہ حروف اور فعل ماضی بالاتفاق مبنی ہیں امر حاضر معلوم جیسے اِضْرِبْ بصریوں کے نزدیک مبنی اور کوفیوں کے نزدیک معرب امر حاضر معلوم یا تو مبنی برسکون ہے۔ جیسے اِضْرِبْ اور اِضْرِبَنْ یا مبنی برحذف نون جیسے اِضْرِبَا، اِضْرِبُوْا، اِضْرِبِی۔ یا مبنی برحذف حرفِ علت جیسے اُدْعُ۔ اِرْمِ۔ اِخْشَ۔

تنبیہ : کبھی کسی عارض کی وجہ سے امر مبنی برسکون مقدر رہتا ہے۔ جیسے رُدَّ و اِضْرِبِ الرَّجُلَ۔

فعل مضارع (۱) با نونہائے جمع مونث و با نونہائے تاکید نیز مبنی ست

۱۔(**فعل مضارع**)فعل مضارع معرب بھی ہوتا ہے بشرطیکہ (۱) نون نسوہ (جسے نون ضمیر، نون اناث اور نون فاعل بھی کہتے ہیں) سے خالی ہو جیسے یَضْرِبُ ۔یَضْرِبَانِ ۔یَضْرِبُوْنَ ۔تَضْرِبَانِ ۔تَضْرِبِیْنَ اور (۲) نون ثقیلہ یا خفیفہ اس کے آخر میں مل کر نہ آیا ہو جیسے لَیَضْرِبَآنِّ ۔لَیَضْرِبُنَّ ۔لَتَضْرِبِنَّ ۔اور فعل مضارع مبنی بھی ہوتا ہے (اور بناء اس میں اصل ہے) جبکہ اس کے آخر میں نون نسوہ موجود ہو جیسے یَضْرِبْنَ اور تَضْرِبْنَ یا نون ثقیلہ وخفیفہ اس کے آخر میں مل کر آیا ہو یعنی مضارع کے آخر اور نون ثقیلہ وخفیفہ کے درمیان الف، واؤ اور یا کا فاصلہ نہ ہو جیسے لَیَضْرِبَنَّ ۔لَیَضْرِبَنْ ۔لَتَضْرِبَنَّ ۔لَتَضْرِبَنْ فاصلہ کی مثال جیسے لَیَضْرِبَآنِّ اور لَتَضْرِبَآنِّ میں الف لَیَضْرِبُنَّ اور لَتَضْرِبُنَّ میں واؤ کا فاصلہ اسی طرح لَتَضْرِبِنَّ میں یا کا فاصلہ موجود ہے۔البتہ لَیَضْرِبْنَآنِّ نون نسوہ کی وجہ سے مبنی ہے۔

بدآنکہ اسم غیر متمکن (۱) مبنی است وَ اَمّا اسم متمکن معرب ست بشرط آنکہ

۱۔(**اسم غیر متمکن**) اسم میں اصل اعراب ہے مگر جب اسم کسی وجہ سے مبنی اصل کے مشابہ ہو جائے تو مبنی ہو جاتا ہے۔مشابہت کی کئی وجوہ اور صورتیں ہیں۔

علامہ سیوطی نے الاشباہ میں ابن النحاس سے کسی اسم کی بناء کے اسباب جن کی تعداد گیارہ ہے میں علماء کا اختلاف ذکر کیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ ابن السراج، ابو علی (الفارسی) اور اس کے اتباع کے نزدیک حرف سے مشابہت اور اس کے معنی کو متضمن ہونا بناء کا سبب ہے ابن عقیل فرماتے ہیں کہ ابن مالک اور اس کے اتباع کے نزدیک بناء کا سبب صرف ایک ہے اور وہ ہے حرف سے مشابہت لیکن اس مشابہت کی فی نفسہا کئی انواع ہیں۔

''وھو قریبٌ مِنْ مَذْھَبِ اَبِیْ علی الفارسی ''ابن مالک وغیرہ کا یہ مذہب ابو علی فارسی کے مذہب کے قریب ہے۔خضری فرماتے ہیں۔''ھذا ھوالمختار'' یہی مذہب مختار یعنی پسندیدہ ہے، ابن جنیؒ وغیرہ کا یہی مؤقف ہے۔شیخ یسین نے حواشی فاکہی میں ان پر ابن العطار کا اضافہ کیا ہے۔

اگر چہ اکثر علماء جیسے زمخشری، جزولی، ابن معطی، ابن الحاجب، ابن عصفور اور ابن نحاس وغیرہم نے حرف سے مشابہت کے علاوہ اور بھی بناء کے اسباب کا تذکرہ کیا ہے، تاہم، ہم یہاں صرف کسی اسم کی صرف حرف سے مشابہت کی مختلف اقسام کا تذکرہ کریں گے۔یاد رہے کہ ابن مالک نے الفیہ میں کسی اسم متمکن کی حرف سے مشابہت کی درج ذیل چار اقسام بیان کی ہیں:

(۱)۔شبہ لفظی: کوئی اسم متمکن حرف سے تعداد حروف میں مشابہ ہو جس طرح حرف اپنی وضع کے لحاظ سے تین حروف سے کم آتا ہے اسی طرح کوئی اسم تین حروف سے کم آئے۔جیسے تُ اور نا (ضمائر) کی مشابہت باء (ب) اور عن سے بعض نحات نے حرف سے وضع میں مشابہت لفظی کے علاوہ محض لفظوں میں مشاکلت کو مشابہت لفظی

گردانا ہے جیسے حاشا اسمیہ کی مشابہت حاشا حرفیہ سے (کمافی الاشباہ، وحاشیۃ الصبان)

(۲) شبہ معنوی۔کوئی اسم متمکن حرف سے معنی میں مشابہ ہو خواہ اس معنی کے لئے کوئی حرف حقیقۃً وضع کیا گیا ہو جیسے من استفہامیہ یا تقدیراً وضع کیا گیا ہو جیسے ذَا اسم اشارہ۔(۱)

(۳) نیابی یا استعمالی۔کوئی اسم متمکن نیابت یا استعمال میں حرف کے مشابہ ہو جیسے اسمائے افعال کی عاملہ غیر معمولہ ہونے میں لیت اور لعل سے مشابہت ہے۔

(۴) افتقاری۔جس طرح حرف اپنا معنی دینے میں غیر کا محتاج ہے اسی طرح کوئی اسم متمکن بھی محتاج ہو جیسے ''اذ اور اذا'' یہ جملہ کی طرف اضافت میں محتاج ہیں۔مشابہت کی ان چار انواع کے علاوہ اشمونی اور خضری نے مشابہت اہمالی اور جمودی کا اضافہ بھی کیا ہے۔

(۵) اہمالی۔اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی اسم متمکن حروف غیر عاملہ یعنی مہملہ وعاطلہ کی طرح ہو۔جیسے اسمائے متمکن ترکیب سے پہلے (مافی الرضی) یا اسمائے اصوات (کمافی الخضری)

(۶) جمودی۔جب کوئی اسم متمکن جمود اور عدم تصرف میں حرف سے مشابہ ہو جیسے اسمائے جہات یعنی قبل وبعد، امام، خلف، یمین، شمال اور الآن (کمافی الخضری)

فاکہی نے شرح القطر (۵۲/۱) میں شبہ استغنائی کا بھی ذکر کیا ہے اور یہ وہ۔ہے کہ کوئی اسم حرف کی طرح اپنے مابعد سے مستغنی ہو جیسا کہ قبلُ وبعدُ، حروف جواب جیسے نعم وبلیٰ سے مشابہت کی وجہ سے مبنی ہیں۔

---

(۱) من استفہامیہ کی ھمزہ استفہام سے مشابہت ہے اور معنی استفہام کے لئے ھمزہ حقیقۃً موضوع ہے اور ذا اسم اشارہ کی بھی ایسے حرف سے مشابہت ہے جو اشارہ کے لئے حقیقۃً موضوع تو نہیں۔مگر اسے فرض کیا گیا ہے گویا کہ اشارہ جو کہ معنی حرفی ہے کے لئے درحقیقت کوئی حرف موضوع نہیں بلکہ وہ مفروض اور مقدر ہے۔

در ترکیب واقع شود و فعل مضارع معرب ست بشرط آنکہ از نونہائے
جمع مونث و نون تاکید خالی باشد پس در کلامِ عرب بیش(۱) ازیں
دو قسم معرب نیست باقی ہمہ مبنی ست واسم غیر متمکن اسمیست کہ
بامبنی (۲) اصل مشابہت دارد ومبنی اصل سہ چیزاست فعل ماضی
وامر حاضر معروف وجملہ حروف و اسم متمکن (۳) اسمیست کہ با مبنی اصل
مشابہ نباشد **فصل** بدانکہ اسم غیر متمکن ہشت

۱۔(**کلامِ عرب**) کلام عرب میں معرب صرف دوقسم پر ہے۔(۱) اسم متمکن (۱) (۲) فعل مضارع جب نون نسوہ سے خالی ہو اور اس طرح نون ثقیلہ وخفیفہ کے اتصال مباشر سے خالی ہو۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

۲۔(**مبنی**) مبنی دوطرح پر ہے۔(۱) مبنی الاصل (۲) وہ تین ہیں۔(۲) مشابہ مبنی وہ ان کے علاوہ ہیں۔

۳۔(**اسم متمکن**) اسم متمکن دوطرح کا ہوتا ہے۔(۱) متمکن امکن جو اعراب کو پوری جگہ دے اسے منصرف بھی کہتے ہیں۔ جیسے زید یہ اعراب کی تمام اقسام ضمہ، فتحہ، کسرہ اور تنوین سب کو قبول کرتا ہے۔(۲) متمکن غیر امکن جو اعراب کو پوری جگہ نہ دے۔ اسے غیر منصرف کہتے ہیں۔ جیسے اَحْمد، مشہور یہ ہے کہ غیر منصرف کسرہ اور تنوین کو جگہ نہیں دیتا مگر مختار مذہب یہ ہے کہ غیر منصرف صرف تنوین کو جگہ نہیں دیتا۔ اس اجمال کی تفصیل غیر منصرف کی بحث میں ذکر ہوگی۔ ان شاء اللہ العزیز۔

---

(۱)۔ ابن حاجب کے نزدیک اسم متمکن اس وقت معرب ہوگا جب وہ اپنے عامل کے ساتھ ترکیب میں واقع ہو اور جب اسم متمکن ترکیب میں واقع نہ ہو ابن مالک اور ابن حاجب کے نزدیک مبنی، زمخشری کے نزدیک معرب حکماً اور ابن عصفور اور ابوحیان کے نزدیک نہ معرب اور نہ ہی مبنی۔(دیکھئے شرح الفاکہی)

(۲) مبنی الاصل وہ ہے جو اپنی اصل یعنی وضع کے اعتبار سے مبنی ہو یعنی جب واضع نے اسے بنایا ہو تو مبنی ہی بنایا ہو بعد میں کسی مشابہت کی وجہ سے مبنی نہ بنا ہو اور یہ تین ہیں: ا۔ جملہ حروف، فعل ماضی مطلقا اور فعل امر حاضر معلوم (عند البصریین) بعض نحات کے نزدیک جملہ بھی مبنی الاصل ہے مگر غایۃ التحقیق (ص: ۱۴۹) میں ابن نصیر نے اس کا رد فرمایا ہے۔ ان کے نزدیک جملہ مبنی تو ہے مگر مبنی اصل نہیں۔ علامہ سکاکی نے مفتاح العلوم میں جملہ کو مبنیات کی پندرھویں قسم شمار کیا ہے۔

قسم ست اول مضمرات (۱) چوں اَنَــا من مردوزن ضَــرَبْــتُ زدم من وإِیَّــایَ
خاص مرا وضَــرَبَنِــی بزد مرا و لِـیْ مراد این هفتاد ضمیر (۲) ست چهارده (۳)

۱۔ (**مضمرات**) اسم دو قسم پر ہے۔ (۱) مظہر جس کا لفظ اپنے مدخول و معنی پر بغیر قرینہ کے دلالت کرے۔ (۲) مضمر یا ضمیر۔ جو تکلم، خطاب یا غیبت کے قرینہ سے متکلم، مخاطب اور غائب پر دلالت کرے۔ جیسے اَنا، اَنتَ، ھو۔ شرح المقدمۃ الازہریہ میں مبہم جیسے ھذا اور الذی کو اسم کی تیسری قسم قرار دیا گیا ہے۔

۲۔ (**هفتاد ضمیر**) مصنف نے کل ستر ضمیریں بنائی ہیں۔ حالانکہ کئی دوسرے نحوی اور صرفی حضرات صرف ساٹھ ضمیریں شمار کرتے ہیں۔ (حنفیہ، خضری، الازہریہ)

۳۔ (**چهار ده**) مصنف نے چودہ کا ذکر کیا ہے جبکہ دوسرے بارہ بناتے ہیں دو متکلم کے لیے پانچ مخاطب کے لیے اور پانچ ہی غائب کے لیے۔ دراصل چودہ ضمیریں گردان کے صیغوں کے اعتبار سے ہیں۔ یعنی جتنے صیغے اتنی ضمیریں مگر لفظ کے اعتبار سے ضمیریں بارہ ہیں جو کہ یہ ہیں۔ تُ، نا، تَ، تُما، تُم، تِ، تُنَّ ضرب میں ھو ضربا میں الف ضربوا میں واو ضَرَبَتْ میں ھی ضَرَبْنَ میں نون۔ (حنفیہ۔ ازہریہ)

مرفوع متصل (۱) ضَرَبْتُ (۲) ضَرَبْنَا (۳) ضَرَبْتَ (۴)
ضَرَبْتُمَا ضَرَبْتُم ضَرَبْتِ ضَرَبْتُمَا ضَرَبْتُنَّ ضَرَبَ
ضَرَبَا ضَرَبُوا ضَرَبَتْ ضَرَبَتَا ضَرَبْنَ

۱۔(**مرفوع متصل**) فاعل کی وہ ضمیر جو اپنے عامل کے ساتھ مل کر آئے۔ یہ ضمیر نہ مبتدا واقع ہو سکتی ہے اور نہ ہی سوائے ضرورت کے اِلا کے بعد آسکتی ہے۔ (شرح اٰلا جرومیہ۔ ھمع)

۲۔(**ضَرَبْتُ**) علمائے نحو بخلاف علمائے صرف ضمائر متکلم کو ضمائر مخاطب اور ضمائر مخاطب کو غائب سے پہلے ذکر کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک جو ضمیر اخص ہے اعرف ہوگی اور جو اعرف ہے مقدم ہوگی۔ چونکہ ان کے نزدیک متکلم کی ضمیر مخاطب سے اور مخاطب کی غائب سے اعرف ہے۔ اس لیے ضمیر متکلم مخاطب پر اور ضمیر مخاطب غائب پر مقدم ہوئی۔ یاد رہے کہ ضمیر دو قسم پر ہے۔ (۱) بارز جو ظاہر ہو جیسے ضَرَبْتِ میں تِ۔ (۲) مستتر جو پوشیدہ ہو جیسے ضَرَبَ میں ھُوَ۔

ماضی میں صرف دو ضمیریں جوازاً مستتر ہیں۔ (۱) ضَرَبَ میں ھو۔ (۲) ضَرَبَتْ میں ھِیَ باقی سب بارز ہیں۔

فائدہ: (ضَرَبْتُ) اس میں تاء بطور ضمیر متکلم زائدہ ہے۔ چاہیئے تھا کہ (اَنَا) ضمیر متکلم منفصل سے کوئی حرف لیا جاتا مگر التباس کے خوف سے تاء بڑھا دی کیونکہ یہ تاء متکلم کے اخوات یعنی صیغہائے مخاطب میں بھی ہوتی ہے۔

(ضَرَبْتُمَا) اس میں الف (جو کہ تثنیہ کی ضمیر ہے) سے پہلے میم زائدہ ہے تاکہ الف ضمیر کا الف اشباع سے التباس نہ آئے الف اشباع کی مثال یہ ہے۔ وَحَيَّاكَ اَلْاِلٰهُ فَكَيْفَ اَنْتَا ؟

(ضَرَبْتُم) اس میں ضمیر دراصل واؤ محذوفہ ہے۔ یہ اصل میں ضربتموا تھا جمع میں میم تثنیہ کی مناسبت سے زائد ہے

اور ضمیر واؤ حذف کردی گئی ہے کیونکہ ضربتموا میں میم بمنزلہ اسم ہے اور اسماء میں سوائے ھُوَ کے کوئی ایسا اسم نہیں ہے جس کے آخر میں واؤ ہو اور اس کا ماقبل مضموم ہو۔ حذف واؤ کا یہ قاعدہ مراح میں مذکور ہے مگر ابن عقیل نے اس قاعدہ کو معرب کے ساتھ خاص کیا ہے لہذا اسم مبنی اس قاعدہ سے خارج ہو گیا پس یہ علت حذف ضربتموا میں درست نہ ٹھہری بلکہ یہاں حذف واؤ صرف تخفیفا ہے۔ جیسا کہ خضری نے نقل کیا ہے۔

(ضَرَبْتُنَّ) اس میں ضمیر نون ہے جیسا کہ مراح میں مذکور ہے خضری لکھتے ہیں ضربتن میں نون ضمیر انتم میں واؤ محذوفہ کے مقابلے میں ہے یا یہ کہ ضربتن کا اصل ضربتنن ہے پہلے نون کو دوسرے نون میں مدغم کر دیا ہے۔ پہلا نون علامت نسوہ اور دوسرا نون ضربتموا کی واؤ کی طرح ہے۔

۳۔(**ضَربنَا**)اس میں (نا) ضمیر ہے۔ نون نحن سے لیا اور الف کا اضافہ کر دیا تا کہ ضَرَبْنَ سے التباس نہ آئے۔

۴۔(**ضَرَبْتَ**) اسے (ضَرَبْتُنَّ) تک۔ تاءحرف خطاب ہے اور میم زائدہ ہے۔ ضَرَبْتُمَا میں الف ضمیر تثنیہ۔ ضَرَبْتُم میں ضمیر واؤ محذوفہ ہے۔ اصل میں ضَرَبْتُمُوْا تھا۔ ضَرَبْتُنَّ میں پہلا نون یا تو ضَرَبْتُم کی میم کے بدلے یا علامت نسوہ ہے اور دوسرا نون ضمیر ہے جو ضَرَبْتُمُوْ میں واؤ کی طرح ہے۔

وچہاردہ مرفوع (۱) منفصل اَنَا (۲) نَحْنُ (۳) اَنْتَ (۴) اَنْتُمَا
اَنْتُمْ اَنْتِ اَنْتُمَا اَنْتُنَّ هُوَ (۵) هُمَا هُمْ هِيَ
هُمَا هُنَّ وچہاردہ منصوب (۶) متصل ضَرَبَنِيَ

۱۔ (**مرفوع منفصل**) فاعل کی وہ ضمیر جو اپنے عامل سے جدا آئے۔ جیسے انا، نحن یہ ضمیر مبتدا واقع ہو سکتی ہے اور اِلَّا کے بعد بھی آ سکتی ہے۔

۲۔ (**اَنَا**) بصریوں کے نزدیک (اَنا) کا اصل اَنَ ہے الف زائدہ ہے جو لغت فصحیٰ یعنی لغت حجاز میں وصلاً پڑھا اور وقفاً گرا دیا جاتا ہے۔ (ھمع)

۳۔ (**نَحْنُ**) ہشام کے نزدیک نحن کا اصل نَحُنْ ہے حاء کا ضمہ نون ثانی کو دے دیا۔ (ھمع)

۴۔ (**اَنْتَ**) اَنْتَ سے لے کر اَنْتُنَّ تک بصریوں کے نزدیک ضمیر صرف اَنَ ہے۔ تاء حرف خطاب ہے نہ کہ اسم۔ (باقی تفصیل ضَرَبْتَ کے حاشیہ میں دیکھئے)

۵۔ (**هُوَ**) بصریوں کے نزدیک (ھو) سے لے (ھُنّ) تک ان سب میں ضمیر صرف ھاء ہے۔ باقی سب زوائد ہیں۔ ھما اور ھم میں (میم) ھو کی واؤ سے بدلی ہوئی ہے۔

۶۔ (**منصوب متصل**) وہ ضمیر جو عوامل ناصبہ کا خواہ اسم ھوں یا فعل یا حرف معمول واقع ہو۔ جیسے اَلدِّرْهَمُ اَنَا مُعْطِيْكَهُ۔ كُنْتُهُ۔ سَلْنِيْهِ۔ خِلْتَنِيْهِ۔ زَيْدٌ ضَرَبَهُ عَمْرٌو۔ اِنَّهُ۔

ضَـــرَبَـــنَـــا ضَـــرَبَکَ ضَـــرَبَـــکُـــمَـــا
ضَـــرَبَـــکُـــمْ ضَـــرَبَکِ ضَـــرَبَـــکُـــمَـــا
ضَـــرَبَـــکُـــنَّ ضَـــرَبَـــهُ ضَـــرَبَهُـــمَـــا ضَـــرَبَهُـــمْ
ضَـــرَبَهَـــا ضَـــرَبَهُـــمَـــا ضَـــرَبَهُـــنَّ
وچہاردہ منصوب(۱) منفصل اِیَّـــایَ(۲) اِیَّـــانَـــا
اِیَّـــاکَ اِیَّـــاکُـــمَـــا اِیَّـــاکُـــمْ اِیَّـــاکِ اِیَّـــاکُـــمَـــا
اِیَّـــاکُـــنَّ اِیَّـــاهُ اِیَّـــاهُـــمَـــا اِیَّـــاهُـــمْ اِیَّـــاهَـــا

۱۔(**منصوب منفصل**) وہ ضمیر جو اپنے عوامل ناصبہ سے جدا ہو کر آئے۔ جیسے اَلدِّرھَمُ اَنَا مُعطِیْكَ اِیَّاہُ۔کُنْتُ اِیَّاہُ ۔ سَلْنِیْ اِیَّاہُ ۔خِلْتَنِی اِیَّاہُ۔ لَا تَضرِبُ اِلَّا اِیَّاہُ ۔اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ۔ اِیَّاكَ اِیَّاكَ۔

۲۔(**اِیَّایَ**) اور اس کے اخوات کے بِتمامِهٖ یا باَجزَا ئِهٖ ضمیر ہونے میں چھ مذاہب ہیں۔قوی تر مذہب یہ ہے کہ اِیَّا ضمیر ہے اور اس کا مابعد حرف تکلم، خطاب یا غیبت ہے۔ جیسا کہ اسمائے اشارہ میں ہوتا ہے۔(همع)

اِیَّاھُمَا اِیَّاھُنَّ وچہار دہ مجرور (۱) متصل لِیْ لَنَا لَکَ
لَکُمَا لَکُمْ لَکِ لَکُمَا

ا۔(**ضمیر مجرور متصل**) یہ وہ ضمیر ہے جو اپنے عامل جار کے ساتھ مل کر آئے عامل جار یا تو اسم ہوتا ہے۔جیسے غُلَامُ زَیْدٍ میں زید کو جر دینے والا صحیح قول کے مطابق مضاف یعنی غلام ہے جو کہ اسم ہے۔یا حرف ہوگا۔جیسے مِنْ زَیْدٍ میں مِنْ۔

فوائد۔ (۱) ضمائر کے مبنی ہونے کی وجہ یا تو ان کی حروف سے مشابہت جمودی ہے یعنی جس طرح اس میں تصرف نہیں اسی طرح ضمائر میں بھی تصرف نہیں ہوتا۔یا مشابہت وضعی ہے کیونکہ حرف کی اصل وضع ایک یا دو حرف پر ہوتی ہے۔اگر تین یا زیادہ پر ہو تو یہ وضع خلاف اصل ہوگی۔اس طرح اسم کی اصل وضع تین یا اس سے زیادہ حروف پر ہے اگر اسم اس سے کم ہو تو خلاف وضع ہوگا اور وضع میں حرف کے مشابہ ہوگا۔اکثر ضمائر کی وضع تو حرف کی طرح ہے۔باقی جن کی وضع اصل کے مطابق ہے انہیں اکثر کا حکم دے دیا۔(ابن عقیل مع حواشی خضری)

(۲) جملہ ضمائر ترکیب میں ہمیشہ لفظاً مبنی اور محلاً معرب ہوں گی۔جیسے ھُوَ ضمیر زَیْدٌ میں ھُوَ لفظاً مبنی بر فتح اور محلاً معرب مرفوع ہو کر مبتدا ہوگی۔

(۳) جب ضمیر متصل کا لانا ممکن ہو تو منفصل کا لانا منع ہے۔اِلَّا یہ کہ شعری ضرورت ہو۔البتہ تین صورتوں میں ضمیر متصل کے منفصل آنے میں اختلاف ہے۔

ا۔جب ضمیر بابِ سَأَلَ کا مفعول ثانی ہو۔باب سَأَلَ سے مراد وہ فعل ہے جس کے دو مفعول بہ آئیں اور دوسرا مفعول پہلے کی خبر نہ ہو سکے اور دونوں مفعول مختلف ضمیریں ہوں۔جیسے اَلدِّرْھَمُ سَلْنِیْهِ اکثر نحویوں کے نزدیک اور ان میں سے ابن مالک بھی ہے، اتصال وانفصال دونوں جائز ہے۔سیبویہ کے نزدیک اتصال واجب ہے صرف شعر میں جائز ہے۔

۲۔جب کان اور اس کی اخوات کی ضمیر ہو، سیبویہ کے نزدیک انفصال بہتر اور ابن مالک کے نزدیک اتصال بہتر ہے۔

۳۔ جب ضمیر، افعال قلوب جیسے خَالَ وغیرہ کا دوسرا مفعول واقع ہو اور دونوں مفعول مختلف ضمیریں ہوں۔ابن مالک کے نزدیک اتصال اَوْلیٰ سیبویہ کے نزدیک انفصال اَوْلیٰ ہے۔ابن عقیل نے اسے ترجیح دی ہے۔

لَکُنَّ لَهُ لَهُمَا لَهُمْ ،لَهَا ،لَهُمَا ،لَهُنَّ
دوم اسمائے اشارات (۱) ذَا (۲) وذَانِ وذَیْنِ (۳) وتَا (۴)
وتِیْ وتِهْ وذِهْ وذِهِیْ وَتِهِیْ

۱۔(**اسمائے اشارات**) یہ جمع ہے اسم اشارہ کی۔اسم اشارہ وہ اسم مبنی ہے جس کے ذریعہ ہاتھ وغیرہ سے محسوس (مُبْصَر) کی طرف اشارہ کیا جائے۔اسم اشارہ اشارہ کے لیے موضوع حرف مقدر سے مشابہت معنوی کی وجہ سے مبنی ہے۔اور جس کی طرف اشارہ کیا جائے اسے (مشارٌ الیہ) کہتے ہیں۔اسم اشارہ دو قسم پر ہے۔(۱) جو ظرف کے ساتھ خاص ہو۔جیسے هُنَا و ثَمَّ (۲) جو ظرف کے علاوہ مستعمل ہو۔جیسے ذا وغیرہ۔کمافی الخضری

۲۔(**ذا**) مبنی بر سکون واحد مذکر کی طرف اشارہ کے لیے ہے۔

۳۔(**ذَانِ وَذَیْنِ**) ذان مبنی بر الف بحالت رفع اور ذَین مبنی بر یاء بحالت نصب و جر تثنیہ مذکر کی طرف اشارہ کے لیے ہیں۔

۴۔(**تا**) سے لے کر تہی تک مبنی بر سکون واحد مؤنث کی طرف اشارہ کے لیے ہیں۔

وتَـــــانِ وَتَيْـــــنِ (۱) واُولاءِ (۲) بمد واُولٰی بقصر سوم اسمائے موصولہ (۳)
اَلَّـذِیْ (۴) اَللَّذَانِ وَاللَّذَینِ (۵) اَلَّذِیْنَ (٦) اَلَّتِی (۷) اَللَّتَانِ (۸) وَاللَّتَیْنِ (۹)

۱۔(**تَانِ وَ تَیْنِ**) مبنی برالف بحالت رفع تَیْنِ مبنی بریاء بحالت نصب وجر تثنیہ مؤنث کی طرف اشارہ کے لیے ہیں۔

۲۔(**اُوْلَآءِ**) اُولاءِ بروزن (فُعَالِ) مبنی برکسرہ ہے۔اوراس میں ''مدّ'' لغت حجاز ہے۔اُولٰی بروزن فُعَلٰ اس میں ''قصر'' لغتِ تمیم ہے۔جمع مذکراور مؤنث کی طرف اشارہ کے لیے ہے۔(تصریح۔مجیب النداء۔اشمونی)

یاد رہے کہ مداور قصر اوصاف معرب سے ہیں۔لہذا ان کا ممدود اور مقصور ہونا فقط صیغہ کے اعتبار سے ہے جیسے کہ قراء اور اہل لغت کے نزدیک معتبر ہوتا ہے۔(حواشی یٰس علی شرح الفاکہی)

۳۔(**اسمائے موصولہ**) اس کا واحد اسم موصول ہے یہ وہ اسم مبنی ہے جو اپنے صلہ اور عائد کے بغیر جملہ کا جزو تام نہ بن سکے۔صلہ سے مراد صلہ لغوی ہے نہ کہ اصطلاحی اسم موصول حرف سے مشابہت افتقاری کی وجہ سے مبنی ہے جس طرح حرف معنی میں اسم یا فعل کا محتاج ہے اسی طرح اسم موصول رفعِ ابہام میں صلہ کا محتاج ہوتا ہے۔(شرح جامی)

۴۔(**اَلَّذِیْ**) مبنی برسکون واحد مذکر عاقل اور غیر عاقل کے لیے ہے۔

۵۔(**اَللَّذَانِ**) مبنی برالف بحالت رفع، (**اَللَّذَیْنِ**) مبنی بریاء بحالت نصب وجر تثنیہ مذکر عاقل اور غیر عاقل کے لیے ہے۔

٦۔(**اَلَّذِیْنَ**) مبنی برفتحہ مذکر عاقل کے لیے ہے۔

۷۔(**اَلَّتِیْ**) مبنی برسکون واحد مؤنث عاقل اور غیر عاقل کے لئے ہے۔

۸۔(**اَللَّتَانِ**) مبنی برالف بحالت رفع، تثنیہ مؤنث عاقل اور غیر عاقل کے لیے ہے۔

۹۔(**اَللَّتَیْنِ**) مبنی بریاء بحالت نصب وجر تثنیہ مؤنث عاقل اور غیر عاقل کے لیے ہے۔

وَاللَّاتِي وَاللَّوَاتِي (۱) وَمَا (۲) وَمَنْ (۳) وَاَیٌّ وَاَیَّةٌ وَالِفٌ وَلَامٌ (۴)

۱۔(**اَللَّاتِی و اَللَّوَاتِی**) یہ دونوں مبنی بر سکون ہیں اور دونوں جمع مؤنث کے لیے ہیں۔ الرودانی کا خیال ہے کہ اللواتی، اللاتی کی جمع ہے جیسا کہ الھوادی، الہادی کی جمع ہے۔ (تصریح۔صبان۔حواشی یٰس علی مجیب النداء)

۲۔(**مَا**) یہ مبنی بر سکون ہے جو کہ واحد، تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث، عاقل اور غیر عاقل سب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ البتہ عاقل میں استعمال کم ہے۔

۳۔(**مَنْ**) یہ بالکل ما کی طرح ہے مگر اس کا استعمال عاقل میں زیادہ ہے۔

۴۔(**الف ولام بمعنی الذی**) اسے اَل اسمی بھی کہتے ہیں اور اس کے مقابلے میں اَل حرفی ہوتا ہے۔ جیسے الرّجل کا ال۔ (الف لام بمعنی الذی) الف اور لام ہو یا اَلْ ایک ہی بات ہے ال اسمیہ ہے جو کہ بمعنی الذی آتا ہے ال اسمیہ کا صلہ ہمیشہ صفت صریح ہوتی ہے۔ صفت صریح سے مراد اسم فاعل۔ اسم مفعول، اور اسم مبالغہ ہے۔ (کما فی الاشمونی) اس کے صفت مشبہ جیسے: ''حسن'' پر داخل ہونے میں اختلاف ہے ابن مالک کے نزدیک جائز ہے۔ اشمونی اور صبان منع کے قائل ہیں۔ جبکہ ابن ہشام کا قول مختلف ہے۔ انہوں نے شرح الشذ ور اور اوضح (توضیح) میں غیر منصرف کے باب میں تو جائز قرار دیا ہے مگر مغنی، شرح الشذ ور اور اوضح کے باب صفت مشبہ میں منع کے قائل ہیں بلکہ جو لام داخل ہو گا وہ موصول حرفی ہو گا۔ (شرح مجیب النداء اللفا کہی)

تنبیہ: یاد رہے اَیٌّ۔ اَلْ۔ ذُو اور ذَا چاروں عاقل اور غیر عاقل کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ عاقل سے مراد ملائکہ، انسان اور جن ہیں اور اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات پر درست نہیں۔ اسی لئے بعض نحا ۃ نے عاقل کی بجائے عالم اختیار کیا ہے۔

بمعنی اَلَّـــذِی دراسم فاعل واسم مفعول چوں اَلــضَّـــارِبُ(۱)
والــمَــضْـــرُوبُ(۲) وذُوْ(۳) بمعنی اَلَّـــذِی درلغت بنی طے
نحوجــآءَ نِــی ذُوْ ضَــرَبَکَ(۴) بدانکہ اَیٌّ وَاَیَّةٌ معرب ست(۵)

۱۔(**اَلضَّارِبُ**)بِمَعْنَی اَلَّذِیْ ضَرَبَ

۲۔(**اَلْمَضْرُوْبُ**)بِمَعْنَی اَلَّذِیْ ضُرِبَ

۳۔(**ذُوْ**) یہ دوقسم پر ہے(۱) بمعنی الذی اسے ذُوالطَّائِیَّہ کہتے ہیں اور مبنی بر سکون ہے۔مشہور قول کے مطابق یہ ہمیشہ مفرد اور مذکر استعمال ہوتا ہے جیسے ذُوْقَامَ۔ ذُوْقَامَا۔ ذُوْقَامُوْا۔ ذُوْقَامَتْ۔ ذُوْقَامَتَا۔ ذُوْقُمْنَ

(۲) ذُوْ بمعنی صاحب جیسے ذومالٍ یہ معرب ہے۔ذوالطائیہ ما اور مَنْ کی طرح عام ہوتا ہے۔

۴۔(**ذو کے بعد**)ضَرَبَ فاعل کی ضمیر کے لحاظ سے بدلتا رہے گا مگر ذو اسی طرح رہے گا۔

۵۔(**اَیٌّ و اَیَّةٌ**) کی کل چار حالتیں ہیں۔یہ دونوں تین حالتوں میں معرب اور ایک حالت میں مبنی ہیں۔اس اجمال کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) اَیٌّ اور اَیَّةٌ مضاف ہوں اور ان کا صدر صلہ مذکور ہو۔جیسے: اَیُّھُمْ ھُوَ قَائِمٌ۔اَیَّتُھُنَّ ھِیَ قَائِمَةٌ

(۲) اَیٌّ اور اَیَّةٌ مضاف ہوں مگر ان کا صدر صلہ مذکور نہ ہو۔جیسے: اَیُّھُمْ قَائِمٌ۔اَیَّتُھُنَّ قَائِمَةٌ

(۳) اَیٌّ اور اَیَّةٌ مضاف تو نہ ہوں مگر ان کا صدر صلہ مذکور ہو۔جیسے: اَیٌّ ھُوَ قَائِمٌ۔اَیَّةٌ ھِیَ قَائِمَةٌ

(۴) اَیٌّ اور اَیَّةٌ نہ تو مضاف ہوں اور نہ ہی ان کا صدر صلہ مذکور ہو۔جیسے: اَیٌّ قَائِمٌ۔اَیَّةٌ قَائِمَةٌ

اَیٌّ اور اَیَّةٌ ان چار حالتوں میں سے صرف دوسری حالت میں مبنی ہیں اور باقی تین حالتوں میں معرب ہیں۔ یہ مذہب سیبویہ کا ہے اور یہی راجح ہے۔

فائدہ: اَیٌّ اور اَیَّۃٌ موصولہ، شرطیہ اور استفہامیہ استعمال ہوتے ہیں۔ اسی طرح منادیٰ معرف باللام ان کی صفت بنتا ہے۔ جیسے یَآ اَیُّھَاالنَّاسُ میں الناس اَیُّ کی صفت ہے۔ علاوہ ازیں اَیٌّ اور اَیَّۃٌ نکرہ سے صفت اور معرفہ سے حال واقع ہوتے ہیں۔ بشرطیکہ یہ اپنے موصوف اور ذوالحال کے کمال پر دلالت کریں۔ جیسے مَرَرْتُ بِعَالِمٍ اَیِّ عَالِمٍ۔ مَرَرْتُ بِعَالِمَۃٍ اَیَّۃِ عَالِمَۃٍ۔ مَرَرْتُ بِزَیْدٍ اَیَّ رَجُلٍ۔ مَرَرْتُ بِمَارِیَۃَ اَیَّۃَ اِمْرَأَۃٍ مگر اَیٌّ اور اَیَّۃٌ موصولہ اور ندائیہ ہونے کے علاوہ باقی سب صورتوں میں معرب ہیں۔ (حاشیۃ الخضری مع الزیادۃ)

چہارم اسمائے افعال(۱) وآن بردوقسم است(۲) اوّل بمعنی
امر حاضر(۳)چوں رُوَیْدَ(۴)

۱۔(**اسمائے افعال**) یہ جمع ہے اسم فعل کی: اسم فعل وہ اسم مبنی ہے جس کا مدلول فعل ہو۔اس حیثیت سے کہ اس کی دلالت اپنے معنی پر بھی ہو۔ جیسے صَہْ یہ اسم مبنی ہے اوراس کا مدلول لفظ (اُسْکُتْ)(۱) فعل امر ہے جبکہ اس کی دلالت اپنے معنی پر بھی ہے۔ یہ تعریف جمہور بصریوں کے نزدیک ہے۔

۲۔(**اسم فعل**) یہ جمہور کے نزدیک تین قسم پر ہے۔تیسری قسم اسم فعل برائے مضارع ہے۔ جیسے اُفٍّ بمعنی اَتَضَجَّرُ ہے۔البتہ ابن حاجب صرف دو کے قائل ہیں۔مصنف نے یہاں ابن حاجب کی اتباع کی ہے۔

۳۔(**بمعنی امر حاضر**) اس عبارت کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔(۱) اسم فعل امر حاضر کے معنی پر براہ راست دلالت کرے(۲) یا بواسطہ فعل امر دلالت کرے۔جمہور بصریوں کا یہی مذہب ہے۔

۴۔(**رُوَیْدَ**) یہ مبنی برفتحہ ہے یہ اس اسم فعل کی مثال ہے جو اس مصدر سے منقول ہو جس کا فعل مستعمل ہو۔رُوَیْدَ کی دلالت اَمْهِلْ بمعنی "مہلت دو" پر ہے۔

---

(۱)۔اُسْکُتْ صَہْ کا اجمالی مدلول ہے اوراس کا تفصیلی مدلول یہ ہے اُسْکُتِ الْآنَ سُکُوْتًا تَامًّا۔صَہْ معرفہ ہے اور جب اسے صَہٍ تنوین کے ساتھ پڑھیں گے تو نکرہ ہوگا اوراس کا مدلول: اُسْکُتْ سُکُوْتًا مَّا فِیْ وَقْتٍ مَّا ہوگا۔

وَبَلْهَ(۱)وَحَيَّهَلْ (۲) وَهَلُمَّ(۳)

۱۔(**بَلْهَ**) یہ مبنی برفتحہ ہے یہ اس اسم فعل کی مثال ہے جو ایسے مصدر سے منقول ہے جس کا فعل مستعمل نہیں۔بَلْہَ کی دلالت دَعْ بمعنیٰ ''چھوڑ دے'' پر ہے(۱)۔

۲۔(**حَيَّهَلْ**) یہ مبنی برفتحہ یا سکون ہے(۲)۔حَيّ اور ھل اسمائے اصوات سے منقول ہیں۔اگر حیھل لازم ہوتو بمعنی اِیْتِ (آؤ) یا اَقْبِلْ (آگے بڑھو) اور اگر متعدی ہوتو بمعنی اُحْضِرْ (حاضر کرو) یا قَدِّمْ (آگے بڑھاؤ) یا عَجِّلْ (جلدی کرو) آتا ہے۔

''حیھل'' یہ ان افعال میں سے ہے جو کبھی فعل لازم اور کبھی فعل متعدی کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں اگر حیھل حرف جر کے ساتھ استعمال ہوتو لازم ہے جیسے حَيَّهَلْ عَلَى الْخَيْرِ (آؤ نیکی کی طرف) نہیں تو متعدی جیسے حَيَّهَلِ الثَّرِيْدَ (ثرید لاؤ) بمعنی اُحْضِرْ

۳۔(**هَلُمَّ**) یہ مبنی برفتحہ ہے اور خلیل کے نزدیک ھَا اور لُمَّ سے مرکب ہو کر منقول ہے حجازیوں کے ہاں ھَلُمَّ میں

---

(۱)۔بَلْہَ۔ابن یعیش فرماتے ہیں بَلْہَ دو قسم پر ہے ایک وہ ہے جو اسمائے افعال میں سے ہے جیسا کہ صَہْ اور دوسرا وہ جو مصدر ہے اور اپنے مابعد کی طرف مضاف ہوتا ہے۔جب یہ اسم فعل ہوگا تو دَعْ کے معنی میں ہوگا اور فعل کے قائم مقام واقع ہونے کی وجہ سے مبنی ہے بلہ میں لام اور ہاء دو ساکن جمع ہونے کی وجہ سے ہاء کو حرکت دی گئی اور حرکت فتحہ باء کی اتباع کی وجہ سے ہے۔لام ساکن ہونے کی وجہ سے حاجز (رکاوٹ) شمار نہیں کیا گیا ابوالحسن اخفش کے نزدیک بلہ حرف جر ہے حاشا اور عدا کی طرح۔ابوزید نے بلہ کو ''بَہْل'' قلب کے ساتھ نقل کیا ہے۔

(۲)ابن عصفور المقرب میں (ص:۱۹۸) پر فرماتے ہیں ''حیھل۔بفتح اللام وتسکینہا لیکن اگر حیھل کو مابعد کسی ساکن حرف سے ملائیں گے جیسے: حیھل الصلوۃ تو پھر لام پر فتحہ پڑھنا فصیح ہے چنانچہ شرح لشرح مائۃ عامل (ص:۱۱۵) پر ہے وَفِي الْمُرَكَّبِ لُغَاتُ حَيَّهَلَ بِحَذْفِ اَلِفِ هَلَا لِلتَّرْكِيْبِ حَتّٰى تَكُوْنَ كَخَمْسَةَ عَشَرَ وَقَدْ يُسَكَّنُ هَاؤُهٗ لِتَوَالِي الْفَتْحَاتِ نَحْوُ حَيْهَلَ (ثُمَّ قَالَ الشَّارِحُ): فَاللَّامُ فِيْ قَوْلِ مُصَنِّفٍ حَيَّهَلَ الصَّلٰوةَ يَنْبَغِيْ اَنْ يُضْبَطَ بِالْفَتْحِ لَا بِالْكَسْرِ فَاِنَّهٗ فَرْعُ جَوَازِ حَيَّهَلْ بِسُكُوْنِ اللَّامِ وَهُوَ لَا يَجُوْزُ اِلَّا لِضَرُوْرَةِ الْقَافِيَةِ عَلٰى مَا...

تصریف نہیں ۔اگر یہ لازم ہو جیسے ھَلُمَّ یا زید تو بمعنی اِیتِ (آؤ) یا اُقرُبْ (قریب ہو جاؤ) اور اگر متعدی ہو جیسے ھلم شھداء کم ......الآیۃ تو بمعنی اَحضِرْ (حاضر کرو) یا قَرِّبْ (قریب کرو) آتا ہے۔(شرح الفاکہی وحاشیۃ الخضری)

حجازیوں کے نزدیک ھلم بلفظ واحد سب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔قرآن مجید میں لفظ واحد ہی استعمال ہوا ہے۔ھَلُمَّ یا زَیدُ، ھَلُمَّ یا زَیدَانِ، ھَلُمَّ یا زَیدُونَ۔ ھَلُمَّ یا ھِندُ، ھَلُمَّ یا ھِندَانِ، ھَلُمَّ یا ھِندَاتُ۔البتہ بنی تمیم کے نزدیک ھلم کے ساتھ ضمیر مرفوع بارز کا اتصال ہوگا۔جیسے ھَلُمَّ یَا زَیدُ، ھَلُمَّا یَا زَیدَان، ھَلُمُّوا یَا زَیدُون، ھَلُمِّی یَا ھِندُ، ھَلُمَّا یَا ھِندَانِ، ھَلْمُمْنَ یَا ھِندَاتُ ۔یہی مذھب بصریوں اور کوفیوں کا ہے۔(دیکھئے شرح ابن یعیش)

دوم بمعنی فعل ماضی (۱) چوں هَيْهَاتَ (۲) وَشَتَّانَ (۳)

۱۔(**بمعنی فعل ماضی**) اس کے بھی "بمعنی فعل امر حاضر" کی طرح دو مفہوم ہیں۔

۲۔(**هَيْهَاتَ**) اہل حجاز اسے مبنی برفتحہ پڑھتے ہیں اس کی دلالت (بَعُدَ جِدًّا) پر ہے اس کے فاعل پر کبھی لام داخل ہوتا ہے۔جیسے هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوعَدُونَ ۔

۳۔(**شَتَّانَ**) یہ مبنی برفتحہ ہے۔البتہ فراء سے کسرہ بھی منقول ہے۔اس کی دلالت (اِفْتَرَقَ جِدًّا) پر ہے (۱) جمہور کے نزدیک اُفْتَرَقَ مطلق ہے مگر زمخشری کے نزدیک صرف احوال و معانی میں مستعمل ہوتا ہے۔(اشمونی، خضری، تصریح)

اسمائے افعال کے مبنی ہونے کی مختلف وجوہات ہیں:

(۱) مبنی اصل یعنی فعل ماضی مطلقا اور فعل امر حاضر معلوم کی جگہ استعمال۔یہ توجیہ ابن یعیش نے شرح المفصل میں بیان کی ہے۔میں یہ کہتا ہوں کہ اُفّ جو کہ اَتَضَجَّرُ فعل مضارع کے معنی میں ہے مضارع کی مشابہت کی وجہ سے مبنی ہے کیوں کہ مضارع فعل ہے اور فعل میں اصل بناء ہے (۲) (بقیہ شرح بر صفحہ آئندہ)

....

(۱) وَشَتَّانَ ۔ابن یعیش کہتے ہیں کہ اس کا مسمی یعنی مدلول اِفْتَرَقَ اور تَبَاعَدَ ہے اور مبنی علی الفتح ہے کبھی اس کے نون پر کسرہ پڑھا جاتا ہے مگر فتحہ مشہور ہے اور یہ فعل ماضی کی جگہ واقع ہونے کی وجہ سے مبنی ہے۔فعل ماضی سے مراد افترق اور تباعد ہے۔

(۲)۔فعل میں بناء اصل ہے چنانچہ ابن عقیل شرح الفیہ میں فرماتے ہیں:

"مَذْهَبَ الْبَصْرِيِّيْنَ اَنَّ الْاِعْرَابَ اَصْلٌ فِي الْاَسْمَاءِ وَفَرْعٌ فِي الْاَفْعَالِ فَالْاَصْلُ فِي الْاَفْعَالِ الْبِنَاءُ عِنْدَهُمْ ۔

علامہ زمخشری نے اسمائے افعال کی بناء کی علت ان کے فعل کی جگہ واقع ہونا بتلائی ہے۔لہذا اسمائے افعال بمعنی مضارع اگرچہ استعمال میں مبنی اصل کی طرح نہیں لیکن فعل کی جگہ استعمال ہونے کی وجہ سے بناء پر مبنی ہیں۔ابن عصفور کے نزدیک بھی اسمائے افعال مذکورہ علت کی وجہ سے مبنی ہیں۔(کمافی الاشباہ)

البتہ جن حضرات کے نزدیک جیسا کہ ابن الحاجب وغیرہ اسمائے افعال صرف دو قسم پر ہیں بمعنی امر اور بمعنی ماضی تو وہ اسمائے افعال بمعنی امر اور ماضی کو امر و ماضی کے معنی میں ہونے کی وجہ سے مبنی ٹھہراتے ہیں باقی رہے اسمائے افعال بمعنی مضارع جیسے اُفّ اور اَوّہ تو وہ یہ کہتے ہیں کہ اُفّ اور اَوّہ اصل میں تَضَجَّرْتُ اور تَوَجَّعْتُ کے معنی میں ہیں اور انہیں مجازا استقبال کے معنی میں لیا جاسکتا ہے (کمافی غایۃ التحقیق)

پنجم اسمائے اصوات(۱)

(بقیہ شرح صفحہ سابقہ)(۲)حرف سے مشابہت یعنی جس طرح حرف عامل ہوتا ہے نہ کہ معمول اسی طرح اسم فعل بھی عامل ہوتا ہے نہ کہ معمول یہ وجہ ابن عقیل نے بیان کی ہے۔اور یہ مشابہت صرف حروف عاملہ سے ہے جیسا کہ صبان نے بیان کیا ہے۔

۱۔(**اسمائے اصوات**) یہ جمع ہے اسم صوت کی اسم صوت وہ اسم مبنی ہے جس کے ساتھ کوئی آواز نقل کی جائے یا حیوانات کو آواز دی جائے۔جیسے (۱)غَاقِ (کوے کی آواز کی نقل)(۲)طَاقِ (مارنے کی آواز کی نقل)(۳)ئِخْ بَ (اونٹ کو ڈانٹنے کی آواز)(۴)عَدَسْ (خچر کو ڈانٹنے کی آواز) کمافی التسہیل۔

اسمائے اصوات حروف مہملہ(عاطلہ،غیر عاملہ) جیسے ہل اور بلی سے شبہ اہمالی کی وجہ سے مبنی ہیں یعنی جس طرح بعض حروف نہ عامل ہوتے ہیں اور نہ ہی معمول اسی طرح اسمائے اصوات بھی نہ عامل ہیں اور نہ ہی معمول۔(یہ وجہ اشمونی،صبان اور خضری کے نزدیک ہے)

چوں اُخ اُخ (۱) و اُف (۲) و بَخّ (۳) و نَخّ (۴)

۱۔(**اُخ اُخ**) مبنی بر سکون، کھانسی کی آواز کے لیے ہے۔

۲۔(**اُف**) یہ مبنی بر سکون ہے اور یہ دکھ اور افسوس کے اظہار کے لیے مستعمل ہے۔ اف کئی طریقوں پر پڑھا جاتا ہے۔ اُفّ اسم فعل بھی مستعمل ہوتا ہے۔

۳۔(**بَخّ**) یہ مبنی ہے اور اس پر فتحہ اور کسرہ دونوں آتے ہیں۔ بخ وہ کلمہ ہے جسے کسی کی تحسین ومدح کے لیے استعمال کرتے ہیں جیسا کہ اردو زبان میں آفرین اور شاباش استعمال ہوتا ہے۔ (شرح الفاکہی)

۴۔(**نَخّ**) مبنی بر فتحہ اونٹ کو بٹھانے کی آواز کے لیے مستعمل ہے۔

اسمائے اصوات کے مبنی ہونے کی درج ذیل وجوہ ہیں:

(۱)۔اصوات کی حکایت جیسے غاق۔

(۲)۔فعل کے قائم مقام ہونا جیسے: (۱) اَخّ بمعنی اَکرَہُ (۲) مِضّ بمعنی اِعذِرُ (۱) (شرح مفصل لابن یعیش۔شرح الفاکہی)

(۳) حرف سے شبہ اہمالی، شبہ اہمالی یہ ہے کہ جس طرح حرف مہمل جیسے بلی نہ عامل ہے نہ معمول اسی طرح اسمائے اصوات نہ عامل ہیں اور نہ ہی معمول (یہ وجہ خضری، اشمونی اور صبان کے نزدیک ہے)

....

(۱) ابن مالک تسہیل (ص:۲۱۵) میں مِضّ کے بارہ میں فرماتے ہیں:

وَرُبَمَا سُمّیَ بَعْضُهَا (اَیْ بَعْضُ اَسْمَاءِ الْاَصْوَاتِ) بِاسْمٍ فَبُنِیَ لِسَدِّهِ مَسَدَّ الْحِکَایَةِ کَ(مِضّ) اَلْمُعَبَّرَةِ عَنْ صَوْتٍ مُغْنٍ عَنْ ((لَا)) مصباح اللغات میں ((مِضّ)) کا معنی یہ بیان کیا گیا ہے۔

''دو ہونٹوں سے ''نہیں'' کے مانند کلمہ نکالنا اور کچھ امید بھی دلانا۔

وغَاقِ (۱) ششم اسمائے ظروف (۲) ظرفِ زمان چوں اِذْ (۳) وِاذا (۴) ومَتیٰ (۵)

۱۔(**غَاقِ**) یہ مبنی بر کسرہ کوے کی آواز کی نقل کے لیے۔

۲۔(**اسمائے ظروف**) یہ ظَرْف کی جمع ہے۔ظرف وہ اسم ہے جس میں کوئی کام واقع ہو اس کی دو قسمیں ہیں۔(۱) زمان (۲) مکان۔ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں:

(۱) مبہم جس کی کوئی حد معین نہ ہو۔جیسے دھر، حین، تحت، فوق

(۲) محدود جس کی حد معین ہو۔جیسے یوم، لیل، بیت، دار

ظرف زمان ومکان کی دوسری تقسیم یہ ہے (۱) متصرف وہ ہے جو کبھی غیر ظرف استعمال ہو سکے۔مثلاً فاعل مبتدا جیسے (یوم، لیل) (۲) غیر متصرف جو ظرف واقع ہو جیسے قبل و بعد و بدل بمعنی مکان

۳۔(**اِذْ**) یہ مبنی برسکون ماضی کے لیے ظرف زمان مبہم ہے۔حرف سے مشابہت افتقاری کی وجہ سے مبنی ہے کیونکہ اِذْ ابہام کی وجہ سے مضاف الیہ کا محتاج ہے۔

۴۔(**اِذَا**) یہ مبنی برسکون اور مستقبل کے لیے ظرف زمان مبہم ہے۔حرف سے مشابہت افتقاری کی وجہ سے اور حرف ربط کے معنی کے تضمن کی وجہ سے مبنی ہے۔

۵۔(**مَتیٰ**) یہ مبنی برسکون حرف استفہام اور شرط کے معنی کے تضمن یا عدم تصرف کی وجہ سے مبنی ہے۔

وَکَیْفَ(۱)وَاَیَّانَ(۲)وَاَمْسِ (۳)ومُذْ(۴)وَمُنْذُ(۵)وَقَطُّ
وَعَوْضُ(۶)وَقَبْلُ وَبَعْدُ(۷)وقتیکہ مضاف باشند ومضاف الیہ محذوف منوی باشد

۱۔(**کَیْفَ**) یہ مبنی برفتحہ ہے حرف استفہام کے معنی کے تضمن یا عدم تصرف کی وجہ سے مبنی ہے اور یہ اسم صریح غیر ظرف ہے۔

۲۔(**اَیَّانَ**) یہ مبنی برفتحہ ہے حرف استفہام اور شرط کے معنی کے تضمن یا عدم تصرف کی وجہ سے مبنی ہے۔

۳۔(**اَمْسِ**) یہ اہل حجاز کے نزدیک علی الاطلاق مبنی برکسرہ ہے۔ بشرطیکہ اس سے مراد معین اَمْسِ ہو۔ اور الف لام اضافت تصغیر اور تکسیر سے خالی ہو۔ اور یہ لام تعریف کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہے۔ ابن کیسان کے نزدیک امس فعل ماضی کی معنی میں ہونے کی وجہ سے مبنی ہے۔ امس مبنی برحرکت اس لیے ہے تاکہ یہ معلوم ہو اس کا اعراب میں کوئی اصل موجود ہے بنو تمیم میں سے بعض اسے علمیت اور امس سے معدول ہونے کی وجہ سے غیر منصرف کا اعراب دیتے ہیں اور ان کی اکثریت اس اعراب کو حالت رفع کے ساتھ خاص کرتی ہے اور حالت نصب وجر میں اسے مبنی برکسرہ کرتی ہے پس اگر سابقہ شرائط میں کوئی سی شرط نہ پائی جائے تو اس کے معرب منصرف پڑھنے میں کوئی اختلاف نہیں اور اسی طرح امس اگر بغیر ال ہو اور اس سے ظرف معین مراد ہو۔ اس کے مبنی ہونے میں کوئی اختلاف نہیں بلکہ یہ بالاجماع مبنی ہے۔ (رضی۔ شرح الفاکہی۔ حواشی لیس علی شرح الفاکہی)

۴۔(**مُذْ**) یہ مبنی برسکون ہے زیادہ تر اسم اور کبھی کبھار حرف استعمال ہوتا ہے اگر حرف ہو تو مبنی ہونا ظاہر ہے اور جب اسم ہو تو حرف کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہے۔

۵۔(**مُنْذُ**) یہ مبنی برضمہ ہے۔ ضمہ میم کی اتباع کی وجہ سے ہے حروف میں صرف یہی مبنی برضمہ ہے۔ منذ زیادہ تر حرف اور کبھی اسم واقع ہوتا ہے۔ اس کی بناء کی علت مذ کی طرح ہے۔

۶۔(**قَطُّ وعَوضُ**) یہ دونوں مبنی برضمہ ہیں قطّ زمانہ ماضی میں استغراق نفی اور عوض زمانہ مستقبل میں استغراق نفی کے لیے آتا ہے۔قطّ لام استغراق کے تضمن کی وجہ سے مبنی ہے اور عوض قبل اور بعد کی طرح مقطوع عن الاضافت ہونے کی وجہ سے مبنی ہے۔(رضی)

۷۔(**قَبلُ و بَعدُ**) ان کے استعمال کی کل چار حالتیں ہیں تین حالتوں میں معرب اور ایک حالت میں مبنی ہے ان کا مضاف الیہ جب مذکور ہو جیسے مِنْ قَبلِ زَیدٍ وَمِنْ بَعدِہ یا محذوف منتظر ہو جیسے مِنْ قَبلِ وَمِنْ بَعدِ یا محذوف نسیا منسیا ہو یعنی لفظ اور نیت دونوں لحاظ سے محذوف ہے جیسے مِن قبلٍ ومِنْ بعدٍ ان تینوں صورتوں میں معرب ہیں لیکن اگر ان کا مضاف الیہ لفظاً محذوف ہو مگر نیت میں مراد ہو جیسے مِنْ قَبلُ وَمِنْ بَعدُ تو مبنی ہوں گے۔اس صورت میں قبل اور بعد اس لیے مبنی ہے کہ ان کی حرف سے مشابہت افتقاری ہے جس طرح حرف اپنے معنی دینے میں غیر کا محتاج ہے اسی طرح یہ اپنا معنی دینے میں مضاف الیہ کے محتاج ہیں (۱)۔البتہ جب مضاف الیہ ظاہر ہو تو یہ معرب ہیں۔گو یہاں بھی احتیاج ہے مگر اضافت چونکہ اسماء کا خاصہ ہے اس لیے اسمیت کی جانب غالب ہو کر معرب ہو جائیں گے۔(رضی)

---

(۱) فاکہی شرح القطر (۵۲/۱) پر فرماتے ہیں قبلُ وبعدُ کے تین صورتوں میں معرب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان صورتوں میں ان کی حرف سے مشابہت کاملہ نہ تھی پس اس وجہ سے یہ اپنے اصل وضع کے مقتضی پر باقی رہے جو کہ اعراب ہے اور شرط مذکور پائے جانے کی وجہ سے یہ مبنی ہوئے۔کیونکہ اس صورت میں یہ اضافت کے معنی جو کہ معنی حرفی ہے کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ٹھہرے علاوہ ازیں ان میں حرف کے ساتھ جمود،افتقار اور توغل فی الابہام میں مشابہت موجود ہے بعض کہتے ہیں کہ ان کی حرف کے ساتھ مشابہت استغنائی ہے جس کی وجہ سے مبنی ہوئے مشابہت استغنائی کا مفہوم یہ ہے کہ جس طرح بعض حروف جیسے بلی اور نعم اپنے مابعد کے محتاج نہیں ہوتے یعنی اس سے مستغنی ہوتے ہیں اسی طرح قبل وبعد بصورت بناء مابعد سے مستغنی ہو جاتے ہیں۔

وظرف مکان چوں حَیۡثُ (۱) وَقُدَّامُ (۲) وتَحۡتُ
وَفَوۡقُ وقتیکہ مضاف باشند ومضاف الیہ محذوف منوی باشد

۱۔(**حَیۡثُ**) یہ مبنی برضمہ مکان مبہم کے لیے اور کبھی زمان مبہم کے لیے بھی مستعمل ہوتا ہے۔حیث بھی حرف سے مشابہت افتقاری کی وجہ سے مبنی ہے۔

(**فائدہ**) اِذْ اِذا اور حیث کو ہمیشہ مضاف ہوتے ہیں اور اضافت اسماء کا خاصہ ہے۔مگر مضاف الیہ چونکہ جملہ ہوتا ہے اس لیے یہ اضافت، اضافت نہ ہونے کی طرح ہے کیونکہ اضافت جملے کی طرف نہیں ہوتی بلکہ مصدر جملہ کی طرف ہوتی ہے۔لہٰذا یہ قبل اور بعد کی طرح مقطوع از اضافت گردانے گئے۔

۲۔(**قُدَّامُ وَتَحۡتُ وَفَوۡقُ**) یہ جہات ستہ میں سے ہیں۔باقی جہات یمین شمال اور خلف ہیں یہ بناء اور اعراب میں قبل وبعد کی طرح ہیں۔

تنبیہ: بعض علمائے نحو نے ظروف مذکورہ کو حرف سے شبہ جمودی کی وجہ سے مبنی قرار دیا ہے شبہ جمودی یہ ہے کہ جس طرح حرف میں تصرف نہیں اسی طرح ان ظروف میں تصرف نہیں۔

ہفتم اسمائے کنایات (۱) چوں کَم (۲) وَ کَذَا (۳)

۱۔(**اَسمَائے کِنَایَاتْ**) اس کا واحد اسم کنایہ ہے یہ وہ اسم ہے جس کے ذریعہ عدد مبہم یا حدیث مبہم یا عَلَم شخصی سے کنایہ کیا جائے ۔جیسے کم اور کذا عدد مبہم ۔کیت وذیت حدیث مبہم اور فلان (۱) اور فلانۃ علم شخصی سے کنایہ ہیں۔ یاد رہے کہ کنایہ کا لغوی معنی تَوْرِیہ یعنی چھپانا ہے۔اسمائے کنایہ ظروف کی طرح دو قسم پر ہیں۔(۱) معرب جیسے فلان وفلانہ (۲) مبنی جیسے کم وکذا مگر یہاں مراد مبنی ہیں۔

۲۔(**کَمْ**) یہ مبنی برسکون ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں۔(۱) استفہامیہ (۲) خبریہ۔کم استفہامیہ صرف استفہام کے معنی کے تضمن کی وجہ سے مبنی ہے اور کم خبریہ رُبَّ تکثیریہ کے معنی کو متضمن ہونے یا حرف سے شبہ وضعی کی وجہ سے یا کم استفہامیہ پر قیاس کی وجہ سے مبنی ہے۔آخری علت رضی نے بیان کی ہے۔

۳۔(**کَذَا**) یہ مبنی برسکون ہے اور کاف تشبیہیہ یا زائدہ اور ذا اسم اشارہ سے مرکب ہے۔کذا کیلا۔کذا کذا مکرر بغیر عطف اور کذا وکذا باعطف بھی استعمال ہوتا ہے۔کذا چونکہ کاف اور ذا سے مرکب ہے اور دونوں مبنی ہیں۔اس لیے مبنی ٹھہرا۔

فائدہ: کم استفہامیہ سے شئی کی کمیت کے بارہ میں سوال ہوتا ہے اور کم خبریہ کسی چیز کی کثرت پر دلالت کرتا ہے۔کذا عدد مبہم قلیل ہو یا کثیر دونوں پر دلالت کرتا ہے۔نیز کذا کبھی غیر عدد کے لیے بھی آتا ہے۔جیسے قَال فُلَانٌ کَذَا۔

---

(۱)۔سیوطی الاشباہ (۲۵۹/۱) میں ذکر کرتے ہیں کہ جب کسی انسان سے کنایہ کریں گے تو مرد کے لئے فلان اور عورت کے لئے فلانۃ کا استعمال ہوگا اور بسیط سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کسی حیوان سے کنایہ کریں گے تو اس پر الف لام داخل کریں گے جیسے الفلان والفلانہ تاکہ دونوں کنایوں میں فرق ہو سکے۔اور الف لام کو بطور خاص دو وجہ سے داخل کیا گیا ہے ایک وجہ تو یہ ہے کہ حیوان کا انسان سے تعریف میں درجہ کم تر ہے لہذا حیوان پر الف لام داخل کر کے درجہ کی کمی کا ازالہ کیا گیا، دوسری وجہ یہ ہے کہ حیوان کے اعلام (نام) کم ہیں پس اس قلت کی وجہ سے زیادتی کے قابل ٹھہرا گویا کہ قلت کا جبیرہ زیادت اُن سے کیا گیا ہے۔

کنایت از عدد(۱) وَ کَیْتَ وَذَیْتَ (۲) کنایت از حدیث (۳) ہشتم مرکب بنائی (۴)
چوں اَحَدَ عَشَرَ فصل بدانکہ اسم بر دو قسم ست معرفہ ونکرہ معرفہ (۵) آنست کہ موضوع باشد

۱۔(**عدد**) زرقانی کہتے ہیں کہ عدد سے مراد معدود ہے۔

۲۔(**کَیْتَ وذَیْتَ**) کَیْتَ اور ذَیْتَ دونوں مبنی برفتحہ ہیں۔کبھی مبنی برضمہ یا کسرہ بھی استعمال ہوتے ہیں۔دونوں ہمیشہ واؤ عاطفہ کے ساتھ مکرر استعمال ہوتے ہیں۔کیت اور ذیت کے بناء کی کئی وجوہ بیان کی جاتی ہیں۔(۱) کیونکہ یہ دونوں جملہ سے کنایہ ہوتے ہیں اور جملہ مبنی الاصل ہے جیسا کہ بعض کا مذہب ہے۔رضی اور جامی کے نزدیک اس لیے مبنی ہیں کہ یہ جملہ کی جگہ واقع ہوتے ہیں جملہ کو نہ اعراب چاہتا ہے نہ بناء مگر چونکہ اسم مفرد جملہ کی جگہ واقع ہوا اور مفرد اعراب یا بناء سے خالی نہیں ہوسکتا اس لیے اسے بناء دی گئی جو کہ کلمات مفردہ میں ترکیب سے پہلے اصل ہوتی ہے۔

۳۔(**حدیث**) شرح جامی میں حدیث کے بعد جملہ کا بھی اضافہ ہے۔

۴۔(**مرکب بنائی**) مرکب بنائی کی تعریف اور تقسیم گزرچکی ہے۔مرکب بنائی حرف عطف واؤ (۱) کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہے۔

۵۔(**اسم معرفہ**) اسم معرفہ یا تو ایک وضع کے ساتھ ایک ہی چیز پر دلالت کرے گا جیسے زید یا کئی پر مگر استعمال میں تعیین ہوگی۔جیسے اسم ضمیر، اسم موصول اور علم جنسی۔

---

(۱) علامہ سکاکی مفتاح العلوم مبحث علم النحو صفحہ ۳۸ پر مرکب بنائی کا دوسرا جزء یعنی عجز کسی حرف کو متضمن ہوتا ہے۔اس کے بارہ میں فرماتے ہیں:

وَتَاسِعُهَامَا يَتَضَمَّنُ مَعْنَى حَرْفِ الْاِسْتِفْهَامِ اَوِ الْجَزَاءِ مَا عَدَا اَيًّا اَوْ مَعْنَى غَيْرِ ذَالِكَ لٰكِنْ مِنْ اَعْجَازِ الْمُرَكَّبَاتِ كَنَحْوِ اَحَدَ عَشَرَ وَاَخَوَاتِهٖ وَكَذَا حَيْصَ بَيْصَ اِلٰى...... حَاثَ بَاثَ لِتَضَمُّنِ الْاَعْجَازِ فِيْهَا كُلِّهَا مَعْنَى حَرْفِ الْعَطْفِ وَكَذَا جَارِىْ بَيْتَ بَيْتَ لِتَضَمُّنِ الْعَجْزِ اِمَّا مَعْنَى اللَّامِ اَوْ مَعْنَى اِلٰى عِنْدَ اَصْحَابِنَا وَالْاَوْلٰى عِنْدِىْ اَنْ يُّضَمَّنَ مَعْنَى حَرْفٍ غَيْرِ عَامِلٍ فِيْهِ كَفَاءِ الْعَطْفِ لِسِرٍّ تَطَّلِعُ عَلَيْهِ فِىْ خَاتِمَةِ الْكِتَابِ بِاِذْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔

براۓ چیزے معین وآن بر ہفت (۱) نوع ست اول مضمرات (۲) دوم اعلام (۳) چوں زَیْدٌ وَعَمْرٌو سوم اسمائے اشارات چہارم اسمائے موصولہ واین دو قسم را مبہمات (۴) گویند پنجم معرفہ بندا (۵) چوں یَارَجُلُ

۱۔(**ہفت نوع**) مصنف رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ نحو میر میں مَعْرِفَہ کی سات اقسام ذکر فرمائی ہیں جبکہ ابن مالک نے الفیہ (۱) میں اور اسی طرح ابن ہشام نے بعض مقامات پر چھ اقسام کا ذکر کیا ہے اور انہوں نے معرفۃ بہ نداء کا ذکر نہیں فرمایا۔

ابن عصفور نے اَلْمُقَرَّب (ص:۲۹۸) میں صرف پانچ ذکر فرمائے ہیں۔ اسمائے موصولہ کا اور منادی کا ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ ان کے نزدیک اسمائے موصولہ معرفہ بہ اَلْ میں شامل ہیں اور انہوں نے معرفہ بہ نداء کو منادی میں ذکر کیا ہے۔

فوائد: (۱) ابن عصفور فرماتے ہیں کہ وہ نکرہ جو مذکورہ معارف کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے معرفۃ بنتا ہے اس کی اضافت محضہ (معنوی) ہوگی نہ غیر مَحْضَہ یعنی لفظی۔

(۲) وہ اسم نکرہ جو اَلْ کی وجہ سے معرفہ بنتا ہے اگر اَلْ کو ساقط کر دیں تو وہ اعلام میں شمار ہوگا جیسے الحسن (۲)

(۳) خضری فرماتے ہیں کہ اَعْرَفُ الْمَعَارِفِ بِالْاِجْمَاعِ اسم الجلالہ (لفظ اللہ) ہے پھر اصح قول کے مطابق ضمیر ہے نہ کہ علم اور اسم اشارہ پھر ضمائر میں اعرف متکلم کی ضمیر پھر مخاطب کی ضمیر پھر اس غائب کی ضمیر ہے جو ابہام سے خالی ہو اور اس کی صورت یہ ہے کہ اس ضمیر غائب سے پہلے صرف ایک اسم مذکور ہو۔ بخلاف جَاءَ زَیْدٌ وَ عَمْرٌو فَاَکْرَمْتُهٗ۔ تو یہ

---

(۱)۔ خضری حاشیۃ (۵۳/۱) میں فرماتے ہیں کہ ابن مالک نے الفیہ میں منادی کا ذکر نہیں کیا بلکہ منادی کی طرح اسم فعل غیر منون [جیسے صَهْ] اور اَجْمَعُ برائے تاکید کو اپنے ابواب میں ذکر کرنے کی وجہ سے ترک کیا۔ البتہ سحر کو غیر منصرف کے باب میں شامل کیا ہے اور اس پر امس کو قیاس کر سکتے ہیں بعض نحات نے ان سب کو مذکورہ اقسام کی طرف لوٹایا ہے کیونکہ اَجْمَعُ کی تعریف علمیت جنسیہ یا اضافت مقدرہ اور باقی کی اَلْمقدرہ کی وجہ سے ہے مگر تسہیل میں ابن مالک نے منادی کی تعریف کا سبب مواجہ اور اقبال علی المنادی یعنی قصد و ارادہ کو قرار دیا ہے نہ کہ اَلْ کو۔

(۲) الحسن پر لام، برائے لمح صفت ہے یعنی یہ مدخول کی صفت کی طرف اشارہ کے لئے داخل کیا جاتا ہے اور اگر صفت کی طرف اشارہ کرنا مقصود نہ ہو تو اسے داخل نہیں کرتے۔

علم کی طرح یا اس سے کم تر ہے۔ جیسا کہ التصریح میں ہے یہاں علم سے مراد علم شخصی ہے نہ کہ جنسی کیونکہ علم جنسی تمام معارف سے کم تر ہے(۱) (هکذا فی التسهیل) باقی رہا مضاف تو یہ ابن مالک کے نزدیک مطلقا مضاف الیہ کے حکم میں ہے البتہ اکثر علمائے نحو کے نزدیک مضاف الی الضمیر علم کی طرح ہے۔

علامہ سیوطی الاشباہ (۱/۲/۳۶) میں معرفہ کی سات اقسام ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ایک قوم نے ان پر تاکید کے صیغوں کا اضافہ کیا ہے اور وہ صیغے أَجْمَعُوْنَ، أَجْمَعُ، جُمْعَاء اور جُمَعُ ہیں ان کے نزدیک یہ غیر منقول (مرتجل) صیغے ہیں جو معارف کی تاکید کے لئے وضع ہیں اور ان میں کوئی ایسا قرینہ نہیں جو انکی تعریف پر دلالت کرے اور معرف خارجی کی تقدیر بعید ہے اور اس قول کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اجمعون جمع ہونے کے باوجود نکرہ نہیں ہے پس اس بنا پر معارف کی کل آٹھ انواع ہونگی۔

فائدہ زائدہ: علاوہ ازیں اَمْ اَلْحِمْيَرِيَّه بھی اَلْ کی طرح تعریف کا فائدہ دیتا ہے۔ علامہ سیوطی جمع الجوامع (۱/۷۸) پر فرماتے ہیں:

وَتَخْلُفُهَا (أي، أَلْ) أمْ وقال فی الھمع (۱/۷۹)

قَدْ تَخْلُفُهَا فِي لُغَةِ عُزِيَتْ لِطَيٍّ وَحِمْيَر اور اسی سے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے: لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ اَلْصِيَامُ فِي الْسَفَرِ۔ (اخرجہ احمد)

۲۔(**مضمرات**) سب سے پہلے ذکر کیں کیونکہ یہ اعرف المعارف ہیں البتہ اسم الجلالۃ یعنی لفظ اللہ ان سے بھی اعرف ہے۔

۳۔(**اَعلام**) یہ جمع ہے علم کی یہ ضمیر کے بعد سب سے زیادہ معرفہ ہے۔ علم وہ اسم ہے جو اپنے مسمّٰی کو تکلم، خطاب اور غیبت کی قیود کے بغیر متعین کرے۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ اسم جیسے زید۔ لقب جیسے زین العابدین۔ کنیت جیسے اُمّ الخیر۔

۴۔(**مبهمات**) کیونکہ ان کا مفہوم بغیر صلہ اور مشار الیہ کے پوشیدہ رہتا ہے۔ اور متعین نہیں ہوتا۔

۵۔(**منادیٰ**) وہ اسم نکرہ جو حرف نداء کے داخل ہونے سے معرفہ ہو۔ تعریف کا اصل سبب منادیٰ کا قصد و ارادہ ہے۔

---

(۱) سیوطی جمع الجوامع (۱/۷۰) علم جنسی کے حکم کے بارہ میں فرماتے ہیں۔ "وَحُكْمُهُ كَمَعْرِفَةٍ لَفْظًا وَنَكِرَةٍ مَعْنًى ابن عصفور کے نزدیک اعرف المعارف ضمائر ہیں پھر اعلام پھر اسمائے اشارات پھر معرف بہ الف ولام پھر وہ جو ان معارف کی طرف مضاف بہ اضافت محضہ ہو یاد رہے مضاف الی المعارف مضاف الیہ کی طرح ہوتا ہے البتہ ضمیر کی اطراف مضاف وہ علم کے رتبہ میں ہے۔

ششم معرفہ بالف ولام (۱) چوں اَلـرَّجُل ہفتم مضاف (۲) بیکی اَزِینہا چوں
غُلامُـهُ وَغُلامُ زَيْدٍ وغُلامُ هٰذَا وَغُلامُ الَّذِی عِنْدِی وَغُلامُ الرَّجُلِ
ونکرہ آنست کہ موضوع باشد برای چیزی غیر معین (۳) چوں رَجُـلٌ وَفَـرَسٌ
بدانکہ اسم بر دو صنف ست مذکر ومؤنث مذکر آنست کہ در وعلامت

۱۔(**معرفہ بالف ولام**) خواہ الف ولام اصلی ہو جیسے الرجل یا زائدہ ہو جیسے اللاّت عِـنْدَ قوم (وَمِنْهُمْ ابنُ مَالِك) والحارث۔

۲۔(**مضاف**) وہ نکرہ جو من دیٰ کے علاوہ باقی معارف کی طرف مضاف ہو وہ علم کی طرح ہے۔البتہ اگر مضاف متوغل فی الابہام ہو جیسے غیر مثل اور مضاف الیہ کئی اضداد رکھتا ہو تو اضافت سے تعریف حاصل نہ ہوگی۔

۳۔(**نکرہ**) یہ نکرہ کی تعریف ہے اور اس کا خاصہ یہ ہے کہ وہ الُ مُعَرِّ فہ کی تاثیر قبول کرتا ہے۔علم منطق میں جنس جیسے حیوان کی تقسیم انواع کی طرف جیسے انسان فرس وغیرہ اور نوع کی اصناف کی طرف ہوتی ہے۔جیسے انسان کی رجل اور امرأۃ کی طرف۔

تانیث نباشد(۱) چوں رَجُـــــــل ٌو مؤنث (۲) آنست کو در وعلامت تانیث باشد
چوں اِمْرَ أۃٌ وعلامت تانیث چہار (۳) ست تا (۴) چوں طَلْحَۃُ (۵)
والف مقصورہ (۶) چوں حُبْلٰی والف ممدودہ (۷) چوں حَمْرَ آءُ وتائے مقدرہ (۸)

۱۔(**علامتِ تانیث نباشد**) مذکر کی یہ تعریف لفظی ہے اور معنوی یہ ہے کہ اس کا مدلول مذکر ہو خواہ لفظ مذکر ہو جیسے زید یا مؤنث جیسے طلحۃ۔

۲۔(**مؤنث**) مؤنث کی یہ تعریف لفظی ہے اور معنوی یہ ہے کہ اس کا مدلول مؤنث ہو خواہ لفظ مؤنث ہو جیسے فاطمۃ یا مذکر ہو جیسے ھند

۳۔(**چھار ست**) زمخشری نے ذِیْ اسم اشارہ میں یاء کو بھی علامت تانیث کہا ہے

۴۔(**تاء**) یہ تائے مربوطہ کہلاتی ہے جو وقف میں ہاء ہو جاتی ہے اس کے مقابلہ میں تائے مجرورہ یا طویلہ ہوتی ہے۔ جیسے مُسْلِمَاتٌ۔ تائے مربوطہ کو تائے بسیطہ' مدوّرہ' اور ہائے وقف بھی کہتے ہیں۔

۵۔(**طلحۃ**) طلحۃ میں تا ملفوظہ ہے۔

۶۔(**الف مقصورہ**) یہ وہ الف ہے جو کسی اسم متمکن کے آخر میں تانیث کے لیے بڑھایا جائے۔

۷۔(**الف ممدودہ**) یہ وہ الف ہے جو کسی اسم متمکن کے آخر میں تانیث کے لیے زائد ہو۔ اس سے پہلے بھی الف ہو جو پڑھنے میں نہ آئے۔

۸۔(**مُقَدَّرَہ**) یہ وہ تاء ہے جو پڑھنے میں نہ آئے یہ تاء بوقت تصغیر ظاہر ہو جاتی ہے جیسے اَرْضٌ سے اُرَیْضَۃٌ۔

چوں أَرْضٌ کہ دراصل اَرْضَۃٌ بودہ است بدلیل اُرَیْــــضَۃٌ زیرا کہ تصغیر
اسماء را باصل خود برد وایں را مؤنث سماعی (۱) گویند وبدانکہ مؤنث بر دو
قسم ست حقیقی ولفظی حقیقی آنست کہ بازائے اوحیوانے مذکر باشد چوں
اِمْـرَأَۃٌ کہ بازائے او رَجُلٌ است ونَـاقَۃٌ کہ بازائے او جَـمَـلٌ است (۲)
ولفظی (۳) آنست کہ بازائے اوحیوانے مذکر نباشد چوں ظُلْمَۃٌ وَقُوَّۃٌ بدآنکہ اسم

۱۔(**سماعی**) مؤنث سماعی وہ ہے جس کا مؤنث ہونا عربوں سے سماع پر موقوف ہو اور بظاہر کوئی علامت تانیث موجود نہ ہو سماعی کے مقابلے میں قیاسی بولا جاتا ہے یہ وہ مؤنث ہے جس میں کوئی علامت تانیث بھی موجود ہو۔

۲۔(**جمل است**) شارح جامی نے اس تعریف کو پسند نہیں فرمایا: اس کی دوسری تعریف یہ ہے ((مَالاَ فَرْجَ لہٗ)) جس کے لیے فرج (شرمگاہ) نہ ہو۔

۳۔(**لفظی**) جوصرف لفظ کے اعتبار سے مؤنث ہو۔ حقیقت میں مؤنث نہ ہو حقیقی کے مقابلہ میں مجازی آتا ہے نہ کہ لفظی۔

بر سہ صنف ست واحد ومثنی ومجموع واحد آنست کہ دلالت کند بر یکے
چوں رَجُلٌ ومثنیٰ آنست کہ دلالت کند بردو بسبب آنکہ الف یا یائی ماقبل
مفتوح ونونے مکسورہ (۱) با آخرش پیوند چوں رَجُلَانِ وَرَجُلَيْنِ (۲)
ومجموع آنست کہ دلالت کند بر بیش از دو بسبب آنکہ تغییرے درواحدش

۱۔(**نونے مکسورہ**) تثنیہ کا نون واحد میں تنوین کے عوض آتا ہے۔ جہاں تنوین گرے گی، یہ بھی گرجاتا ہے نون کا کسرہ یا تو التقائے ساکنین کی وجہ سے ہے یا تثنیہ کے قلت استعمال کی وجہ سے حرکت ثقیل دی گئی ہے۔

۲۔(**رَجُلَانِ وَرَجُلَيْنِ**) یہ تثنیہ حقیقی ہیں ان کے علاوہ کچھ اور صیغے ہیں جو اعراب میں تثنیہ کے احکام رکھتے ہیں انہیں ملحق بالمثنی (۱) کہتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔ اثنان واثنتان (عند اھل حجاز) اور ثنتان (عند بنی تمیم) اور کلا۔ کلتا بشرطیکہ دونوں ضمیر کی طرف مضاف ہوں ملحقات میں اور کلمات بھی شمار ہوتے ہیں۔

---

(۱)۔الکواکب الدریہ (۲۹/۱) میں ملحق بالمثنی کا ایک ضابطہ مذکور ہے اس ضابطہ کی نص یہ ہے:

وَضابِطَۃُ ذَالِكَ اَنَّ كُلَّ اِسْمٍ مُعْرَبٍ اخْتَلَّ فِيْهِ بِشَيْئٍ مِنْ شُرُوْطِ الْمُثَنّٰى وَكَانَ بِصُوْرَتِهٖ فَهُوَ مُلْحَقٌ بِهٖ۔

اس کا ضابطہ یہ ہے کہ ہر وہ اسم معرب جس میں مثنی کی شروط میں سے کوئی شرط مفقود ہو جائے اور وہ اسم معرب مثنی کی صورت پر ہو تو وہ ملحق بالمثنی کہلاتا ہے۔

کردہ باشند لفظاً (۱) چوں رِجَالٌ یا تقدیراً (۲) چوں فُلْک (۳) کہ واحدش
نیز فُلْکٌ ست بروزن قُفْلٌ وجمعش ہم فُلْکٌ بروزن اُسْدٌ بدآنکہ
جمع باعتبار لفظ بر دو قسم ست جمع تکسیر وجمع تصحیح جمع تکسیر آنست کہ بِنائی واحد

۱۔(**لفظاً**) تغیر لفظ کی کل چھ صورتیں ہیں:

۱۔ زیادتی کے ساتھ جیسے صِنْوٌ سے صِنْوَانٌ

۲۔ کمی کے ساتھ جیسے تُخْمَةٌ سے تُخَمٌ

۳۔ کمی بیشی کے بغیر شکل کی تبدیلی کے ساتھ جیسے اَسَدٌ سے اُسُدٌ

۴۔ زیادتی اور شکل کی تبدیلی کے ساتھ جیسے رَجُلٌ سے رِجَالٌ

۵۔ کمی اور تبدیلی شکل کے ساتھ جیسے رَسُولٌ سے رُسُلٌ

۶۔ زیادتی، کمی اور شکل کی تبدیلی کے ساتھ جیسے غُلَامٌ سے غِلْمَانٌ

۲۔(**تقدیرا**) تغیر تقدیری سے مراد یہ ہے کہ واحد کے لفظ میں بظاہر کوئی تغیر نہ ہو صرف ذہن میں فرض کرلیا جائے جیسے یہ فرض کرلیں کہ فُلک جب واحد شمار ہوگا تو اس کی فاء کا ضمہ قُفْل کی طرح اور جب جمع شمار ہوگا تو اُسُد کی طرح ہے۔ تغیر تقدیری کے لحاظ سے جمع کے کل سات الفاظ ہیں اور وہ یہ ہیں:

① ۔فُلْكٌ (کشتی) (۱) ② ۔دِلَاصٌ جیسے دِرْعٌ دِلَاصٌ (۲) (نرم اور چمکدار زرہ)

③ ۔عِفْتَانٌ (۳) (موٹا طاقتور) ④ ۔شِمَالٌ۔ (۴) خصلت وعادت اور طبیعت

⑤ ۔کِنَازٌ جیسے نَاقَةٌ کِنَازٌ (ٹھوس اور مضبوط گوشت والی اونٹنی) (۵)

⑥ ۔اِمَامٌ پیش امام، پیشوا ⑦ ۔ھِجَانٌ جیسے نَاقَةٌ ھِجَانٌ (عمدہ خالص اونٹنی)

---

(۱)۔فُلْکٌ اگر واحد ہے تو قُفْلٌ کے وزن پر اور اگر جمع ہے تو اُسُدٌ (کمافی شرح ابن یعیش) یا بُدْن کے وزن پر ہے (کمافی الاشمونی) (بقیہ حواشی بر صفحہ آئندہ)

ان سات الفاظ میں سے پہلے چار اشمونی نے شرح الفیہ میں ذکر کیے ہیں جبکہ عفتان کو شرح الکافیہ کے حوالے سے ابن مالک سے نقل کیا ہے۔ اسی طرح صبان نے کناز کو ابن سیدہ اور امام کو ابن ہشام سے نقل فرمایا ہے: ان دو کا اضافہ کرنے کے بعد صبان فرماتے ہیں:

(فَتَكُوْنَ الْاَلْفَاظُ سَبْعَةً) پس اس طرح یہ الفاظ سات ہو گئے۔ نیز خضری حاشیہ ابن عقیل میں فرماتے ہیں۔ "وَلَمْ يَاْتِ مِثْلَ ذَالِكَ اِلَّا سَبْعَةُ اَلْفَاظٍ فِي الْاُشْمُوْنِي وَحَوَاشِيْهِ "اسی طرح کے الفاظ اشمونی اور اس کے حواشی میں صرف سات آئے ہیں۔ مگر میرے ناقص علم کے مطابق ان سات پر دِلاث (بمعنی تیز رفتار اونٹنی) کا اضافہ بھی موجود ہے جیسا کہ شرح ابن یعیش، المعجم الوسیط اور لسان العرب (۱) میں نشان دہی کی گئی ہے۔

۳۔ (**فُلْكٌ**) بعض نے فلک کو اسم جمع قرار دیا ہے یہ وہ ہے جو جمع کا معنی تو دے مگر اس کے وزن پر نہ ہو۔ خواہ اس کا واحد اس کے لفظ سے آیا ہو۔ جیسے رَکْبٌ، وَصَحْبٌ یا نہ جیسے قوم وجیش۔

(بقیہ حواشی صفحہ سابقہ) سیبویہ کے نزدیک باب فلک واحد اور جمع بمعنی جمع تکسیر کے درمیان مشترک ہے البتہ ابن مالک شرح الکافیہ میں باب فلک کو واحد اور جمع اور تسہیل میں واحد اور اسم جمع کے درمیان مشترک سمجھتے ہیں۔ اسم جمع کی صورت میں اس میں تغییر تقدیری نہ ہوگی۔

(۲)۔ دِلاص سے لے کر امام تک اگر یہ واحد ہیں تو لِجَام (واحد) کے وزن پر اور جب یہ جمع مراد ہوں گے تو کِرام (جمع) کے وزن پر ہوں گے۔

(۳)۔ عفتان اگر واحد ہے تو سِرْحان (بھیڑیا) جو کہ واحد ہے کے وزن پر اور جمع ہے تو غِلْمَانٌ جمع کے وزن پر ہوگا۔

(۴)۔ شمال مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ مگر یہاں مراد خصلت عادت اور طبیعت ہے ابن یعیش نے شرح مفصل میں شمال کا معنی خلیقۃ اور صبان نے حاشیہ میں طبیعۃ بیان کیا ہے۔ ابن یعیش فرماتے ہیں "الشمال التی ھی الخلیقۃ تکون واحدا وجمعا" مگر مصباح اللغات میں شِمال (بمعنی بکری کے تھن کا غلاف) کو واحد اور جمع کے لئے قرار دیا گیا ہے۔ بہر حال نحات کی رائے میں شِمال بمعنی خصلت وعادت واحد اور جمع کے لئے مستعمل ہے۔

(۵)۔ دِلاص کِناز اور دِلاث کی جمع کبھی دُلُص، کُنُزٌ اور دُلُثٌ اور ہجان کی کبھی ھجائن آتی ہے

☆۔ باب فلک میں فلک کے واحد میں فاء کا ضمہ اور باقی الفاظ میں ان کے واحد میں فاء کلمہ کا کسرہ جمع میں جمع کے ضمہ اور کسرہ سے تبدیل ہو جائے گا (کما فی شرح الرملی لمتن الآجرومیۃ)

(حاشیہ صفحہ ھذا) (۱) لسان العرب (۲:۱۴۰۶) میں ہے: "دِلَاثٌ": اَلْجَمْعُ كَالْوَاحِدِ مِنْ بَابِ دِلَاصٍ۔

درو سلامت نباشد چوں رِجَالٌ (۱) و مسَاجِدُ وابنیہ جمع تکسیر در ثلاثی (۲) بسماع
تعلق دارد و قیاس را در و مجالے نیست اما رباعی (۳) و خماسی (۴) بروزن فَعَالِلُ
آید چوں جَعْفَرٌ و جَعَافِرُ و جَحْمَرِشٌ و جَحَامِرُ و بحذف حرف خامس (۵)

۱۔(**رجال ومساجد**) یہ جمع مکسر منصرف اور مساجد غیر منصرف کی مثال ہے۔

۲۔(**ثلاثی**) اس میں جمع تکسیر کے اوزان عرب سے سماع پر موقوف ہیں۔ اور وہ بہت زیادہ ہیں۔ ابن عقیل نے ستائیس، خضری نے ایک اضافہ کر کے اٹھائیس اور علی اکبر الہ آبادی نے اصول اکبریہ میں پینتیس (۳۵) ذکر کئے ہیں۔ ان میں چار جمع قلت کے اور باقی کثرت کے۔

۳۔(**رباعی**) اس سے مراد رباعی مجرد ہے۔ خواہ وہ اسم ہو جیسے قِمَطْرٌ یا صفت جیسے سِبَحْلٌ خواہ علم جیسے دِمَشْقُ ان سب کی جمع فَعَالِلُ کے وزن پر آتی ہے۔ اسی طرح رباعی مجرد سے ملحق جس کا لام کلمہ مکرر ہو جیسے قِرْدَدٌ کی جمع فعَالِلُ کے وزن پر آتی ہے۔

۴۔(**خماسی**) اس سے مراد بھی خماسی مجرد ہے۔

۵۔(**بحذفِ حرف خامس**) پانچویں حرف کا حذف واجب ہے لہٰذا جَحْمَرِشٌ سے جَحَامِرُ ہوگا نہ کہ جَحَامِشُ۔ (دیکھئے الاصول الاکبریۃ)۔

وجمع تصحیح آنست کہ بنائے واحد درو سلامت ماند وآن بر دو قسم ست جمع مذکر
وجمع مؤنث جمع مذکر آنست کہ واوے ما قبل مضموم یا یائے ما قبل مکسور
ونونے مفتوح (۱) درآخرش پیوند چوں مُسلِمُونَ (۲) وَمُسلِمِینَ وجمع مؤنث
آنست کہ الفے با تائے (۳) بآخرش پیوند چوں مُسلِمَاتٌ (۴) وبدآنکہ جمع

۱۔(**نونِ مفتوح**) جمع مذکر سالم کا یہ نون بھی تنوین کے عوض ہے اور نون کو فتحہ جمع کے کثرت استعمال کی وجہ سے تخفیفاً دیا گیا ہے۔

۲۔(**مسلمون**) یہ جمع مذکر سالم حقیقی ہے اس کے علاوہ کچھ اور ایسے کلمات ہیں جو جمع مذکر سالم کا اعراب لیتے ہیں۔ مگر اس کی شروط پر نہیں انہیں ملحق بالجمع کہتے ہیں۔ اور ان کی چار انواع ہیں۔ (۱) اسم جمع جیسے عشرون واُولُو (۲) اَھلُوْنَ وعالمون (۳) مؤنث کی جمع تکسیر جیسے اَرَضُون وسِنُوْنَ (۴) عِلیُّوْنَ۔

۳۔(**الف اور تاء**) دونوں زائدہ ہوں جیسے مسلمات۔ اگر ان میں سے کوئی اصلی ہو تو جمع مؤنث نہ ہوگی۔ جیسے اَبیَاتٌ قُضَاۃٌ۔ جمع مؤنث سالم کی تاء کو تائے طویلہ ممدودہ اور مجرورہ کہتے ہیں۔

۴۔(**مسلمات**) یہ جمع مؤنث سالم حقیقی ہے اس کے علاوہ اور کلمات بھی ہیں جو جمع مذکور کا اعراب لیتے ہیں۔ انہیں ملحق بالجمع کہتے ہیں۔ جیسے اُولَاتٌ، اَذْرِعَاتٌ۔ اُولات اسم جمع ہے اور اس کا مفرد ذات ہے اور یہ ذات کی جمع حقیقی نہیں۔ اَذْرِعات (جگہ کا نام ہے)

فائدہ: تثنیہ، جمع مذکر سالم اور جمع مؤنث سالم کے بنانے کی باقاعدہ شروط ہوتی ہیں جو کہ کتب عالیہ میں مذکور ہیں۔ جنہیں ہم یہاں حوالۂ قرطاس کر رہے ہیں:

تثنیہ کی شروط

علامہ خضری حاشیہ ابن عقیل میں تثنیہ کی شروط ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جمہور کے نزدیک تثنیہ کی آٹھ شروط ہیں جنہیں کسی شاعر نے یوں منظوم کیا ہے:

شَرْطُ الْمُثَنّٰی اَنْ یَّکُوْنَ مُعْرَبًا وَمُفْرَدًا مَنْکُوْرًا مَارُکِّبَا
مُوَافِقًا فِی اللَّفْظِ وَالْمَعْنٰی لَهٗ مُمَاثِلٌ لَمْ یُغْنِ عَنْهُ غَیْرُهٗ

تثنیہ کی شرط یہ ہے کہ اس کا واحد معرب ہو۔ مفرد ہو، نکرہ ہو غیر مرکب ہو لفظ اور معنی میں تثنیہ کے دوسرے فرد کے موافق ہو۔ اس کے مفرد کی کوئی نظیر ہو، اس کے غیر کا تثنیہ اُس سے مستغنی نہ کرے۔

تثنیہ کی یہی آٹھ شروط رملی نے شرح الآجرومیہ، ابن الحاج نے حاشیہ الشرح الازہری، فاکہی نے شرح القطر اور ازہری نے تصریح میں ذکر فرمائی ہیں۔ نیز ازھری فرماتے ہیں کہ یہ شروط ثَمَانِیَةٌ عِنْدَ الْاَکْثَرِیْنَ ہیں۔ علامہ سیوطی نے بھی ہمع میں آٹھ شروط گنوائی ہیں مگر انہوں نے اتفاق فی المعنی کو ضمنا ذکر کیا ہے کیونکہ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ نیز مماثل یعنی وجود ثانی فی الخارج کو بھی ضمنا لائے ہیں علامہ سیوطی نے جو نئی دو شروط کا ذکر فرمایا ہے وہ یہ ہیں کہ (۱) تثنیہ کسی چیز کا فائدہ دے (۲) اس کا واحد فِعل سے مشابہ نہ ہو۔

(۱)۔ تثنیہ بنانے کی پہلی شرط افراد ہے لہذا تثنیہ اور جمع مذکر یا مونث سالم اور جمع مکسر متناہی کا تثنیہ نہ آئے گا کما فی الھمع۔ خضری فرماتے ہیں کہ جمع غیر متناہی اس جنس اور اسم جمع کا تثنیہ بنا سکتے ہیں۔ لِاَنَّ لَهَا نَظِیْرًا فِی الْآحَادِ

(۲) دوسری شرط اعراب ہے لہذا کسی مبنی کا تثنیہ نہ آئے گا البتہ ذانِ و تانِ اور اللذ ان اور اللتان یہ صرف صورت میں تثنیہ ہیں حقیقت میں نہیں۔

(۳)۔ تیسری شرط عدم ترکیب ہے لہذا ترکیب اسنادی جیسے تَاَبَّطَ شَرًّا کا تثنیہ بالاتفاق ممنوع اور ترکیب مزجی جیسے بعلبک اور سیبویہ عندالاکثر ممنوع ہے کیونکہ یہ مسموع نہیں نیز اس کی محکی سے مشابہت ہے باقی رہا مرکب اضافی تو

اس میں جمہور کے نزدیک مضاف کا تثنیہ بنانا جائز ہے البتہ کوفی حضرات مضاف اور مضاف الیہ دونوں کا جائز سمجھتے ہیں۔

(۴) چوتھی شرط تنکیر ہے لہذا علم اگر اپنی علمیت پر باقی ہے تو اس کا تثنیہ ممنوع ہے اور تثنیہ بنانے کا ارادہ ہو تو اسے نکرہ فرض کریں گے اور اس کی تعریف کے فقدان کا ازالہ ادخال الْ یا نداء کے ذریعہ کریں گے (کما فی الخضری) ھمع میں ہے۔ ایسی صورت میں الْ کا ادخال اَجْود ہے۔ جیسے زید سے الزیدان اور ھند سے الھندان۔

(۵)۔ پانچویں شرط اتفاق فی اللفظ ہے۔ لہذا تثنیہ کے فرد یعنی دو افراد میں اگر اختلاف لفظی ہے تو تثنیہ نہ بن سکے گا۔ جیسے اَبَوَیْنَ یعنی اَب اور اُمّ یہ تثنیہ حقیقی نہ ہوگا۔ کیونکہ شرط مفقود ہے لہذا یہ باب تغلیب سے ہوگا اور ملحق بالمثنی کہلائے گا۔

(۶)۔ چھٹی شرط اتفاق فی المعنی ہے لہذا تثنیہ کے فَرْدَیْنَ کے معنی میں اختلاف کی صورت میں بھی تثنیہ نہ بن سکے گا۔ جیسے لفظ عَیْن اس کا ایک معنی ذَہَب (سونا) ہے اور دوسرا معنی جَارِحَہ (آنکھ) ہے لہذا ایسی صورت میں عَیْنَانِ تثنیہ نہ آسکے گا۔

(۷)۔ ساتویں شرط وجود الثانی فی الخارج یعنی اس تثنیہ کے واحد کی خارج میں کوئی دوسری نظیر بھی ہے۔ لہذا شَمْسٌ وَقَمَرٌ جن کی دوسری نظیر اور مثل مشاہدہ میں موجود نہیں اس لئے ان کا تثنیہ نہ آئے گا۔ باقی رہا قَمَرَیْنَ یہ باب تغلیب سے ہے اور تثنیہ حقیقی نہیں۔

(۸)۔ آٹھویں شرط۔ عدم استغناء ہے یعنی جس لفظ کا تثنیہ بنانا چاہتے ہیں اس کے غیر کا تثنیہ لا کر اس سے استغناء یعنی بے پرواہی نہ برتی گئی ہو۔ جیسے لفظ بعض اور سواء کا تثنیہ نہ آئے گا کیونکہ ان کے بدلے لفظ جُزْء اور سِیّ کا تثنیہ لایا گیا ہے۔ یہ آٹھ شروط جمہور علمائے نحو کے نزدیک ہیں۔

(۹)۔ نویں شرط یہ ہے کہ تثنیہ بنانے میں کوئی فائدہ ہو لہذا لفظ ''کُلّ'' اسی طرح وہ الفاظ جو بطور خاص نفی میں

استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے اَحَدُ وعَرِیبٌ (کمافی الھمع) (اَزِیدُ عَلَیْھِمَا دَیَّاراً کَمَا وَرَدَ فِی الْقُرْآنِ) ان کا تثنیہ نہ آئے گا۔

(۱۰)۔ دسویں شرط یہ ہے کہ وہ لفظ جس کا تثنیہ بنانا مقصود ہے وہ فعل سے مشابہ نہ ہو۔ جیسے اَفْعَلُ مِنْ جو کہ اَفْعَلُ التعجب کے قائم مقام اور مشابہ ہے۔ اس طرح أَقَائِمٌ زَیْدٌ؟ میں قائم جو فعل کے قائم مقام ہے۔ ان کا تثنیہ نہ آئے گا (وکذا فی الھمع) میں کہتا ہوں اسی طرح اسم تفضیل جبکہ اس کی اضافت نکرہ کی طرف ہو جیسے اَفْضَلُ رَجُلٍ تو یہ بھی اسی حکم میں داخل ہے (کماذکرہ ابن عقیل فی شرح الالفیہ) دو آخری شروط سیوطی نے ھمع میں ذکر کی ہیں۔

پس اس طرح مجموعی طور پر تثنیہ کی کل دس شروط ہو گئیں۔ جو کہ یہ ہیں:

(۱)۔ افراد — (۲) اعراب

(۳) عدم ترکیب — (۴) تنکیر

(۵) اتفاق فی اللفظ — (۶) اتفاق فی المعنی

(۷) عدم الاستغناء بتثنیۃ الغیر — (۸) وجود الثانی فی الخارج

(۹) حصول الفائدہ — (۱۰) فعل سے عدم مشابہت

جمع مذکر سالم کی شروط

علامہ سیوطی نے ھمع میں جمع مذکر سالم کی وہی آٹھ شروط ذکر کی ہیں جو تثنیہ کی ہیں۔ بلکہ انہوں نے تثنیہ اور جمع کی شروط کو یکجا کر دیا ہے ان کے علاوہ باقی اضافی شروط جن کی فاکہی نے شرح القطر میں یوں صراحت کی ہے:

"وَیُشْتَرَطُ فِیْهِ مَا اشْتُرِطَ فِی الْمُثَنّٰی وَزِیَادَةٌ عَلٰی ذَالِکَ اَنْ یَّکُوْنَ مُفْرَدُہ' ...... الخ"

یعنی جمع مذکر سالم میں ان تمام شروط کا پایا جانا ضروری ہے جو کہ مثنی میں پائی جاتی ہیں اور ان کے علاوہ جمع مذکر سالم کی اور بھی شروط ہیں جنہیں "اَنْ یَکُوْنَ مُفْرَدُہ" سے ذکر کیا ہے۔

صبان نے بھی حاشیہ میں جمع مذکر سالم کی زائد شروط کا ذکر کیا ہے اوران کی صراحت شیخ لیس نے بھی حاشیہ التصریح میں بھی فرمائی ہے۔

ان شروط کو ابن عقیل نے شرح الفیہ، رملی نے شرح الآ جرومیہ، فاکہی نے شرح القطر، ابن الحاج نے حاشیہ الشرح الازہری اورابن ہشام نے الاوضح میں ذکر فرمایا ہے، اشمونی فرماتے ہیں کہ اس جمع کو جمع علی حد المثنی بھی کہتے ہیں۔

ابن عقیل فرماتے ہیں کہ وہ لفظ جس کی جمع مذکر سالم بناتے ہیں دو قسم پر ہے۔ جامد اور صفت

اگر جامد ہے تو اس میں حسب ذیل شروط ہیں:

ا۔علم ہو۔(۱) ۲۔مذکر ہو۔(۲) ۳۔عاقل ہو۔(۳)

۴۔خالی از تائے تانیث ہو۔(۴) ۵۔خالی از ترکیب ہو۔(۵)

---

(۱)۔جامد میں پہلی شرط یہ ہے وہ علم ہو لہذا اسم نکرہ جیسے رَجُل کی یہ جمع نہ آئے گی اِلّا یہ کہ اس کی تصغیر بنالیں جیسے رَجُلٌ سے رُجَیْلٌ تو اس کی جمع رُجَیْلُوْنَ آسکتی ہے کیونکہ اب یہ وصف کے حکم میں ہے۔

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ وہ مذکر ہو۔لہذا زَیْنَبُ جو کہ مؤنث کا علم ہے اس کی یہ جمع نہ آئے گی اِلَّا یہ کہ ''زَیْنَبُ'' کسی مرد کا نام رکھ دیں۔(کَمَا فِیْ شَرْحِ ابْنِ عَقِیْلٍ)

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ وہ عاقل ہو لہذا الاحق (گھوڑے کا نام ہے) کی یہ جمع نہ آئے گی کیونکہ یہ علم اور مذکر تو ہے مگر غیر عاقل ہے۔

(۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ تائے تانیث نہیں البتہ کوفیوں اور ابن کیسان کے نزدیک جائز ہے جیسے طلحۃ سے طَلْحُوْنَ۔کوفی بسکون اللام اور ابن کیسان بِفَتْحِ اللَّامِ پڑھتا ہے۔(کمافی شرح الجامی)

(۵) پانچویں شرط یہ ہے کہ وہ ترکیب سے خالی ہو لہذا سیبویہ کی یہ جمع نہ آئے گی کیونکہ یہ علم، مذکر عاقل اور خالی از تائے تانیث تو ہے مگر ترکیب سے خالی نہیں۔

عدم ترکیب کا ذکر تثنیہ اور جمع کی سابقہ شروط میں بھی ہو چکا ہے اور اگر وہ صفت کا صیغہ ہے تو اس میں حسب ذیل شروط ہیں:

ا۔ وہ صفت مذکر ہو۔ (ا)

۲۔ عاقل ہو۔ (۲)

۳۔ تائے تانیث سے خالی ہو۔ (۳)

۴۔ باب اَفْعَلِ فَعْلَاء سے نہ ہو۔ (۴)

۵۔ باب فَعْلَانِ فَعْلیٰ سے نہ ہو۔ (۵)

۶۔ مذکر و مؤنث میں مشترک نہ ہو۔ (۶)

(ا)۔ اگر وہ واحد صفت کا صیغہ ہو تو اس میں پہلی شرط یہ ہے کہ وہ مذکر ہو لہذا حائض، طالق اور طامث کی یہ جمع نہ آئے گی۔

(۲)۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ عاقل ہو لہذا سابق (جو کہ گھوڑے کی صفت ہے) کی یہ جمع نہ آئے گی کیونکہ یہ مذکر غیر عاقل کی صفت ہے۔

(۳)۔ تیسری شرط یہ ہے کہ وہ صفت تائے تانیث سے خالی ہو۔ لہذا علامہ کی جمع نہ آئے گی کیونکہ علامہ اگر چہ مذکر ہے یہ عاقل ہے مگر تائے تانیث سے خالی نہیں یاد رہے یہ تاء اگر چہ اب مبالغہ کی تاکید کے لئے مستعمل ہے لیکن اصل وضع کے اعتبار سے مونث کے لئے ہے۔

(۴)۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ صفت باب اَفْعَل فَعْلَاء سے نہ ہو لہذا اَحْمر کی یہ جمع نہ آئے گی کیونکہ احمر (سرخ) اگر چہ مذکر، عاقل اور خالی از تائے تانیث بھی ہے۔ مگر باب افعل فعلاء سے ہے کیونکہ اس کی مونث حُمْرَاء بروزن فَعْلَاء آتی ہے۔

(۵) پانچویں شرط یہ ہے کہ وہ صفت باب فَعْلَانِ فَعْلیٰ سے نہ ہو لہذا سکران کی یہ جمع نہ آئے گی کیونکہ سکران اگر چہ مذکر۔ عاقل خالی از تائے تانیث ہے اور باب افعل فعلاء کا غیر ہے مگر یہ باب فَعْلَانِ فَعْلیٰ ہے کیونکہ سکران کی مونث سَکْریٰ آتی ہے۔

(۶)۔ چھٹی شرط یہ ہے کہ وہ صفت مذکر و مونث میں مشترک نہ ہو لہذا صَبُوْرٌ وَجَرِیْحٌ کی یہ جمع نہ آئے گی کیونکہ یہ دونوں لفظ مذکر و مونث میں یکساں استعمال ہوتے ہیں جیسے رَجُلٌ صَبُوْرٌ وَجَرِیْحٌ وامرأۃ صَبُوْرٌ وَجَرِیْحٌ۔

جمع مونث سالم کی شروط

جمع مونث سالم کو جمع بِاَلِفٍ وَ تاءٍ مَزِ یدَتَین بھی کہتے ہیں۔فاکہی شرح القطر میں فرماتے ہیں:

وہ لفظ جس کی الف اور تاء کے ساتھ جمع قیاساً(۱) آتی ہے اس کی پانچ انواع ہیں:

(۱)۔ذوالتاء مطلقا (۲)(مگر جو اس سے مستثنیٰ ہو)

(۲)۔مونث کا علم (۳)(مگر جو اس سے مستثنیٰ ہے)

(۳)۔مذکر غیر عاقل کی صفت (۴)

(۴)۔مذکر غیر عاقل کا مُصَغَّر (۵)

(۵)۔اسم جنس جس کے آخر میں الف تانیث ہو(۶)

(ماسوائے اس کے جو اس سے مستثنیٰ ہے)

---

(۱)۔شیخ یٰس حواشی الفاکہی میں فرماتے ہیں ان پانچ انواع کے علاوہ باقی کی یہ جمع سماع پر موقوف ہے۔جیسے اَرَضات۔سجلّات ،حمّامات وسرادقات (قالہ ابن مالک)

(۲)۔ذوالتاء مطلقا سے مراد وہ کلمہ ہے جس کے آخر میں تاۓ تانیث ہو خواہ وہ وقف میں ہاء میں تبدیل ہو جائے جیسے تمرۃ،خواہ اس کا ماقبل ساکن ہو جیسے بِنتٌ ،اُختٌ اسی طرح کَیْتَ وَ ذَیْتَ بشرطیکہ دونوں کسی کے علم (نام) ہوں۔خواہ وہ مذکر کے ہی ہوں خواہ وہ تاء لتاکید المبالغہ ہو جیسے نَسَّابۃ جو کلمات اس سے مستثنیٰ ہیں وہ شفۃ ،شاۃ ،امۃ ،اِمْرَاۃ اور مراۃ وغیرہ ہیں۔

(۳)۔مونث مطلقا کا علم ہو۔خواہ علامت تانیث ظاہر ہو جیسے عَزَّۃ وسَلْمٰی اور خنساء یا مقدر ہو جیسے ھند۔خواہ وہ علم مونث عاقل کا ہو یا غیر عاقل کا اس سے وہ کلمات مستثنیٰ ہیں جو ذوالتاء مطلقا میں مستثنیٰ ہیں مگر یہاں شرط یہ ہے کہ وہ علم ہوں۔اسی طرح لغت اہل حجاز میں باب قطام مستثنیٰ ہے۔

(۴)۔مذکر غیر عاقل کی صفت ہو جیسے جبال راسیات اور ایام معدودات میں راسیات اور معدودات البتہ معدودات میں بحث ہے۔اختصار کے پیش نظر نظر انداز کر دیا ہے۔ (وَاِنْ اَرَدْتَّ الْمَزِیْدَ فَلْتُرَاجِعْ حَوَاشِیَ یٰس عَلَی شَرْحِ الْفَاکِھِی وَ التَّصْرِیْحِ)

(۵)۔مذکر غیر عاقل کی تصغیر ہو۔جیسے فلیسات ودرہیمات

(۶)۔اسم جنس مونث ،با الف ہو۔الف خواہ مقصورۃ یا ممدودہ خواہ وہ اسم جنس اسم ہو یا صفت جیسے موسیٰ ،ذکریا الف کی قید سے مونث بالتاء خارج ہو گئی لہذا اس کی یہ جمع نہ آئے گی۔اس طرح مونث بغیر علامہ جیسے عَیْن وسن اس کی بھی یہ جمع نہ آئے گی۔

باعتبار معنی بر دو نوع است جمع قلت وجمع کثرت جمع قلت آنست کہ
برکم از دہ (۱) اطلاق کنند وآنرا چہار (۲) بناست اَفْعُلٌ مثل اَکْلُبٍ
وَاَفْعَالٍ مثل اَقْوَالٍ وَاَفْعِلَةٍ مثل اَعْوِنَةٍ وَفِعْلَةٍ مثل غِلْمَةٍ ودو جمع تصحیح
بے الف ولام (۳) یعنی مُسْلِمُوْنَ وَمُسْلِمَاتٌ وجمع کثرت آن ست کہ بر
دہ وبیشتر ازدہ اطلاق کنند وابنیہ آن ہر چہ غیر ازین شش بناست

۱۔(**بَرکَم اَزْدَہ**) جمع قلت کا اطلاق بعض علماء کے نزدیک تین سے لے کر دس سے کم یعنی ۹ تک ہوتا ہے۔کیا دس کا عدد جمع قلت میں شامل ہے کہ نہیں؟ علمائے نحو کی اکثریت جیسے زمخشری، ابن مالک، جامی، رضی اور ازہری' خضری' صبان' ابن عقیل اور صاحب الاصول الاکبر یہ وغیرہ دس کو جمع قلت میں شمار کرتے ہیں۔مگر سیوطی نے شمار نہیں کیا۔

۲۔(**آنرا چہار**) جمع قلت کے اوزان میں اختلاف ہے۔ابن ہشام، ابن عقیل' اشمونی' سیوطی' رضی' یٰس وغیرہم چار کے قائل ہیں۔بعض نحات مثلاً دنوشری ابوالحسن الدبّاج اور مصنف وغیرہم نے جمع مذکر اور مؤنث سالم کو شمار کر کے چھ بنائے ہیں۔التاج ابن مکتوم نے اپنے منظومہ میں دس تک شمار کئے ہیں۔(الاشباہ والنظائر)

۳۔(**دو جمع تصحیح بے الف ولام**) جمع تصحیح مؤنث ہو یا مذکر اگر بغیر الف لام کے ہے تو جمع قلت کے لیے استعمال ہوتی ہے۔جمع قلت پر ال استغراقی داخل ہو جائے یا وہ ایسی چیز کی طرف مضاف ہو جائے جو کثرت پر دلالت کرے تو کثرت کے لیے ہوگی۔مزید تفاصیل کے لیے دیکھئے حواشی صبّان۔

فائدہ: اگر کسی اسم کی صرف جمع قلت آئے جیسے رِجْلٌ سے اَرْجُلٌ یا صرف کثرت آئے جیسے رَجُلٌ سے رِجَالٌ یا جس کی جمع کا ایک ہی وزن آئے جیسے رباعی مجرد' ملحق برباعی مجرد مکرر اللاّم یا خماسی تو وہ قلت اور کثرت کے لیے مشترک ہوگی۔نیز کبھی کبھی جمع قلت کثرت کے لیے اور کثرت قلت کے لیے مستعار لی جاتی ہے۔

فصل بدآنکہ اعراب اسم (۱) سہ است رفع نصب وجر اسم متمکن باعتبار
وجوہ اعراب برشانزدہ قسم است اول مفرد (۲) منصرف (۳) صحیح (۴) چوں زَیْـــدٌ
دوم مفرد منصرف جاری مجرای صحیح (۵) چوں دَلْوٌ سوم جمع مکسر (۶) منصرف چوں رِجَـالٌ

۱۔(**اسم**) اسم سے مراد اسم متمکن یا اسم معرب ہے اس کے اعراب کی کل تین انواع ہیں۔(۱) رفع (۲) نصب (۳) جر۔ ان میں پھر ہر ایک کی علامات ہیں چنانچہ رفع کے لیے ضمہ' الف اور واؤ' نصب کے لیے فتحہ' کسرہ' الف اور یاء اور جر کے لیے کسرہ فتحہ اور یاء علامات ہیں۔

۲۔(**مفرد**) یہاں مفرد سے مراد تثنیہ اور جمع کا غیر ہے۔

۳۔(**منصرف**) یہ وہ اسم ہے جو اعراب کو پوری پوری جگہ دے۔ جیسے زید۔

۴۔(**صحیح**) صحیح نحویوں کے نزدیک وہ اسم متمکن ہے جس کے آخر میں الف یا ایسی یاء نہ ہو جس کا ماقبل مکسور ہو۔ گویا کہ یہ صحیح اسم مقصور اور منقوص کے مقابلے میں ہے۔

۵۔(**جاری مجریٰ صحیح**) جاری مجرای صحیح یعنی صحیح کے قائم مقام کیونکہ یہ معتل ہونے کے باوجود صحیح کا اعراب قبول کرتا ہے یہ وہ ہے جس کے آخر میں ایسی واؤ یا یاء ہو جس کا ماقبل ساکن ہو خواہ وہ واؤ اور یاء مُخَفَّف ہوں جیسے دَلْوٌ وظَبْیٌ یا مُشَدَّدْ جیسے عَدُوٌّ وَصَبِیٌّ۔

۶۔(**جمع مکسر**) جمع مکسر میں یہ شرط ہے کہ وہ اسم مقصور جیسے حبالٰی یا اسم منقوص جیسے جَوَارٍ نہ ہو۔ اور غیر منصرف بھی نہ ہو کیونکہ ان کا اعراب آگے آرہا ہے۔

رفع شاں بضمہ (۱) باشد ونصب بفتح وجر بکسرہ چوں جَـاءَ نِـیُ زَیْـدٌ وَدَلْـوٌوَرِجَـالٌ

وَرَأَیْـتُ زَیْـدًا وَدَلْـوًا ورِجَـالاً وَمَـرَرْتُ بِـزَیْـدٍ وَدَلْـوٍ وَرِجَـالٍ چھارم

جمع مؤنث سالم (۲) رفعش بضمہ باشد ونصب (۳) وجر بکسرہ چوں

۱۔(**بضمه**) یہاں ضمہ سے مراد ضمہ ظاہرہ ہے کیونکہ اعراب کی تین قسمیں ہیں۔(۱) لفظی یا ظاہری۔ یہ وہ اعراب ہے جو اسم کے آخر میں ظاہر ہو۔ جیسے کہ امثلہ متن میں زید کے آخر کی حرکات ہیں۔(۲) تقدیری یا معنوی جو ظاہر نہ ہو۔ جیسے اسم متمکن کی تیرھویں قسم میں موسیٰ کے آخر کا اعراب۔(۳) محلی یا منوی جو کہ لفظی اور تقدیری کا غیر ہے جیسا کہ جَـاءَ ھٰؤُلاء میں ھٰؤُلاء کا اعراب۔

تنبیه :اسم متمکن کی پہلی تین قسموں کا اعراب ضمہ' فتحہ اور کسرہ سے ظاہر تب ہوگا جب یہ یائے متکلم کی طرف مضاف نہ ہوں۔

۲۔(**جمع مؤنث سالم**) یہ وہ جمع ہے جس کے آخر میں الف اور تاء دونوں زائدہ ہوں۔ خواہ وہ جمع مؤنث کی ہو جیسے ہندات یا مذکر کی جیسے اِصْطَبُلَاتٌ خواہ واحد کی بنا سالم رہے۔ جیسے مسلمات یا ٹوٹ جائے جیسے سَجَدَاتٌ۔

عام نحات جمع مؤنث سالم کو جمع بالالف والتاء کہتے ہیں مگر ابن حاجب رضی اور ابن عقیل سالم سے تعبیر کرتے ہیں۔ جیسا کہ مصنف نے تعبیر کیا ہے۔ سالم کہنے سے جو اعتراض وارد ہوتا ہے اسے اور اس کے جوابات کتب مطوّلہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۔(**نصب وجر**) جمع مؤنث سالم کی نصبی حالت بالعموم کسرہ کے ساتھ ہوتی ہے مگر جب لائے نفی جنس کا اسم ہو جائے۔ جیسے لامسلمات تو کسرہ کے علاوہ فتحہ بھی جائز ہے۔ بلکہ اس میں کل چار وجوہ جائز ہیں، جن کا ذکر اپنے مقام پر آئے گا۔ (کمافی الاشباہ)

تنبیه: جمع مؤنث سالم کا یہ اعراب لفظی تب ہوگا جب یائے متکلم کی طرف مضاف نہ ہو۔

هُنَّ مُسْلِمَاتٌ وَرَأَيْتُ مُسْلِمَاتٍ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمَاتٍ
پنجم غیر منصرف وآن اسمیت کہ دو سبب (۱) از اسباب منع صرف درو باشد
اسباب منع صرف نہ است (۲) عدل (۳) وصف (۴) تانیث (۵) معرفہ (۶) عجمہ (۷)

۱۔(**دوسبب**) دوسبب یا ایک جو کہ دو اسباب کے قائم مقام ہو۔(۱)

۲۔(**نہ است**) ابن ہشام نے القطر میں غیر منصرف کے نو اسباب ذکر فرمائے ہیں فاکہی شرح قطر میں فرماتے ہیں کہ نو اسباب عند الجمہور رہیں۔شیخ یٰس حاشیۃ الفاکہی (۲/۲۶۱) میں فرماتے ہیں کہ بعض کے نزدیک اس کے اسباب دس ہیں اور دسواں سبب الف زائدہ برائے الحاق جیسے اَرْطٰی یا برائے تکثیر جیسے: قَبَعْثَرٰی ہے جو کسی علم کے آخر میں آتا ہے۔بعض کے نزدیک اسباب منع صرف گیارہ ہیں اور گیارھواں سبب ''مُرَاعَاۃُ الْاَصْلِ'' ہے جیسا کہ تنکیر کے بعد لفظ احمر۔بعض کا خیال ہے کہ اسباب صرف دو ہیں: ''حکایت اور ترکیب''ابن ہشام نے اوضح میں بھی نو اسباب ذکر فرمائے ہیں۔ازھری اس کی شرح میں فرماتے ہیں: ''جَمَعَهَا ابْنُ النَّحَّاسِ فِيْ قَوْلِهٖ:'

اِجْمَعْ وَزِنْ عَادِلًا اَنِّثْ بِمَعْرِفَةٍ رَكِّبْ وَزِدْ عُجْمَةً فَالْوَصْفُ قَدْ كَمُلَا

۳۔(**عدل**) عدل کے لغت میں تین معانی ہیں:

(۱) تَسْوِیَہ یعنی برابر کرنا جیسے: فَعَدَلَکَ

(۲) اِقْسَاط بمعنی انصاف کرنا جیسے: عَدَلَ فِیْ حُکْمِہٖ

(۳) اِنْحِرَاف بمعنی پھر جانا جیسے: عَدَلَ عَنِ الطَّرِیْقِ کمافی حواشی یٰس علی التصریح (۲/۲۲۲)

اصطلاح میں عدل کی تعریف یہ ہے کہ کسی لفظ کا اپنے اصلی صیغہ سے دوسرے صیغہ کی طرف بغیر کسی قاعدہ صَرْفِیَہ (۲) کے بدل جانا بشرطیکہ اس کا مادہ اور معنی (۳) باقی رہے۔

۱۔یہ غیر منصرف کی تعریف ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر کسرہ یا تنوین داخل نہ ہو لیکن اگر مضاف ہو جائے یا الف لام داخل ہو جائے تو محققین کے نزدیک اس پر کسرہ آئے گا اور یہ غیر منصرف ہی رہے گا بشرطیکہ اس میں دو سبب باقی رہیں۔جیسے مَرَرْتُ بِالْمَسَاجِدِ وَمَسَاجِدِکُمْ

۲۔(قاعدہ صرفیہ) جیسا کہ بعض شروح نحو میر میں ہے خضری نے قاعدہ صرفیہ سے مراد قلب، تخفیف، الحاق اور معنی زائد لیا ہے۔

۳۔(معنی) تعریف عدل میں معنی کا اضافہ الکواکب الدریۃ (۱/۳۹۳) میں موجود ہے اور خضری اسے حاشیہ (۱/۹۹) میں ((مع بقاء المعنی الاَصلی)) سے تعبیر کرتے ہیں۔

عدل دو قسم پر ہے:

(۱) عدل تحقیقی یہ ہے کہ کسی اسم کے معدول ہونے پر اس کے غیر منصرف پڑھے جانے کے علاوہ اور بھی کوئی دلیل ہو جیسے: ثُلٰثُ وَمَثْلَثُ (۱)

(۲) عدل تقدیری: یہ ہے کہ کسی اسم کے معدول ہونے پر اس کے غیر منصرف پڑھے جانے کے علاوہ اور کوئی دلیل نہ ہو۔ جیسے: عُمَرُ وَزُفَرُ (۲)

۴۔(**وصف**) وصف سے مراد وصف اصلی ہے نہ کہ عارضی جیسے: اَحْمَرُ

۵۔(**تانیث**) تانیث اگر بالتاء ہو تو وہ بشرط علمیت غیر منصرف ہے۔ خواہ مذکر کا علم ہو یا مؤنث کا خواہ تین سے زائد ہو یا نہ، اگر مؤنث معنوی ہے تو پھر اگر چار حرفی ہو۔ جیسے زینب یا تین حرفی مگر متحرک الاوسط جیسے سَقَرَ یا ساکن الاوسط مگر عجمہ جیسے ماہ وجُورُ یا منقول از مذکر جیسے زَید ان سب صورتوں میں غیر منصرف ہوگا۔ اگر یہ شرطیں نہ ہوں جیسے ھِند تو اس کا غیر منصرف پڑھنا اولی ہے۔ اگر تانیث بہ الف مقصورہ یا ممدودہ ہو جیسے حُبلیٰ یا حَمْرَاءُ تو یہ مطلقا غیر منصرف ہوں گے خواہ علم ہوں جیسے رَضْوٰی وزَکَرِیّاء یا نہ ہوں جیسے، حُبْلیٰ وسَوْدَاءُ

۶۔(**معرفہ**) معرفہ سے مراد علمیت ہے۔ کیونکہ اس کے علاوہ معرفہ کی باقی اقسام یا مبنی ہیں یا معرب منصرف۔ فتدبر

۷۔(**عجمہ**) عجمہ میں دو شرطیں ہیں۔(۱) وہ کلمہ اصل وضع میں علم ہو۔(۲) تین حرف سے زائد ہو۔ جیسے ابراھیم۔ اگر کلمہ اصل وضع میں علم نہ ہو جیسے فیروز، لجام یا تین حرف سے زائد نہ ہو خواہ متحرک الاوسط ہو جیسے شَتَرُ یا ساکن الاوسط جیسے نُوح تو منصرف ہوگا۔

---

(۱) ثلث اور مثلث ان دونوں کے معدول ہونے پر ان کے غیر منصرف پڑھے جانے کے علاوہ اور دلیل بھی ہے اور وہ ہے معنی کا تکرار جو کہ لفظ کے تکرار پر دلیل کرتا ہے۔ ان میں غیر منصرف کے دو سبب ہیں۔(۱) عدل (۲) وصف اصلی۔ پس پتہ چلا کہ ثلث اور مثلث میں ہر ایک ثَلٰثَةٌ ثَلٰثَةٌ سے معدول ہے۔

(۲) عمر اور زفر ان دونوں کے معدول ہونے پر ان کے غیر منصرف پڑھے جانے کے علاوہ کوئی دلیل نہ تھی ان میں غیر منصرف ایک سبب علمیت موجود تھا اور دوسرا عدل فرض کر لیا گیا۔

وجمع (۱) وترکیب (۲) ووزن فعل (۳) والف ونون زائدتان (۴) چوں عُمَرُ

۱۔(**جمع**) جمع اس سے مراد جمع منتہی الجموع ہے۔ یہ وہ اسم متمکن ہے جو مَفَاعِل یا مَفَاعِیل کے وزن صوری پر آئے جیسے مساجد وضوارب اوراس کے کل انیس اوزان ہیں اس جمع میں شرط ہے کہ اس کے آخر میں تائے مربوطہ یعنی گول تاء نہ آئے غیر منصرف ہونے کے لیے وزن جمع کا اعتبار ہے نہ کہ جمع کا لہٰذا سراویل جو کہ مفرد ہے اور شَرَاحِيل جو کہ عجمی علم ہے دونوں غیر منصرف ہیں۔ البتہ سَرَاوِيل میں ابن حاجب صرف جائز اور ابن مالک غیر منصرف اولی جانتے ہیں۔

۲۔(**ترکیب**) اس سے مراد ترکیب مزجی ہے جیسے بَعْلَبَكُّ و مَعْدِيكَرِبُ اوراس میں علمیت شرط ہے۔

۳۔(**وزن فعل**) وزن فعل خواہ وہ فعل کا خاص وزن ہو جیسے قُتِلَ فَعَّلَ تَفَعَّلَ اِنْصَرَفَ خواہ وہ وزن فعل میں حقیقۃً غالب ہو جیسے اُنْصُرُ، اِسْمَعْ، اِضْرِبْ۔ یا حکماً غالب ہو جیسے يَشْكُرُ تَغْلِبُ اَحْمَدُ نَرْجِسُ ۔وزن فعل میں علمیت شرط ہے۔

۴۔(**الف ونون زائدتان**) جس کلمہ میں الف اور نون دونوں زائد ہوں گے وہ دو قسم پر ہے۔ اسمی اور وصفی

① ۔اسمی: یہ وہ ہے جو اسمیت پر دلالت کرے اور اس میں علمیت شرط ہے اور اس میں تین اوزان آتے ہیں۔

(۱) فَعْلَانُ: جیسے سَلْمَانُ

(۲) فِعْلَان: جیسے عِمْرَانُ جیسا کہ مصنف نے اس کی مثال دی ہے۔

(۳) فُعْلَانُ: جیسے لُقْمَانُ

② ۔وصفی: یہ وہ ہے جو وصفیت پر دلالت کرے جیسے سَكْرَان بروزن فَعْلَان اور اس میں یہ شرط ہے کہ اس کی مؤنث

فَعْلَانۃ کی وزن پر نہ آئے خواہ فَعْلٰی آئے یا نہ آئے لہذا سَکْرَان بروزن فَعْلَان غیر منصرف ہے کیونکہ اس کی مونث سَکْرٰی بروزن فَعْلٰی آتی ہے اور سَکْرَانہ بروزن فَعْلَانہ نہیں آتی۔ غیر منصرف کے باب میں اسی قسم سے صرف فَعْلَان کا وزن آتا ہے۔ فِعْلَان تو آتا ہی نہیں۔ فُعْلَان آتا ہے۔ جیسے خُمْصَان مگر اس کی مونث فُعْلَانہ جیسے خُمْصَانہ آتی ہے۔
علامہ خضری فرماتے ہیں:

وَلَيْسَ الْكَلَامُ فِيهِ لِأَنَّهُ مَصْرُوفٌ. (حاشية الخضرى : ٢/ ٩٨)

یاد رہے عمر سے لے کر عمران تک سوائے جمع منتہی الجموع کے سب میں دو دو سبب موجود ہیں۔

وَاَحْمَرُ وَطَلْحَةُ وَزَيْنَبُ وَاِبْرَاهِيْمُ وَمَسَاجِدُ وَمَعْدِيْكَرِبُ
وَاَحْمَدُ وَعِمْرَانَ رفعش بضمه باشد ونصب وجر بفتحه (۱) چوں
جَاءَ عُمَرُ رَأَيْتُ عُمَرَ وَمَرَرْتُ بِعُمَرَ ششم اسمائے ستہ مکبرہ (۲)

۱۔(**نصب وجر بفتحہ**) غیر منصرف کے اس اعراب کی چار شرطیں ہیں۔(۱) اسم مقصور نہ ہو جیسے حُبْلیٰ (۲) اسم منقوص نہ ہو جیسے جوارٍ (۳) معرف باللام نہ ہو جیسے اَلاَحْمَدُ (۴) مضاف نہ ہو جیسے اَفْضَلُكُمْ۔

۲۔(**اسمائے ستہ مکبرہ**) اسمائے ستہ کی تعداد میں اختلاف ہے۔جمہور علمائے نحو چھ ہی ذکر کرتے ہیں البتہ فراء اور زجاج نے پانچ ذکر کیے ہیں اور ان میں هَنٌ کو شامل نہیں کیا۔جوہری نے علم نحو میں اپنی کسی تالیف میں سات گنوائے ہیں اور ان میں مَن للحکایۃ شامل ہے۔(هکذا في حاشية الملوى على شرح المكودى)(۱)

یاد رہے کہ اسمائے ستہ کا ان چھ کلمات پر اطلاق علم غالب کی طرح ہے اسمائے ستہ سے پہلے اقسام خمسہ کا اعراب بالحرکۃ بیان ہوا ہے پہلی تین اقسام کا اعراب بالحرکۃ لفظی اصلی ہے چوتھی اور پانچویں قسم کا اعراب لفظی نیابی ہے اب اسمائے ستہ میں اعراب بالحرف لفظی نیابی کا ذکر ہو رہا ہے۔اعراب لفظی وہ ہوتا ہے جس کا تلفظ ہو سکے اعراب لفظی کو اعراب ظاہری بھی کہتے ہیں۔

اسمائے ستہ کے مذکورہ بالا اعراب کی چار شرطیں ہیں۔(۱) موحّدہ ہوں یعنی تثنیہ اور جمع نہ ہوں۔مصنف نے یہ شرط ذکر نہیں کی شاید امثلہ پر اکتفاء کیا ہے۔(۲) مکبرہ ہوں مصغرہ نہ ہوں۔(۳) مضاف ہوں بلا اضافت نہ ہوں۔(۴) یائے متکلم کے غیر کی طرف مضاف ہوں جیسے اَبُوكَ، اَخُوكَ، حَمُوكِ۔

---

(۱)۔بعض نحات نے ذوالطائیۃ کو ان لوگوں کی لغت میں جو اسے معرب پڑھتے ہیں اسماء ستہ میں شمار کیا ہے۔کمافی حاشیۃ ابن الحاج

وقتیکہ مضاف باشند بغیر یائے متکلم چوں اَبٌ (۱) وَاَخٌ وَحَمٌ (۲) وَهَنٌ (۳) وَفَمٌ (۴)

۱۔(**اَبٌ**) سے لے کر هَنٌ تک کاوزن بصریوں کے نزدیک فَعَلٌ ہےاوران کا اصل بدلیل تثنیہ اَبَوَانِ اَخَوَانِ حَمَوَانِ اور هَنَوَانِ، اَبَوٌ ، اَخَوٌ، حَمَوٌ اور هَنَوٌ ہے۔

۲۔(**حَمٌ**) کا اطلاق عام طور پر صرف خاوند کے اقرباء پر ہوتا ہے مگر ابن الفارس نے مجمل میں خاوند اور بیوی دونوں کے اقرباء کے لئے جائز قرار دیا ہے قاموس میں اسی اختلاف کی طرف اشارہ ہے (کمافی النکت للسیوطی) چنانچہ صاحب قاموس فرماتے ہیں: حَمُو الْمَرْأَةِ وَحَمُوهَا اَبُو زَوْجِهَا وَمَنْ كَانَ مِنْ قِبَلِهِ وَالْاُنْثٰى حَمَاةٌ وَحَمُو الرَّجُلِ اَبُو امْرَأَتِهِ وَاَخُوهَا اَوْ عَمُّهَا وَالْاَحْمَاءُ مِنْ قِبَلِهَا خَاصَّةً اور الكواكب الدرية (۱۹/۱) میں ہے اَلْحَمُ قَرِيبُ زَوْجِ الْمَرْأَةِ وَالْخَتَنُ قَرِيبُ الْمَرْأَةِ وَالصِّهْرُ يَجْمَعُهُمَا۔

(حَمُوكِ) کے تحت معرب الکافیۃ" میں ہے: ثُمَّ الْمَشْهُوْرُ كَسْرُ الْكَافِ فِي حَمُوكِ لِاَنَّ الْحَمَ قَرِيبُ الْمَرْأَةِ مِنْ طَرَفِ زَوْجِهَا فَلَا يُضَافُ اِلَى الْمُذَكَّرِ وَاَجَازَ صَاحِبُ الْمُجْمَلِ اِطْلَاقَ الْحَمِ عَلٰى اَقَارِبِ الزَّوْجَيْنِ

۳۔(**هَنٌ**)عورت یا مرد کی شرمگاہ یا مکروہ چیز کو کہتے ہے۔(شرح جامی وغیرہ)

۴۔(**فَمٌ**) کا اصل خلیل اور سیبویہ کے نزدیک فُوْهٌ ہے۔ابن یعیش نے ان کی تائید کی ہے اور فراء کے نزدیک فُوْهٌ ہے۔فَمٌ میم کے ساتھ بحالت افراد یعنی عدم اضافت پڑھتے ہیں اور جب مضاف ہو تو واو کے ساتھ جیسے فُوْكَ البتہ کبھی کبھی اضافت کے باوجود میم ثابت رہتی ہے۔جیسے فَمُ الصَّائِمِ ۔(اشمونی)

وذُوْ مَالٍ رفع شان بواوُ باشد(۱) ونصب بالف وجر بیاء چوں جاءَ اَبُوکَ
رَأَیْتُ اَبَاکَ وَمَرَرْتُ بِاَبِیکَ ہفتم مثنی چوں رَجُلاَنِ(۲)

۱۔(**ذُوْمَالٍ**) ذو بمعنی صاحب کے اصل اور وزن کے بارے میں علمائے نحات کا اختلاف ہے چنانچہ سیبویہ کے نزدیک اس کا اصل ذال، واو، یاء، (ذَوَیٌ) ہے اور اس کا وزن فَعَلٌ جیسے جَبَلٌ ہے (کمافی الخضری والاشمونی) خلیل کے نزدیک ذُوْ کا اصل دال اور دو واوَ (ذَوٌّ (ا)) اور اس کا وزن فَعْلٌ جیسے فَلْسٌ ہے (کمافی الھمع والاشمونی والصبان) ابن کیسان کے نزدیک ذو میں دونوں اوزان کا احتمال ہے (کمافی الاشمونی) مگر ھمع میں سیوطی ابن کیسان سے ذَوَیٌ بفتح الواو (جیسا کہ سیبویہ اور بصریوں کا مذھب ہے) نقل کرتے ہیں۔ ابن ھشام نے مغنی میں اور ابن الخشاب نے مرتجل میں سیبویہ اور بصریوں کے مذھب کو اختیار کیا ہے میرے نزدیک بھی یہی مذھب مختار ہے(۲) شرح جامی غایۃ التحقیق، درایۃ النحو اور ہدیہ صغیر، شرح نحو میر میں خلیل کے مذھب کو اختیار کیا گیا ہے البتہ خلیل کے نزدیک ذُوْ کا اصل ذَوٌّ بروزن فَعْلٌ (بسکون العین) ہے لیکن انہوں نے بفتح العین ذَوَوٌ ذکر کیا ہے اشمونی، صبان، سیوطی، (ھمع میں) اور اسی طرح

....

(۱) ذواً قال ابن یعیش فی شرح المفصل (۵۳/۱): وَاَمَّا ((ذُوْ مَالٍ)) فَاَصْلُ ذُوْ فِیْہِ ذواً مثل عصاً وقناً۔ وقال الخضری فی الحاشیۃ (۳۶/۱) وعند الخلیل ذَوٌّ بشدّ الواو۔

(۲) ابن یعیش نے شرح المفصل میں سیبویہ اور بصریوں کے مذھب کو ترجیح دی ہے کیونکہ معتل العین الواوی کا لام کلمہ اکثر و بیشتر یاء ہوتا ہے جیسے شَوَیْتُ ولَوَیْتُ اور واو کا آنا کم ہے جیسے قُوَّۃٌ اور عمل زیادہ تر علی الاکثر ہوتا ہے یہی وجہ ترجیح ابن الخشاب نے مرتجل میں ذکر کی ہے اور اس کو ابن برّی نے اختیار کیا ہے۔ کما فی لسان العرب۔ بعض حضرات نے خلیل کے مذھب کے حق میں یہ دلیل دی ہے کہ اسمائے ستہ میں فُوک کے علاوہ باقی سب اسماء میں لام کلمہ واو تھا اس لئے فوک کے علاوہ باقی سب باب کو ایک ہی طریقہ پر جاری کر دیا گیا ہے یعنی سب کو واوی اللام شمار کیا گیا (کمافی الصبان) بنابریں ذُوْ کا لام کلمہ بھی واو ہوگا (لسان العرب میں ہے)(وَنَرِیٰ اَنَّ الْاَلِفَ مُنْقَلِبَۃٌ عَنْ وَاوٍ) ھمارا خیال یہ ہے کہ ذَوَا تَا اَفْنَانٍ میں الف واو سے بدلا ہے۔ ابن برّی کہتے ہیں (صَوَابُہٗ مُنْقَلِبَۃٌ عَنْ یَاءٍ) درست یہ ہے کہ الف یاء سے بدلا ہے جوہری فرماتے ہیں: ذَوَیٌ (یعنی ذَوٌّ) سے فَعَلٌ کا عین کلمہ حذف ہے تا کہ دو واو جمع نہ ہوں کیونکہ تثنیہ میں ذَوَوَانِ جیسے عَصَوَانِ بنتا ہے ابن برّی کہتے ہیں، ،صَوَابُہٗ کَانَ یَلْزَمُ فِی التَّثْنِیَۃِ ذَوَیَانِ،، کیونکہ اس کا عین کلمہ واو ہے اور جس کا عین واو ہو تو اس کا لام کلمہ یاء ہوگا عملاً علی الاکثر اور ذَوَیٌ میں حذف لام کلمہ ہے جو کہ یاء ہے نہ کہ عین کلمہ کیونکہ لام کلمہ میں عین کلمہ کے مقابلہ میں حذف زیادہ ہے۔

خضری حاشیہ میں خلیل سے ذَوٌ ذُوٌ نقل کرتے ہیں ھمع میں فراء سے بھی ذُوْ کا وزن فَعْلٌ بسکون العین منقول ہے۔ شارح جامی ذُوْ کا اصل ذَوَوٌ بروزن فَعَلٌ ذکر کرتے ہیں (۱) البتہ نحو میر کی بعض شروح میں جیسے کہ بدر منیر، ہدیہ شبیر اور اس طرح مہر منیر میں ذُو کے دونوں اصل یعنی ذُوُوٌ یا ذُوُیٌ نقل کیے گئے ہیں۔ مگر میرے نزدیک ان دونوں کو ذو کا اصل بنانا محل نظر ہے کیونکہ دونوں صورتوں میں ذال کا ضمہ، عین کلمہ، جو کہ واو ہے، کی اتباع کا ضمہ ہے، اور واؤ جو کہ عین کلمہ ہے، پر ضمہ لام کلمہ (واو یا یاء) کے حذف کے بعد نقل ہوا ہے لہذا اگر اصل بتاتے وقت واؤ یا یاء جو کہ لام کلمہ ہے، کو ظاہر کریں تو ذال پر فتحہ لازم ہوگا۔ نہ کہ ضمہ لہذا ذو کا اصل ذَوُوٌ یا ذَوَوٌ علی الاختلاف یا ذَوَیٌ ہوگا۔ ابن الخشاب المرتجل (ص:۵۹) میں یوں رقم طراز ہیں:

وَالْفَاءُ فِیْ ذُوْ، ذَا ،ذِیْ وَهِیَ الذَّالُ التَّابِعَةُ لِلْعَیْنِ فِی الْحَرَکَةِ اَوْ مَنْقُوْلَةٌ إِلَیْهَا حَرَکَةُ الْعَیْنِ عَلٰی قَوْلِ مَنْ یَرٰی ذَالِكَ کَمَا اَنَّ الْعَیْنَ تَابِعَةٌ لِحَرَکَةِ اللَّامِ اَوْ مَنْقُوْلَةٌ اِلَیْهَا حَرَکَتُهَا فِی الْاَسْمَاءِ الْاَرْبَعَةِ الْمُتَقَدِّمَةِ۔

اَب چونکہ بڑے بڑے جہابذہ فن ذُوْ کا وزن عند الخلیل اور فراء فَعْلٌ ہی ذکر کرتے ہیں اس لئے میرا رجحان بھی اس طرف ہے علامہ رضی کے قول سے بھی میرے اس موقف کی تائید ہوتی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں: اَمَّا ذُوْ فَلَا دَلِیْلَ "عَلٰی فَتْحِ عَیْنِهٖ لِاَنَّ قِیَاسَ سَاکِنِ الْعَیْنِ مُعْتَلِّهَا اَفْعَالٌ أَیْضًا کَحَوْضٍ وَاَحْوَاضٍ وَبَیْتٍ وَاَبْیَاتٍ وَقَالَ الْخَلِیْلُ: وَزْنُ ذُوْ فَعْلٌ بِالسُّکُوْنِ وَاللَّامُ مَحْذُوْفَةٌ فِیْ جَمِیْعِ مُتَصَرَّفَاتِ ذُوْ اِلَّا فِیْ ذَاتٍ وَذَوَاتٍ"(۲)

مصنف نے اسمائے ستہ مکبرہ کے اعراب میں قطرب، زیادی، زجاجی اور ہشام کوفی کے مذہب کو اختیار کیا ہے حالانکہ سیبویہ اور جمہور کا مذہب اس کے خلاف ہے۔

تنبیہ: اسمائے ستہ کا یہ اعراب تب ہوگا جب ان کا مضاف الیہ معرّف بالام نہ ہو جیسے ابوالحسن

....

(۱) شرح جامی (ص:۵۴)

(۲) ذَوَاتٌ ذات کی جمع ہے جس کا اصل ذَوَاۃٌ (ذَوَیَۃٌ) ہے اس میں عین کلمہ حذف ہے کثرت استعمال کی وجہ سے جو کہ واو ہے اور اس کا لام کلمہ یاء ہے عند سیبویہ والبصریین اور واو ہے عند الخلیل۔

ہشتم کِلاَ وَ کِلْتَا (۱) مضاف بمضمر نہم اِثْنَان وَاِثْنَتَان (۲) رفع شان بالف باشد
ونصب وجر بیائے ماقبل مفتوح (۳) چوں جَاءَ رَجُلاَنِ وَ کِلاَھُمَا وَاِثْنَانِ

(شرح صفحہ سابقہ) ۲۔(**رجلان**) یہ مثنیٰ حقیقی کی مثال ہے۔ یہ وہ ہوتا ہے جس میں مثنیٰ کی تمام شرطیں موجود ہوں کلا' کلتا دونوں ملحق بالمثنیٰ کہلاتے ہیں یہ وہ ہے جس میں مثنیٰ کی تمام شرطیں موجود نہ ہوں۔ کلا اور کلتا کے اصل میں اختلاف ہے ظاہر یہ ہے کہ کلا کا الف واؤ یا یاء سے بدلا ہے۔ اور کلتا کا الف تانیث کے لیے ہے اور تا لام کلمہ واؤ یا یاء سے بدلی ہوئی ہے۔ ہے۔ (تصریح وغیرہ)

۱۔(**کلا وکلتا**) کلا وکلتا کا یہ اعراب تب ہوگا جب ضمیر کی طرف مضاف ہوں نہ کہ اسم ظاہر کی طرف جیسے کِلَا الرَّجُلَيْنِ وكِلْتَا المرْأتَيْنِ کیونکہ اس صورت میں تینوں حالتوں میں اعراب بالحرکت تقدیری ہوگا۔

۲۔(**اثنان واثنتان**) اثنان واثنتان اور اسی طرح ثنتان (عند بنی تمیم) تثنیہ کے اسماء ہیں تثنیہ حقیقی نہیں ہیں۔ اور انہیں ملحق بالمثنیٰ کہتے ہیں یعنی تثنیہ سے ملحق کہلاتے ہیں۔ (اشمونی)

۳۔(**یہ اعراب**) مثنیٰ اور ملحق بالمثنیٰ کا مشہور اعراب ہے۔ جمہور متاخرین مثلاً ابن مالک' قطرب' زیادی' زجاجی' زمخشری' ابن یعیش' خضری اور اشمونی وغیرہ نے اسے ترجیح دی۔ گو سیبویہ اور جمہور بصریین اور ابن عقیل وغیرہ اس کے خلاف ہیں۔ (ھمع وغیرہ)

وَرَأَیْتُ رَجُلَیْنِ وَکِلَیْهِمَا وَاثْنَیْنِ وَمَرَرْتُ بِرَجُلَیْنِ کِلَیْهِمَا وَاثْنَیْنِ
دہم جمع مذکر سالم چوں مُسْلِمُوْنَ (۱) یازدھم اُوْلُوْ (۲) دوازدھم عِشْرُوْنَ (۳)
تاتِسْعُوْنَ رفع شان بواوَ ماقبل مضموم باشد ونصب وجر بیائی ماقبل مکسور
چوں جَاءَ مُسْلِمُوْنَ وَاُوْلُو مَالٍ وَعِشْرُوْنَ رَجُلاً وَرَأَیْتُ مُسْلِمِیْنَ

تنبیہ :تثنیہ کا یہ اعراب تب ہے جب وہ معرّف باللام کی طرف مضاف نہ ہو۔ کیونکہ اس صورت میں تثنیہ کا اعراب بحالت رفع اعراب تقدیری ہوگا۔

۱۔(**مُسْلِمُوْنَ**) مُسْلِمُوْنَ سے جمع مذکر سالم حقیقی مراد ہے۔ یہ وہ ہے جو اپنی تمام شرطوں پر ہو۔

۲۔(**اُوْلُوْ**) یہ ملحق بالجمع کی قسم ہے یہ وہ ہے جو جمع کی تمام شرطوں پر نہ ہو اُلُوْ اسم جمع ہے اور اس کا مفرد ذُوْ ہے جو کہ مِنْ غَیْرِ لَفْظِہٖ ہے ذُوْ سے ذَوُوْن اگر چہ مِنْ لَفْظِہٖ وارد ہے مگر یہ جمع مکسر ہے کیونکہ اس میں ذُوْ کا وزن قائم نہیں رہا اس لئے ذُوْ بضم الذال اور ذَوُوْن بفتح الذال ہے ضمہ بوجہ ثقل فتحہ سے بدل گیا ہے (کمافی الاوضح)

۳۔(**عشرون**) یہ بھی ملحق بالمثنیٰ کی قسم ہے عشرون اسم جمع ہے جمع نہیں۔ (خضری، اشمونی)

جمع اور ملحق بالجمع کا یہ اعراب جمہور متاخرین قطرب، زجاج، زجاجی ابن مالک زمخشری ابن یعیش وغیرہ کے نزدیک ہے۔ اور یہ اعراب تب ہوگا جب ان کی اضافت معرّف باللام کی طرف نہ ہو کیونکہ اس صورت میں جمع مذکر سالم کا اعراب بالحرف تقدیری ہوگا۔

وَاُولِی مَالٍ وَعِشْرِیْنَ رَجُلاً وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمِیْنَ وَاُولِی مَالٍ
وَعِشْرِیْنَ رَجُلاً سیزدھم اسم مقصور(۱) وآن اسمے ست کہ درآخرش الف مقصورہ باشد
چوں مُوسیٰ (۲) چہاردھم غیر جمع مذکر سالم (۲) مضاف بیائے متکلم (۳)
چوں غُلامِی (۴) رفع شان بتقدیر ضمہ باشد ونصب بتقدیر فتحہ وجر بتقدیر کسرہ
ودر لفظ ہمیشہ یکساں باشند چوں جَاءَ مُوسیٰ وَغُلامِی
وَرَأَیْتُ مُوسیٰ وَغُلامِی وَمَرَرْتُ بِمُوسیٰ وَغُلامِی

۱۔(**اسم مقصور**) یہ وہ اسم معرب ہے جس کے آخر میں الف لازمہ ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں (۱) مُنوّن یعنی تنوین والا جیسے ھٰذہ عَصًا (۲) غیر مُنوّن جیسے ھٰذِہٖ عَصَاکُمْ اَوِ الْعَصَا۔

۲۔(**موسیٰ**) اسم مقصور کا یہ اعراب تب ہے جب یہ منصرف ہوگا۔(مرتجل شرح مفصل)

۳۔(**یائے متکلم**) مصنف کی عبارت میں تسامح ہے کیونکہ غیر جمع مذکر سالم مفرد تثنیہ اور جمع مکسر اور جمع مؤنث سالم سب کو شامل ہے۔ حالانکہ مفرد اور جمع مکسر جبکہ اسم مقصور ہوں اور تثنیہ (مطلقاً) جب یاء کی طرف مضاف ہوں جیسے ھٰذہ عصایَ ھولاء سکاریٰ ھذان اخوایَ ان کا یہ اعراب نہیں ہوتا۔ رضی اور صاحب درایہ نے گو جواب دینے کی کوشش کی ہے مگر وہ سعی ناتمام ہے۔

۴۔(**یائے متکلم**) کی طرف مضاف جیسے غلامی کا یہ اعراب ابن حاجب کے نزدیک ہے۔ ابن مالک کے نزدیک حالت جر میں اعراب لفظی ہے نہ کہ تقدیری۔ جرجانی کے نزدیک مثل غُلَامِی تینوں حالتوں میں مبنی ہے اور بعض کے نزدیک یہ نہ معرب ہے نہ مبنی بلکہ خَصِّی ہے (کمافی شرح الازھری ودرایۃ النحو) بعض نحات نے خصی کی بجائے خنثی مشکل کے اطلاق کو درست قرار دیا ہے۔

پانزدهم اسم منقوص (۱) وآن اسمیست که آخرش یائے ماقبل مکسور باشد چوں قاضی
رفعش بتقدیر ضمه باشد ونصبش بفتحه لفظی وجرش بتقدیر کسره (۲) چوں
جَاءَ الْقَاضِیْ رَأَیْتُ الْقَاضِیَ مَرَرْتُ بِالْقَاضِیْ جمع مذکر سالم مضاف بیائے متکلم چوں
مُسْلِمِیَّ رفعش بتقدیر واو باشد ونصب وجرش بیائے (۳) ماقبل مکسور چوں هٰؤُلَاءِ مُسْلِمِیَّ که دراصل
مُسْلِمُوْنَ بود نون باضافت ساقط شده واو ویاء جمع شده بودند سابق ساکن بود واو را بیاء بدل کردند

۱۔(**اسم منقوص**) یہ وہ اسم معرب ہے جس کے آخر میں ایسی یاء لازمہ ہو جس کا ماقبل مکسور ہو۔ یہ تعریف عمدۃ الحافظ وعُدَّۃ اللافظ اور شرح ابن عقیل میں ہے اور یہ دو قسم پر ہے۔(۱) منون جیسے قاضٍ (۲) غیر منون جیسے هٰذَا الْقَاضِیْ یا هذا قاضِیْکُمْ۔

۲۔(**بتقدیر کسرہ**) اس اعراب کی چند شروط ہیں۔(۱) اسم منقوص جمع منتہی الجموع نہ ہو۔ جیسے جوارٍ (۲) یائے متکلم کی طرف مضاف نہ ہو جیسے قاضِیَّ (۳) مرکب مزجی کا جزو اول نہ ہو جیسے مَعْدِ یْکَرِبُ (۴) کسی عورت کا نام نہ ہو جیسے قاضی کیونکہ یہ غیر منصرف ہے۔

۳۔(**جرش بیائے**) یاء سے مراد یائے لفظی ہے۔ اور یہ اعراب رضی اور ابن حاجب کے نزدیک ہے مگر یٰس اور فاکہی کے نزدیک یہاں تینوں حالتوں میں اعراب تقدیری ہے۔

فائدہ: موسیٰ غلامی اور مُسْلِمِیَّ تینوں کے اعراب گو تقدیری ہیں مگر:(۱) موسیٰ اور غلامی میں حرکت تقدیری ہے اور مُسْلِمِیَّ میں صرف واؤ تقدیری۔(۲) موسیٰ اور غلامی میں تینوں حالتیں تقدیری اور مُسْلِمِیَّ میں صرف ایک (۳) موسیٰ اور غلامی میں اعراب تقدیری تعذر کی وجہ سے ہے کیونکہ الف پر ظاہراً اعراب آ ہی نہیں سکتا۔ بخلاف مسلمی اس میں ثقل کی وجہ سے ہے۔(درایۃ)

وَرَأَیْتُ مُسْلِمِیّ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمِیَّ فصل بدآنکہ اعراب
مضارع (۱) سہ است رفع ونصب وجزم فعل مضارع باعتبار وجوہ اعراب

۱۔(**اعراب مضارع**) کے اعراب کی کل تین انواع ہیں رفع' نصب' جزم پھر ان میں سے ہر ایک نوع کی مخصوص علامات ہیں۔ چنانچہ رفع کی علامت ضمہ لفظی جیسے هُوَ یَضْرِبُ میں باء پر یا تقدیری جیسے هُوَ یَخْشٰی میں الف پر یا اثبات نون جیسے یَضْرِبَانِ۔ یہ نون اعرابی کہلاتا ہے کیونکہ واحد جیسے یَضْرِبُ کے اعراب یعنی ضمہ کے عوض آتا ہے اسی طرح مضارع میں نصب کی علامت فتحہ لفظی ہے جیسے لَنْ یَضْرِبَ میں باء پر یا تقدیری جیسے لَنْ یَخْشٰی میں الف پر یا حذف نون ہے جیسے لَنْ یَضْرِبَا اور جزم کی علامت سکون لفظی ہے جیسے لَمْ یَضْرِبْ کی باء پر یا تقدیری جیسے لَمْ یَضْرِبِ الرَّجُلُ میں یَضْرِبْ کی باء پر یا حذف نون جیسے لم یَضْرِبَا یا حذف حرف علت ہے جیسے لم یَرْمِ۔

نیز یاد رہے کہ مضارع میں اصل بناء ہے کیونکہ فعل ہے مگر اسم فاعل سے لفظی اور معنوی مشابہت کی وجہ سے استعمال میں معرب ہوگیا بشرطیکہ نون نسوہ اور نون تاکید سے خالی ہو۔ اشمونی نے مشابہت کی چار وجوہ کا ذکر کیا ہے۔

بر چہار قسم ست اول صحیح (۱) مجرد از ضمیر (۲) بارز مرفوع (۳) برائے تثنیہ وجمع مذکر
وبرائے واحد مؤنث مخاطبہ رفعش بضمہ باشد ونصب بفتحہ وجزم سکون
چوں هُوَ يَضْرِبُ وَلَنْ يَّضْرِبَ وَلَمْ يَضْرِبْ دوم مفرد معتل (۴) واوی چوں هُوَ
يَغْزُوْ ویائی چوں يَرْمِيْ رفعش بتقدیر ضمہ (۵) باشد ونصب بفتحہ لفظی
وجزم بحذف لام چوں هُوَ يَغْزُوْ وَيَرْمِيْ وَلَنْ يَّغْزُوَ

۱۔(**صحیح**) نحویوں کے نزدیک صحیح وہ ہے جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو جیسے یَضْرِبُ، یَعِدُ، یَیْسِرُ، یَقُوْلُ اور یَبِیْعُ اور اس کے مقابلے میں معتل ہے اور صرفیوں کے نزدیک صحیح وہ ہے جس کا فاء، عین اور لام کلمہ حرف علت، ھمزہ اور تضعیف (دو حروف ایک جیسے) نہ ہوں جیسے حَمْدٌ وحَمِدَ۔ نحویوں کا صحیح صرفیوں کے صحیح کے مقابلے میں اعم ہے۔ فَافْهَمْ وَتَأَمَّلْ صرفیوں کے نزدیک صحیح کی مذکورہ تعریف کو فخر الدین زرادی نے مختار جانا ہے۔ دیکھئے نُغزک شرح زرادی۔

۲۔(**فعل**) مضارع میں دو طرح کی ضمیریں ہوتی ہیں (۱) بارز جو ظاہر ہوں اور یہ مضارع میں کل نو ہیں یعنی وہ صیغے جن کے آخر میں نون ضمیر یا نون اعرابی واقع ہو۔ مگر یہاں نون ضمیر کے دونوں صیغے مراد نہیں کیونکہ وہ از قبیل مبنی ہیں۔ (۲) مستتر جو ظاہر نہ ہوں۔ اور یہ ان پانچ صیغوں میں ہیں اَضْرِبُ میں اَنَا نَضْرِبُ میں نَحْنُ، تَضْرِبُ میں انت اور ھی اور یضرب میں ھو ہے۔

۳۔(**مرفوع**) سے مراد فاعل یا قائم مقام فاعل مثلاً نائب فاعل مبتدا اور خبر وغیرہ کی ضمیریں ہیں۔

۴۔(**معتل**) یعنی حرف علت والا اور نحویوں کے نزدیک وہ ہے جس کے آخر میں کوئی حروف علت ہو۔ حرف علت تین ہیں۔ واؤ، الف، یاء اور اس کی تین قسمیں ہیں۔ واوی جیسے یَدْعُوْ یائی جیسے یَرْمِی اور الفی جیسے تَخْشٰی۔

۵۔(**کیونکہ**) واؤ اور یاء پر ضمہ ثقیل ہے۔

وَلَنْ يَّرْمِيَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يَرْمِ سوم مفرد معتل الفی چوں يَرْضٰی
رفعش بتقدیر ضمہ باشد ونصب بتقدیر فتحہ وجزم بحذف لام(۱) چوں
هُوَ يَرْضٰی وَلَنْ يَّرْضٰی وَلَمْ يَرْضَ چهارم صحیح یا معتل باضمائر
ونونہائے مذکورہ رفع شان باثبات نون باشد چنانکہ در تثنیہ گوئی
هُمَا يَضْرِبَانِ وَيَغْزُوَانِ وَيَرْمِيَانِ وَيَرْضَيَانِ
ودر جمع مذکر گوئی هُمْ يَضْرِبُوْنَ وَيَغْزُوْنَ وَيَرْمُوْنَ وَيَرْضَوْنَ
ودر مفرد مؤنث حاضر گوئی اَنْتِ تَضْرِبِيْنَ وَتَغْزِيْنَ وَتَرْمِيْنَ وَتَرْضَيْنَ
ونصب وجزم بحذف نون چنانکہ در تثنیہ گوئی لَنْ يَّضْرِبَا وَلَنْ يَغْزُوَا
وَلَنْ يَرْمِيَا وَلَنْ يَّرْضَيَا وَلَمْ يَضْرِبَا وَلَمْ يَغْزُوَا وَلَمْ يَرْمِيَا وَلَمْ يَرْضَيَا
ودر جمع مذکر گوئی لَنْ يَّضْرِبُوْا وَلَنْ يَغْزُوْا وَلَنْ يَّرْمُوْا وَلَنْ يَرْضَوْا

۱۔(**بحذفِ لام**) یعنی لام کلمہ کا حذف جو کہ لم یَغْزُ میں واوٗ ہے اور لم یَرْمِ میں یاء ہے اور لم یَرْضَ میں لام کلمہ الف ہے۔

پہلی تینوں قسموں میں مضارع (خواہ صحیح ہو یا معتل) کے صرف پانچ صیغوں کے اعراب کا ذکر تھا اب یہاں سے باقی سات صیغوں کا بیان ہوگا۔ یہ وہ ہیں جن کے آخر میں نون اعرابی لاحق ہوتا ہے۔

وَلَمْ یَضْرِبُوْا وَلَمْ یَغْزُوْاوَلَمْ یَرْمُوْا وَلَمْ یَرْضَوْا ودرواحدمؤنث
حاضرگوئی لَنْ تَضْرِبِیْ وَلَنْ تَغْزِیْ وَلَنْ تَرْمِیْ وَلَنْ تَرْضَیْ وَلَمْ تَضْرِبِیْ
وَلَمْ تَغْزِیْ وَلَمْ تَرْمِیْ وَلَمْ تَرْضَیْ فصل بدآنکہ عوامل (۱) اعراب
بر دوقسم است (۲) لفظی ومعنوی لفظی بر سہ قسم است حروف وافعال واسماء
واین رادرسہ باب یادکنیم انشاءاللہ تعالے

فائدتان: (۱)۔فعل مضارع کے اعراب کی جملہ صورتیں ۱۴۴ ہیں۔فتدبر

(۲) فعل مضارع مُعْتَلّ اللام کے اعراب کا ضابطہ یہ ہے کہ جزم تینوں حالتوں میں ظاہر۔رفع تینوں حالتوں میں مقدر اور نصب صرف معتل الفی میں مقدر ہوگی۔(الاوضح)

۱۔(**عوامل**) یہ جمع ہے عامل کی،عامل کا لغوی معنی ہے ''کام کرنے والا'' اور اصطلاحی معنی وہ کلمہ جوکسی دوسرے کلمہ کے آخر میں کوئی اثر پیدا کرے۔اثر سے مراد حرکت'حرف'سکون اور حذف ہے۔

۲۔(**بر دو قسم است**) دراصل عامل کی کل تین قسمیں ہیں۔

(اَ) لفظی جو لفظاً موجود ہو،اور اس کی دو انواع ہیں۔

۱۔صریح جیسے یَضْرِبُ زَیْدٌ میں یَضْرِبُ ۲۔مؤول جیسے اَلضَّارِبُ زَیْدٌ میں الضارب یہاں الضارب میں ''ضارب'' ضَرَبَ یا یَضْرِبُ کی تاویل میں ہے اور الف ولام بمعنی الذی ہے۔

(ب) تقدیری جو لفظاً موجود نہ ہو جیسے بِکَمْ دِرْھَمٍ میں کم کے بعد مِنْ اور اُمِرْتُ لِاُسْلِمَ میں لام کے بعد اَنْ مقدر ہے۔

(ج) معنوی جو نہ لفظاً ہو اور نہ تقدیراً بلکہ عقلاً مفہوم ہو۔جیسے ھُوَ یَضْرِبُ میں یَضْرِبُ اور زَیْدٌ عَالِمٌ میں ''زید'' کا عامل معنوی ہے۔پہلے میں اس کا عامل ناصب وجازم سے خالی ہونا یعنی تجرد اور دوسرے میں ابتداء ہے۔

باب اول

در حروف عامله ودرودو فصل ست

فصل اول در حروف عامله (۱) دراسم وآن پنج ست قسم اول حروف جر (۲)

۱۔(**حروف عاملہ**) کی کل چار اقسام ہیں۔ ① جو رفع اور نصب دیں۔ جیسے حروف مشبہ بالفعل اور ماولا مشبّہتان بہ لیس۔ ② جو صرف نصب دیں جیسے واؤ معیّہ اور اِلَّا ' (۱) حروف نداء' اَنْ لَنْ' کَیْ' اِذَنْ ③ جو صرف جزم دیں یہ چھ ہیں۔ لَمْ' لَمّا' لام امر، لائے نہی، اِنْ اور اسی طرح اِذ ما (۲)

ملاحظہ: جرجانی نے الجمل میں حروف عاملہ کی تعداد ۳۷ گنوائی ہے مگر صحیح یہ ہے کہ ان کی تعداد اس سے زیادہ ہے۔ فتفکر۔

۲۔(**حروف جر**) جَرّ سے یا تو مراد معنی لغوی (یعنی کھینچنا) ہے جیسا کہ ابن حاجب کے نزدیک ہے یا معنی اصطلاحی یعنی حرکتِ جر دینا ہے۔ جیسا کہ رضی کے ہاں ہے اگر اول ہے تو تعریف یوں ہوگی۔ حروف جر وہ حروف ہیں جو فعل یا شبہ فعل کے معنی کو اپنے مدخول کی طرف کھینچیں۔ اگر ثانی ہے تو تعریف یوں ہوگی وہ حروف جو اپنے مدخول کو حرکت جر دیں۔ شبہ فعل سے مراد مصدر' اسم فاعل' اسم مفعول' صفت مشبہ' مبالغہ' اسم تفضیل' اسم منسوب بیاء النسبہ۔ اسم فعل اور معنی فعل بھی شبہ فعل کی طرح ہیں۔ جیسے ذا اسم اشارہ بمعنی اُشِیرُ یا ھا برائے تنبیہ بمعنی اُنبِّہ۔ اس کی تفصیل حال کی بحث میں بیان کی جائے گی۔ انشاء اللہ الرحمٰن۔

---

(۱) اِلَّا دو قسم پر ہے: (۱) اِلَّا استثنائیہ اور وصفیہ بمعنی غیر مگر اس کا استعمال کم ہے (۲) اِلَّا مُخَفَّفہ از اِنْ لا یعنی لائے نافیہ کما فی المعجم الوسیط۔

(۲) ان کی طرح اِذ ما بھی حرف ہے، چنانچہ ابن مالک الفیہ میں عوامل جزم کے ضمن میں فرماتے ہیں (وَ حَيْثُمَا أَنّى وَحَرْفٌ اِذْمَا كَاِنْ وَ بَاقِي الْاَدَوَاتِ اِسْمَا) اور اِذْمَا اِنْ کی طرح حرف ہے اور باقی کلمات اسم ہیں ابن عصفور مقرب میں، ازھری شرح الآجرومیہ اور ابن الحاج اس کے حاشیہ میں اسی طرح اھدل الکواکب الدریہ، فاکہی شرح القطر ابن عقیل شرح الفیہ اور خضری حاشیہ میں اسی طرف گئے ہیں۔ چنانچہ خضری حاشیہ (۱۲۱/۲) میں فرماتے ہیں: (فَاِنْ حَرْفٌ اِتِّفَاقًا وَاِذْمَا عَلَى الْاَصَحِّ) باقی حضرات کے نزدیک بھی اِذ ما علی الاصحّ حرف ہے۔

وآں ہفتدہ است با(۱) ومن (۲) والی (۳) وحتی (۴) وفی (۵) ولام (۶)

۱۔(**باء**)فوائد رفیعیہ میں باء کے کل سترہ معانی مذکور ہیں چند ایک ملاحظہ فرمائیں:

۱۔قسمیہ، جس کا مدخول مقسم بہ ہو جیسے باللہ۔ اس میں لفظ جلالہ مقسم بہ ہے۔

۲۔استعانت، جس کے مدخول سے فاعل مدد چاہے جیسے کَتَبَ زَیْدٌ بِالْقَلَمِ۔

۲۔(**مِنْ**)فوائد رفیعیہ میں مِن کے بارہ معانی مذکور ہیں من جملہ چند ایک یہ ہیں:

۱۔تبعیض جیسے اَکَلْتُ مِنَ الرَّغِیْفِ۔

۲۔قسم جیسے مِنَ اللّٰہِ لَتُبْعَثُنَّ مِنْ برائے قسم امور عظام میں ہوتا ہے۔

۳۔(**اِلٰی**)اس کے مشہور معانی یہ ہیں:

۱۔انتہائے غایت درزمان یا مکان جیسے اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی اللَّیْلِ (مگر مصحف کے رسم الخط میں اللیل ایک لام کے ساتھ ہے)۔سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَۃِ اِلَی الْکُوْفَۃِ۔

۲۔ظرفیت جیسے لَیَجْمَعَنَّکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔

۴۔(**حَتّٰی**)حتی کی کل تین اقسام ہیں۔(۱) جارہ (۲) عاطفہ (۳) ابتدائیہ۔ پھر جارہ دو قسم پر ہے۔

۱۔جو مفرد پر داخل ہو، یہ انتہائے غایت کے لیے ہے۔ جیسے نِمْتُ الْبَارِحَۃَ حَتَّی الصَّبَاحِ۔

۲۔جو مضارع پر داخل ہو تو انتہائے غایت کے لیے جیسے نِمْتُ الْبَارِحَۃَ حَتّٰی یَطْلُعَ الْفَجْرُ یا تعلیل کے لیے جیسے اَسْلَمْتُ حَتّٰی اَدْخُلَ الْجَنَّۃَ یا استثناء کے لیے جیسے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا۔

۵۔(**فی**)فی کے چند ایک معانی یہ ہیں:

۱۔ظرفیت جیسے اَلْمَالُ فِی الْکِیْسِ۔

۲۔بمعنی علیٰ جیسے وَلَاُصَلِّبَنَّکُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ۔

۶۔(**لام**)اس کے چند ایک معانی ملاحظہ فرمائیے:

۱۔بمعنی بعد اور یہ سماعی ہے جیسے کَتَبْتُ لِخَمْسٍ خَلَوْنَ مِنَ الشَّھْرِ۔(رصف المعانی ص:۲۷۴)

۲۔بمعنی علیٰ یہ بھی سماعی ہے جیسے یَخِرُّوْنَ عَلَی الْاَذْقَانِ۔

وَرُبَّ (۱) وواؤ قسم (۲) وتائے قسم (۳) وعن (۴) وعلی (۵) وکافِ تشبیہ (۶)

۱۔(**رُبَّ**) ربَّ ابن مالک' ابن ہشام' رضی' صاحب درایہ شارح جامی وغیرہم کے نزدیک تقلیل کے لیے موضوع ہے مگر اس کا استعمال تکثیر میں زیادہ ہے اس کا مدخول یا تو نکرہ موصوفہ ہوگا جیسے ربَّ رَجُلٍ صَالِحٍ یا ضمیر جس کی تمیز نکرہ ہو جیسے رُبَّہٗ' رَجُلاً بصریوں کے نزدیک ضمیر مفرد اور تمیز بدلتی رہے گی۔ یاد رہے ربَّ کا متعلق لفظاً یا معنیً ماضی ہوگا۔

۲۔(**واؤ قَسَم**) واوِ قسم بائے قسم سے بدل ہے اور اس میں تین شرطیں ہیں (۱) فعل ذکر نہ ہو جیسے واللّٰہِ (۲) سوال کے جواب میں مستعمل نہ ہوں۔ (۳) اسم ظاہر پر داخل ہو۔

۳۔(**تائے قسم**) تائے قسم وَاوِ قسم سے بدل ہے اور اس میں چار شرطیں ہیں۔ (۱) فعل حذف ہو (۲) قسم سوال کے جواب میں واقع نہ ہو (۳) اسم ظاہر پر داخل ہو (۴) لفظ الجلالۃ (اللہ) پر داخل ہو۔ البتہ اخفش سے تَرَبِّیْ یا تَرَبِّ الْکَعْبَۃِ جیسے منقول کلمات شاذ ہیں۔

۴۔(**عَنْ**) اس کے چند معانی یہ ہیں۔ (۱) مجاوزت اور بُعد کے لیے جیسے رَغِبْتُ عَنْ کَذَا (۲) بدل جیسے صُوْمِیْ عَنْ اُمِّکِ۔

۵۔(**علی**) اس کے مشہور معانی یہ ہیں (۱) استعلاء جیسے زَیْدٌ عَلَی السَّطْحِ (۲) ضرر جیسے عَلَیْھَا مَا اکْتَسَبَتْ۔

۶۔(**کاف**) یہ تشبیہ کے لیے آتا ہے جیسے زَیْدٌ کَالْاَسَدِ یا تعلیل کے لیے جیسے وَاذْکُرُوْہُ کَمَا ھَدَاکُمْ جیسا کہ ابن ہشام کے نزدیک ہے۔(۱)

---

(۱) بعض نحات نے قولہ تعالیٰ ((کَمَا اَخْرَجَکَ رَبُّکَ ......الآیۃ)) میں کاف برائے قسم شمار کیا ہے مگر شیخ اہدل نے الکواکب الدریہ (۴۵/۲) میں اس کا رد کیا ہے۔

ومذومنذ (۱) وحاشاوخلاوعدا (۲) این حروف در اسم روند وآخرش را بجر کنند

۱۔(**مُذْ**) یہ جب حرف ہوتو اس کا مدخول مجرور ہوگا۔اور بمعنی الزمان الحاضر ہوگا جیسے مَارَأَیْتُ مُذِ السَّاعَةِ اسی طرح مُنْذُ ہے۔

۲۔(**حَاشَاوَخَلَاوَعَدَا**) یہ تینوں استثنائے متصل کے لیے آتے ہیں جیسے جَاءَ الْقَوْمُ حَاشَا زَیْدٍ وَعَدَا زَیْدٍ وَخَلاَ زَیْدٍ۔حاشا کا معنی رضی، مغنی اور ایضاح میں جَانَبَ اور فوائد ضیائیہ میں بَرَّءَ۔عدا بمعنی جَاوَزَ اور خَلَا اصل میں لازم ہے مگر جَاوَزَ کے معنی کو متضمن ہے۔

فائدہ: حَاشَا اور عَدَا پر جب ما مصدریہ داخل ہو جائے یا یہ شروع میں آئیں تو ان کے مابعد پر نصب ہوگی اور یہ تینوں کبھی فعل اور کبھی حرف ہوتے ہیں۔

۳۔کَافْ مُذْ اور مُنْذُ کبھی اسم اور کبھی حرف اور باقی صرف حروف ہوتے ہیں۔(درایۃ النحو والشرح لشرح مائۃ عامل)

چوں اَلمَالُ لِزَيْدٍ دوم حروف مشبہ بفعل (۱) وآن شش است اِنَّ واَنَّ

۱۔(**حروف مشبه با لفعل**) چونکہ ان حروف کی فعل سے لفظی اور معنوی مشابہت ہے اس لیے یہ فعل کی طرح عمل کرتے ہیں لفظی مشابہت تو یہ ہے کہ (۱) جس طرح فعل ثلاثی اور رباعی ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی ثلاثی اور رباعی ہوتے ہیں۔(۲) نیز جس طرح فعل مبنی برفتحہ ہوتا ہے جیسے کہ فعل ماضی جو کہ افعال میں اصل ہے اسی طرح یہ بھی مبنی برفتحہ ہیں۔معنوی مشابہت یہ ہے کہ جس طرح فعل اسم چاہتا ہے تا کہ اس کا فاعل اور مفعول بن سکے اسی طرح یہ بھی اسم چاہتے ہیں تا کہ ان کا اسم اور خبر ہو سکے۔جب ان حروف پر مَا کافہ داخل ہو جائے تو فعل پر بھی داخل ہو سکتے ہیں۔اور اس وقت یہ اپنے مابعد میں عمل نہیں کریں گے۔بصریوں کے نزدیک خبرانہی حروف کی وجہ سے مرفوع ہوتی ہے۔اور کوفیوں کے نزدیک خبراپنے پہلے عامل کی وجہ سے مرفوع ہوتی ہے۔

اِنَّ اور اَنَّ مضمون جملہ کی تاکید کے لیے آتے ہیں۔جملہ اسمیہ میں مضمون جملہ خبر سے مصدر لے کر مبتدا کی طرف مضاف کرنے اور جملہ فعلیہ میں فعل سے مصدر لے کر فاعل کی طرف مضاف کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔اِنَّ جملے کو مستقل ہونے کی حیثیت سے باقی رکھتا ہے مگر اَنَّ جملہ کو اِفراد کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔اس لیے اَنَّ اپنے مابعد سے مل کر فاعل، نائب الفاعل، مفعول اور مجرور وغیرہ واقع ہوتا ہے۔

مواقع اَنَّ: اَنَّ تب پڑھا جائے گا جب اپنے مابعد سے مل کر مصدر کی تاویل میں ہو اور مصدر کی تاویل میں درج ذیل صورتوں میں ہوگا۔

(۱) جب فاعل ہو (۲) مفعول ہو (۳) مجرور کی جگہ واقع ہو (۴) جب خبر کی جگہ ہو۔بشرطیکہ مبتدا غیر قول ہو (۵) مضاف الیہ کی جگہ واقع ہو (۶) مذکور اشیاء پر معطوف ہو (۷) مذکورہ اشیاء سے بدل واقع ہو (۸) سیبویہ کے نزدیک لَاجَرَمَ کے بعد۔

وَکَاَنَّ وَلٰکِنَّ وَلَیْتَ وَلَعَلَّ این حروف رااسمے باید منصوب وخبرے مرفوع

چوں اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ زیدرااسم اِنَّ گویند وقَائِمٌ راخبراِنّ بدآنکہ اِنَّ واَنَّ

مواقع اِنَّ: (۱) کلام کے شروع میں ہو (۲) صدر صلہ ہو (۳) جواب قسم ہو۔ بشرطیکہ اِلاَّ کی خبر پر لام ہو (۴) قول کے بعد (۵) حال کی جگہ (۶) افعال قلوب کے بعد۔ بشرطیکہ اِنَّ کی خبر پر لام ہو (۷) اَلا استفتاحیہ کے بعد (۸) حیث کے بعد (۹) اس جملہ میں جواسم سے خبر ہو جیسے زَیْدٌ اَنَّـهُ قَائِمٌ (۱۰) اَمَا استفتاحیہ کے بعد (۱۱) حَتّٰی ابتدائیہ کے بعد (۱۲) فَرّاء کے نزدیک لاجَرَمَ کے بعد۔(۱)

یادرہے کہ خضری نے حیث اِذْ اوراذا کے بعد اَنَّ کا فتحہ اولی قرار دیا ہے۔ (خضری۔ جامع الدروس العربیہ)

مواقع اَنَّ واِنَّ:

۱۔ اذافجائیہ کے بعد

۲۔ جواب قسم میں جب کہ اس کی خبر پر لام نہ ہو

۳۔ فاء جزائیہ کے بعد

۴۔ ایسے مبتدا کے بعد جو قول کے معنی میں ہو۔

۵۔ ایسی واؤ کے بعد جس سے پہلے ایسا مفرد ہو جس پر اِنَّ اوراس کے مابعد کا عطف ہو سکے۔ جیسے

اِنَّ لَکَ اَنْ لَّا تَجُوْعَ فِیْھَا وَلَا تَعْرٰی وَاَنَّکَ لَا تَظْمَؤُا فِیْھَا وَلَا تَضْحٰی .(سورۃ طٰہ:۱۱۸۔۱۱۹)

۶۔ حیث اوراذ کے بعد (عندالخضری)

---

(۱) ابن عقیل نے الفیہ میں ذکر کردہ مواقع اِنَّ پر، اَلا استفتاحیہ اورحیث کا اضافہ فرمایا ہے۔

حروف تحقیق است وکانَّ (۱) حرف تشبیہ ولکنَّ (۲) حرف استدراک ولیت حرفِ
تمنی ولعلَّ حرف ترجی سوم مَا وَلَا (۳) اَلْمُشَبَّهَتَانِ بِلَيْسَ وآن عمل لیس میکنند

۱۔(**کَاَنَّ**) یہ حرف تشبیہ ہے اور صحیح قول کے مطابق مرکب ہے۔(اشمونی)

۲۔(**لٰکِنَّ**) یہ پہلی کلام میں وہم کو دور کرنے کے بعد اپنے مابعد کے مفہوم میں تاکید پیدا کرتا ہے اور یہ صحیح قول کے مطابق مرکب نہیں ہے۔

۳۔(**مَاوَلَا**) یہ دونوں لیس کا سا عمل کرتے ہیں کیونکہ دونوں درج ذیل امور میں لیس کے مشابہ ہیں۔(۱) حال کی نفی کرتے ہیں (۲) معرفہ اور نکرہ پر داخل ہوتے ہیں۔ مگر لا کا اسم اور خبر دونوں نکرہ ہوتے ہیں (۳) خبر پر باء زائدہ کے داخل ہونے میں ما اور لیس کی طرح عاملہ ہونا حجازیوں کا مذہب ہے۔ان کے نزدیک مَا کے عمل کرنے کی درج ذیل شروط ہیں۔(۱) مَا کے بعد اِنْ زائدہ نہ آئے۔(۲) ما کے بعد اِلَّا نہ آئے۔(۳) اس کی خبر اسم پر مقدم نہ ہو۔خبر خواہ ظرف یا جار اور مجرور ہی کیوں نہ ہو۔ابن حاجب' ابن عقیل اور فاکہی وغیرہ کا یہی مسلک ہے۔(۴) خبر کا معمول اسم پر مقدم نہ ہو البتہ ظرف یا جار اور مجرور ہو تو ہوسکتا ہے۔(۵) ما کا تکرار نہ ہو مگر ابن مالک اس کے مخالف ہے۔

لا کے عمل کی شروط

(۱) لا کا اسم اور خبر دونوں نکرہ ہوں (۲) اس کی خبر اس کے اسم پر مقدم نہ ہو اِلَّا یہ کہ اگر ظرف یا جار مجرور ہو (۳) اس کے بعد اِلَّا نہ ہو (۴) لا کا تکرار نہ ہو ابن مالک اس کے مخالف ہے۔

اہل حجاز کے نزدیک ما لیس کی طرح اپنے اسم کو رفع اور خبر کو نصب کرتا ہے بخلاف بنی تمیم کے وہ اسے غیر عاملہ ٹھہراتے ہیں پھر بصریوں کے نزدیک ما اسم اور خبر دونوں میں اور کوفیوں کے نزدیک صرف اسم میں عمل کرتا ہے۔یاد رہے کہ ما کے عمل کرنے کی کل چار شروط ہیں۔(۱) اس کے بعد اِنْ زائدہ نہ آئے جیسے مَا اِنْ اَنْتُمْ

ذَھَبٌ (۲) اس کی خبر پر اِلاَّ نہ داخل ہو جیسے مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ (۳) اس کی خبر اس کے اسم پر مقدم نہ ہو خواہ ظرف یا جار مجرور ہی کیوں نہ ہو۔ ابن مالک، ابن ھشام، ابن عقیل، فاکہی اور ازہری وغیرہ کا یہی مذہب ہے۔ جیسے مَا مُسِیْئٌ مَنْ اَعْتَبَ (۴) اس کی خبر کا معمول اس پر مقدم نہ ہو اِلاَّ یہ کہ ظرف، یا جار مجرور ہو مَا طَعَامَکَ زَیْدٌ آکِلٌ۔

(**لَا**) لا بھی اہل حجاز کے نزدیک لیس کی طرح عاملہ ہے مگر اس کا عمل قلیل ہے سیبویہ وغیرہ کا یہی مذہب ہے اور اس کے عمل کی بھی چار شرطیں ہیں (۱) پہلی شرط کے علاوہ باقی تین اور چوتھی یہ ہے کہ اس کا اسم اور خبر دونوں نکرہ ہوں۔ جیسے لَا رَجُلٌ أَفْضَلَ مِنْکَ۔

(**مَا**) ما کی لیس سے مشابہت تین چیزوں میں ہے (۱) دونوں حال کی نفی کرتے ہیں (۲) دونوں نکرہ اور معرفہ پر داخل ہو سکتے ہیں (۳) دونوں کی خبر پر باز ائدہ داخل ہوتی ہے۔

لیس، ما اور لا میں فرق:

(۱) لیس اور ما نفی حال کے لیے اور لا نفی مطلق کے لئے آتا ہے (۲) ما اور لیس کی خبر پر باء اکثر داخل ہوتی ہے اور لا کی خبر پر قلیل (۳) لیس اور ما دونوں نکرہ اور معرفہ پر آ سکتے ہیں مگر لا صرف نکرہ پر داخل ہوتا ہے۔ (تصریح و درایہ)

(**لائے نفی جنس**) اسے لا تبریئہ یا محمولہ علی اِنَّ بھی کہتے ہیں یہ وہ لا ہے جو کسی جنس سے خبر کے حکم کی نفی علی سبیل الاستغراق کرے۔ اس لا اور مشبہ بلیس میں بنیادی فرق یہ ہے کہ یہ لا استغراق نفی کے لیے نص ہوتا ہے جبکہ لا مشبہ بلیس استغراق نفی کے لیے نص نہیں ہوتا۔ بلکہ کبھی جنس کی نفی کے استغراق کے لیے آتا ہے اور کبھی صرف نفی وحدت کے لیے۔ اس لا کے عمل کی یہ شرطیں ہیں (۱) لا نافیہ ہو زائدہ نہ ہو (۲) تمام جنس کی نفی کرے نہ کہ فقط واحد کی (۳) جنس کی نفی علی سبیل النص ہو (۴) اس پر جار نہ داخل ہو (۵) اس کا اسم نکرہ ہو معرفہ نہ ہو (۶) اسم نکرہ لا سے متصل ہو (۷) اس کی خبر بھی نکرہ ہو۔ یہ شروط تفصیلاً سات مگر اجمالاً چار ہیں۔ فاکہی نے چار ہی ذکر کی ہیں۔

چنانکہ گوئی مَا زَیْدٌ قَائِمًا زید اسمِ مَا ست وقائماً خبر او چہارم لائے
نفی جنس اسم این لا (۱) اکثر مضاف باشد منصوب وخبرش مرفوع
چوں لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِیْفٌ فِی الدَّارِ واگر نکرۂ (۲) مفردہ باشد مبنی (۳)

۱۔(**لَا**) اس لا کا اسم تین قسم کا ہوتا ہے (۱) مضاف جیسے لَا غُلَامَ رَجُلٍ (۲) شبہ مضاف یہ وہ ہے جس کا مابعد سے دوطرح کا تعلق ہو یا تو عمل کے لحاظ سے جیسے لَا مَحْمُوْداً خِصَالُه، لَا طَالِعًا جَبلاً، لَا رَفِیْقًا بِالْکُفَّارِ یا عطف کے لحاظ سے جیسے لَا ثَلٰثَةً وَثَلَاثِیْنَ۔ یاد رہے مشابہ مضاف میں وجہ شبہ تین چیزوں میں ہوتی ہے۔ (۱) اسم اول اسم ثانی میں عمل کرتا ہے (۲) اسم اول ثانی کے ساتھ مختص ہوتا ہے (۳) اسم ثانی اول کے لیے متمم ہے۔ (شرح مفصل)

۲۔(**نکرہ مفردہ**) اس میں واحد، تثنیہ اور جمع سب داخل ہیں۔ جیسے لَا رَجُلَ، لَا رَجُلَیْنِ، لَا مُسْلِمِیْنَ، لَا مُسْلِمَاتِ، لَا رِجَالَ، لَا هُنُوْدَ۔

لا کا اسم اگر مضاف یا شبہ مضاف ہے تو وہ معرب منصوب ہوگا۔ کوفیوں کے نزدیک لائے نفی جنس اپنی خبر میں مطلقاً عمل نہیں کرتا اور بصریوں کے نزدیک اگر لا کا اسم مضاف یا شبہ مضاف ہو تو خبر میں بالاتفاق عمل کرے گا اور اگر لا کا اسم مفرد ہے تو سیبویہ کے نزدیک لا خبر میں عمل نہیں کرے گا۔ اخفش، مازنی اور مبرد کے نزدیک عمل کرے گا۔ ابن مالک وغیرہ نے اسے اصح قرار دیا ہے۔ خلاصہ یہ نکلا اگر لا ناصبہ ہو تو خبر میں بالاتفاق عمل کرے گا اور اگر فاتحہ ہے تو نہیں۔ (صبّان)

(**ظَرِیْفٌ**) ظریف پر رفع اور نصب دونوں جائز ہیں۔ کیونکہ یہ مضاف کی صفت ہے۔

(**نکرہ مفردہ**) یہاں مفردہ کا اطلاق مضاف اور شبہ مضاف کے مقابلے میں ہے۔

۳۔(**مبنی بر فتحہ**)مبنی پر فتحہ صرف چار یا پانچ صورتوں میں ہے مبنی کی کل صورتیں ملاحظہ فرمائیں:

ا۔واحد مذکر لَارَجُلَ مبنی برفتحہ البتہ کوفیوں اور زجاج کے نزدیک معرب مفتوح ہے

۲۔واحد مونث لَامُسْلِمَةَ مبنی برفتحہ

۳۔تثنیہ مذکر لَارَجُلَیْنِ مبنی بریاء البتہ مبرد کے نزدیک معرب بالیاء ماقبل مفتوح ہے۔

۴۔تثنیہ مونث لَامُسْلِمَتَیْنِ مبنی بریاء البتہ مبرد کے نزدیک معرب بالیاء ماقبل مفتوح ہے۔

۵۔جمع مذکر سالم لَامُسْلِمِیْنَ مبنی بریاء البتہ مبرد کے نزدیک معرب بالیاء ماقبل مکسور ہے۔

۶۔جمع مونث سالم لامسلماتِ مبنی برفتحہ یا کسرہ ابن ہشام اور ابن مالک کے نزدیک فتحہ مگر ابن عقیل اور اشمونی کے نزدیک کسرہ اولیٰ ہے اس میں کل چار صورتیں ہیں (ا)۔(التصریح' الاشباہ)

۷۔جمع مذکر سالم لَارِجَالَ مبنی برفتحہ

۸۔جمع مونث لَاهُنُوْدَ مبنی برفتحہ

(ا)سیوطی نے الاشباہ (۱/۲/۱۵۱) میں لامسلمات میں، مسلمات کے بارہ میں ابو حیان سے شرح تسہیل کے حوالے سے چار مذاہب نقل فرمائے ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں:

(ا) کسرہ مع التنوین جیسے: لَامُسْلِمَاتٍ یہ ابن خروف کا مذہب ہے۔

(۲) کسرہ بلاتنوین جیسے: لَامُسْلِمَاتِ یہ اکثر نحات کا مذہب ہے۔

(۳) فتحہ فقط جیسے: لَامُسْلِمَاتَ یہ مازنی اور فارسی کا مذہب ہے۔

(۴) کسرہ اور فتحہ باتنوین جیسے: لَامُسْلِمَاتٍ

باشد برفتحہ چوں لَا رَجُلَ (۱) فِی الدَّارِ واگر بعد اُو معرفہ باشد تکرار لا با معرفہ دیگر

لازم باشد ولا ملغیٰ باشد یعنی عمل نکند وآں معرفہ مرفوع باشد بابتدا چوں

لَا زَیْدٌ عِنْدِیْ وَلَا عَمْرٌو واگر بعد آں لا نکرہ مفردہ باشد مکرر با نکرہ دیگر

دروپنج وجہ رواست چوں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ وَلَا حَوْلٌ وَ لَا

۱۔(**لَارَجُلَ**) لَا رَجُلَ فی الدار میں رجل اس لیے مبنی ہے کیونکہ مِنْ استغراقیہ کے معنی کو متضمن ہے جیسا کہ ابن عصفور کا خیال ہے اور فتحہ خفت کی وجہ سے دیا گیا۔

جب لا کا تکرار ہو اور لا کے بعد نکرہ مفرد ہو جیسے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ تو اس میں پانچ وجوہ جائز ہیں جیسا کہ ابن ہشام، اشمونی اور ابن عقیل وغیرہ نے ذکر کی ہیں:

(۱)۔دونوں اسموں پر فتحہ اس صورت میں دونوں جگہ لائے نفی جنس ہے اور یہاں کلام میں ایک یا دو خبر مقدر ہو سکتی ہیں۔

(۲)۔دونوں جگہ رفع، اگر لا ثانیہ زائدہ ہو اور اس کا مابعد معطوف ہو تو خبر واحد مقدر ہو گی۔ خواہ لا اولیٰ ملغیٰ ہو یا عاملہ مثلِ لیس اور اگر پہلا لا ملغیٰ اور دوسرا عاملہ مثل لیس یا بالعکس ہو تو دو خبریں مقدر ہوں گی۔

(۳)۔اگر پہلا لا لائے نفی جنس ہو اور دوسرا لا زائدہ ہو تو قوۃ کا عطف لَاحَوْلَ کے محل پر ہو گا اور دوسرا لا لیس کی طرح عاملہ ہو یا دوسرا لا ملغیٰ ہو۔ اگر زائدہ ہو تو کلام میں ایک خبر اور اگر ملغیٰ یا مثل لیس عاملہ ہو تو دو خبریں مقدر ہوں گی۔ (صبان)

(۴)۔اگر پہلا لا ملغیٰ یا لیس کی طرح عاملہ اور دوسرا لا لائے نفی جنس ہو تو یہاں دو خبریں مقدر ہوں گی۔

(۵)۔اگر پہلا لا لائے نفی جنس اور دوسرا لا زائدہ اور قوۃً کا عطف لائے اولیٰ کے اسم کے محل پر

ہے۔جیسا کہ

ابن مالک کا مذہب ہے اور اس کے غیر کے نزدیک لائے اولیٰ کے اسم کی لفظاً اتباع کی وجہ سے ہے۔یہاں سیبویہ کے نزدیک دو الگ الگ خبریں اور اس کے غیر کے نزدیک صرف ایک خبر مقدر ہوگی۔صبان کے نزدیک ایک کی تقدیر واجب اور ازہری کے نزدیک جائز ہے۔

تنبیہ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کی بعض صورتوں میں خبر کی تقدیر میں گو خضری، ازہری اور صبان وغیرہ کا قدرے اختلاف ہے مگر ہم نے خبر کی تقدیر میں صبان کی رائے کو پیش کیا ہے۔نیز یاد رہے جب ایک خبر مقدر ہوگی تو کلام ایک جملہ اور اگر دو مقدر ہوں گی تو دو جملے ہوگی۔(شارح)

قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ پنجم حروف ندا(۱) وآن پنجست یا وَایَا وھَیا وَاَیْ
وہمزۂ مفتوحہ واین حروف منادی (۲) مضاف را نصب کنند چوں یَا عَبْدَ اللّٰہِ
ومشابہ مضاف را چوں یا طَالِعًا جَبَلاً ونکرۂ غیر معین را چنانکہ اعمٰی گوید

۱۔(**ندا**) ندا کی تعریف ابتدائی صفحات میں گزر چکی ہے۔ابن ہشام نے حروف نداء اوضح میں آٹھ گنوائے ہیں جو کہ یہ ہیں۔اَ(ھمزہ مفتوحہ)'اَیْ بالقصر' آ' آیْ بالمد' یا' اَیَا' ھَیَا' وا'ابن مالک نے الفیہ میں چھ اور تسہیل میں آٹھ ذکر کئے ہیں۔

۲۔(**مُنَادیٰ**)منادی کی کل تین اقسام ہیں:(۱) مضاف جیسے یَا عَبْدَ اللّٰہِ(۲) مشابہ مضاف اس کی تعریف اور امثلہ مبحث لائے نفی جنس میں گزر چکی ہیں (۳) مفرد اور یہ دو قسم پر ہے:(۱) معرفہ جیسے یا زَیْدُ (۲) نکرہ' پھر نکرہ کی تین انواع ہیں:(۱) نکرہ مقصودہ یہ وہ اسم نکرہ ہے جسے حرفِ نداء کے ذریعہ معرفہ بنایا جائے جیسے یا رَجُلُ۔حرف نداء کے داخل ہونے کے بعد یہ معرفہ کی اقسام میں داخل ہوا ہے۔(۲) نکرہ غیر مقصودہ یہ وہ اسم نکرہ ہے جو حروف نداء کے داخل ہونے کے باوجود معرفہ نہ ہو۔اور یہ اس لیے کہ منادِی (آواز دینے والا) کسی عذر کی وجہ سے اسے معین نہیں کرسکتا مازنی نے اس قسم کا انکار کیا ہے۔نکرہ غیر مقصودہ کی مثال جیسے اندھا یہ کہے یَا رَجُلاً خُذْ بِیَدِیْ (۳) نکرہ موصوفہ یہ وہ اسم نکرہ ہے جو حرف نداء کے داخل ہونے سے پہلے ہی موصوف ہو۔خواہ اس کی صفت مفرد ہو جیسے یا رَجُلاً کَرِیماً یا جملہ ہو جیسے یا حَلِیْمًا لَا یُعَجِّلُ

اگر حرف نداء کے داخل ہونے کے بعد نکرہ کی صفت لائی جائے تو نکرہ مفردہ ہی ہوگا۔

فائدہ: ابن مالک نے تسہیل میں نکرہ موصوفہ جب منادی بن جائے تو اسے مفرد کی قسم ٹھہرانے کے باوجود شبہ مضاف کی طرح اس کی نصب کو راجح قرار دے کر اسے شبہ مضاف کی ہی قسم قرار دیا ہے البتہ ابن ہشام نے اسے مفرد اور شبہ مضاف دونوں کا غیر ٹھہرایا ہے۔

یَارَجُلاً خُذْ بِیَدِیْ ومناڈی مفرد(۱) معرفه(۲) مبنی باشد بر علامت رفع (۳)

۱۔(**مفرد**) مفرد سے یہاں مراد مضاف اور شبہ مضاف کا غیر ہے لہذا یہاں مفرد واحد، تثنیہ، جمع سب کو شامل ہو گا۔جیسا کہ باب لائے نفی جنس میں گزرا ہے۔

۲۔(**مَعْرِفَه**) معرفہ سے یہاں مراد یہ چیزیں ہیں: (۱) علَم خواہ مفرد ہو جیسے زیدٌ یا مرکب خواہ مزجی ہو جیسے بعلبک اور سیبویہ یا جملہ جیسے تابّط شراً (۲) اسم ضمیر جیسے ایّا ک (۳) اسم اشارہ جیسے یا ھذا (۴) اسم موصول بغیر الْ جیسے یا مَنْ (۵) نکرہ مقصودہ جیسے یا رَجُلُ میں رَجُلُ بھی معرفہ میں داخل کر سکتے ہیں۔

یاد رہے کہ مناڈی چار صورتوں میں منصوب ہوتا ہے۔(۱) جب مضاف ہو (۲) جب شبہ مضاف ہو (۳) نکرہ غیر معینہ یعنی نکرہ غیر مقصودہ ہو (۴) نکرہ موصوفہ بشرطِ المذکور ہو۔اور ایک صورت میں مرفوع ہوگا۔یعنی جب کہ مفرد معرفہ ہو خواہ نداء سے پہلے ہی معرفہ ہو جیسے یا زید۔یا بعد میں ہوا ہو جیسے یا رجل۔نوع ثانی کو نکرہ مقصودہ سے بھی تعبیر کرتے ہیں یاد رہے کبھی مناڈی کو منصوب اور مرفوع بھی پڑھتے ہیں جیسے یا زَیْدُ بْنَ خَالِدٍ میں زید کو (بشرطیکہ ابن زید کی صفت ہو) منصوب اور مرفوع پڑھ سکتے ہیں۔مگر بصریوں کے نزدیک مبرد کے علاوہ مفتوح پڑھنا مختار ہے اور اگر ابن زید سے بدل یا عطف بیان ہو تو ضمہ متعین ہوگا۔

نیز خیال رہے کہ مناڈی کو لفظاً مفتوح منصوب یا مرفوع پڑھا جا سکتا ہے تاہم وہ محلاً منصوب رہے گا اور اس کے ناصب میں اختلاف ہے۔سیبویہ کے نزدیک اس کا ناصب فعل مضمر ہے اور یاء حرف نداء اس کے قائم مقام ہے اور یہی راجح ہے۔(۲) مبرد کے نزدیک ناصب یا حرف نداء ہے کیونکہ یہ خود فعل کے قائم مقام ہے۔(۳) ابو علی فارسی کے نزدیک ناصب یا ہے جو کہ اسم فعل ہے۔(شرح المفصل ،الاشمونی)

۳۔(**علامت رفع**) کوئی اسم خواہ معرب ہو یا مبنی اس کی کل تین حالتیں ہوں گی۔(۱) رفعی (۲) نصبی

(۳) جری اور ان میں سے ہر حالت کے لیے خاص علامات ہوں گی۔ ان علامات کا ذکر سابقہ صفحات میں ہو چکا ہے یہاں مقصود حالت رفعی کا بیان ہے۔

جب کوئی اسم مرفوع ہو تو اس کے مرفوع ہونے کی علامات' معرب یا مبنی ہونے کی حالت میں ایک سی ہوں گی۔ مثلاً زید جو کہ مفرد ہے معرب ہو یا مبنی دونوں حالتوں میں ضمہ سے پڑھا جائے گا۔ اسی طرح زیدان اور زیدون جو کہ تثنیہ اور جمع ہیں معرب یا مبنی ہونے کی حالت میں الف اور واؤ سے پڑھیں گے۔

فائدہ: سیبویہ کے نزدیک رفع' نصب' جر اور جزم معرب کے ساتھ ضمہ' فتح' کسرہ اور وقف مبنی کے ساتھ خاص ہیں۔ اور ضمہ' فتحہ' کسرہ معرب اور مبنی دونوں کے لیے مشترک ہیں۔ مگر کوفی نحات اس اصطلاحی فرق کا لحاظ نہیں کرتے۔ (شرح مفصّل' خضری)

چوں یَا زَیْدُ و یَا زَیْدان (۱) و یَا مُسْلِمُوْنَ (۲) و یَا مُوْسٰی (۳) و یَا قَاضِیْ (۴)

۱۔(**زیدان**) یہ منادیٰ مفرد تثنیہ کی مثال ہے اور زیدان مبنی بر الف ہے خضری کے نزدیک یہ مثال نکرہ مقصودہ کی ہے کیونکہ علم تثنیہ نہیں ہوتا جب تک کہ نکرہ نہ بنایا جائے مگر ابن عقیل نے اسے مفرد معرفہ (۱) کی ہی مثال بنایا ہے۔

۲۔(**مسلمون**) یہ منادیٰ مفرد جمع مذکر سالم کی مثال ہے مسلمون مبنی بر واؤ ہے۔

۳۔(**موسیٰ**) یہ منادیٰ مفرد معرفہ کی مثال ہے اور موسیٰ مبنی بر ضمہ مقدرہ ہے کیونکہ یہ اسم مقصور ہے۔

۴۔(**قاضی**) یہ منادیٰ مفرد نکرہ مقصودہ کی مثال ہے اور مبنی بر ضمہ مقدرہ ہے کیونکہ یہ اسم منقوص ہے۔ یاد رہے کہ قاضی جیسے کلمے میں تنوین تو بالاتفاق حذف ہوتی ہے کیونکہ یہ مبنی ہے اور یاء خلیل کے نزدیک ثابت رہے گی۔ جب کہ مبرّد کے نزدیک حذف ہوگی۔ مصنف نے خلیل کے مذہب کو اختیار کیا ہے۔

---

(۱) یہاں ابن عقیل کا موقف درست ہے کیونکہ یا زیدان میں زیدان معرفہ ہے وہ اس لئے کہ جب علم کا تثنیہ بنانے کا ارادہ ہو تو اسے پہلے نکرہ فرض کر لیتے ہیں پھر اس کا تثنیہ بناتے ہیں علم کی تثنیہ بنانے کی وجہ سے جو علمیت کا فقدان پیدا ہوا اس کا ازالہ ادخال ال یا نداء کے ذریعہ کرتے ہیں یہاں نداء کے ذریعہ ازالہ کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ مفرد معرفہ ہوگا۔ مفرد میں تثنیہ اور جمع بھی داخل ہیں کیونکہ یہاں مفرد مضاف اور شبہ مضاف کے مقابلے میں ہے۔
علامہ سیوطی ھمع میں فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں ادخال ال اَجْوَدُ یعنی بہت عمدہ ہے جیسے زید سے الزیدان اور ھند سے الھندان۔ علاوہ ازیں خضری نے یہ قاعدہ حاشیہ (۱/۴۰) میں خود بیان فرمایا ہے اور حیرت یہ ہے کہ اپنے ہی بیان کردہ قاعدہ کے خلاف یا زیدان میں زیدان کے نکرہ خواہ مقصودہ ہوگا حکم لگا رہے ہیں۔ حاشیہ خضری کی نص عبارت یہ ہے۔((وَلَا الْعَلَمُ [اَیْ لَا یُثَنَّی الْعَلَمُ] اِلَّا بَعْدَ تَنْکِیْرِہٖ بِاَنْ یُرَادَ بِہٖ اَیُّ وَاحِدٍ مُسَمًّی بِہٖ ثُمَّ یُعَوَّضُ عَنِ الْعَلَمِیَّةِ التَّعْرِیْفُ بِاَلْ اَوِ النِّدَاءِ لِاَنَّہٗ یَدُلُّ عَلَی التَّشَخُّصِ وَالتَّثْنِیَةُ عَلَی الشُّیُوْعِ وَالتَّعَدُّدِ فَیَتَنَا فِیَانِ))اھ
ابن عقیل کے موقف کی تائید کافیہ ابن حاجب (ص:۲۸) شرح الفاکہی مع حاشیہ یٰس (۲/۱۰۳) شرح الآجرومیہ للرملی (ص:۲۵۳) اور الکواکب الدریہ (۲/۷) کی عبارات سے بھی ہوتی ہے چنانچہ الکواکب الدریۃ میں اھدل فرماتے ہیں: "وَمِثَالُ النَّکِرَةِ الْمَقْصُوْدَةِ یَا مُسْلِمُوْنَ تُعْرِبُہٗ کَمَا تُعْرِبُ یَا زَیْدُوْنَ "غَیْرَ اَنَّکَ تَقُوْلُ فِیْہِ مُنَادًی نَکِرَةٌ مَقْصُوْدَةٌ لِاَنَّ مُفْرَدَہٗ وَھُوَ مُسْلِمٌ نَکِرَةٌ بِخِلَافِ زَیْدُوْنَ فَاِنَّ مُفْرَدَہٗ وَھُوَ زَیْدٌ مَعْرِفَةٌ وَبِھٰذَا تَبَیَّنَ الْفَرْقُ بَیْنَ الْمُفْرَدِ (اَیِ الْمُفْرَدِ الْمَعْرِفَةِ)وَالنَّکِرَةِ الْمَقْصُوْدَةِ۔

بدانکہ اَیْ وہمزہ برائے نزدیک است (۱) وایا وھیا برائے دور ویا عام ست
فصل دوم در حروف عاملہ در فعل مضارع وآں بر دو قسم ست **قسم اول**
حروفیکہ فعل مضارع را بنصب کنند وآں چہار ست اول اَنْ (۲) چوں

۱۔(**ھمزہ**) حروف نداء کے قریب یا بعید ہونے میں علمائے نحو کا اختلاف ہے۔ ابن مالک اور جمہور کے نزدیک (اُ) ھمزہ مفتوحہ قریب کے لیے ہے۔ ابن عصفور کے نزدیک آ اور بعض متاخرین کے نزدیک اَیْ بھی قریب کے لیے ہے۔ مبرّد کے نزدیک ایا' ھَیا بعید کے لیے' اَیْ اور ھمزہ قریب کے لیے اور یا دونوں کے لیے ہے۔ ابن بُرھان کے نزدیک اَیَا اور ھَیَا بعید کے لیے اَیْ متوسط کے لیے ھمزہ قریب کے لیے اور یا سب کے لیے ہے (کمافی الاشمونی) مصنف نے یہاں مبرّد کا مسلک اختیار کیا ہے۔

۲۔(**اَنْ**) اس سے مراد اَن مصدریہ ہے۔ جان لو اَنْ کی کل چار اقسام ہیں:

(اُ) مصدریہ جو فعل متصرف کو مصدر کی تاویل میں کرے اور یہ جمہور کے نزدیک فعل ماضی' مضارع اور سیبویہ کے نزدیک امر پر بھی داخل ہوتا ہے۔ مگر دمامینی نے سیبویہ کے قول کا رد کیا ہے۔ اَنْ مصدریہ کبھی ظاہر اور کبھی مقدر ہوتا ہے۔ کیونکہ عمل میں یہی اصل ہے اور بصری اسے ما مصدریہ پر قیاس کر کے کبھی غیر عاملہ بھی کر دیتے ہیں۔ اَنْ مصدریہ کے مشہور مقامات یہ ہیں: ① جب ابتدائے کلام میں آئے جیسے اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرَ لَّکُمْ (خضری) ② افعال شک کے بعد آئے جیسے شَکَکْتُ فِیْ اَنْ یَّقُوْمَ زَیْدٌ (صبّان) ③ افعال طمع ورجاء کے بعد آئے جیسے وَالَّذِیْ اَطْمَعُ اَنْ یَغْفِرَلِیْ ...... الآیۃ (خضری)

اگر افعال ظن کے بعد آئے اور یہ صحیح ہے اگر اس کے اور اس کے مدخول کے درمیان لا، (۱) سین' سوف'

(۱) گو افعال ظن کے بعد اَن مصدریہ اور مخففہ دونوں کے بعد لا کا فاصلہ آ سکتا ہے مگر علی الاغلب اَنْ مخففہ کے بعد لا کا فاصلہ آتا ہے اور ان مصدریہ کے بعد نہیں آتا۔ (خضری: ۱/۱۴۰)

قدٗ لن اور لو کا فاصلہ نہ ہو تو اَنْ مصدریہ ہونا راجح ہے۔

(ب) مخففہ یہ وہ ہے جو اَنَّ مشددہ سے مخفف ہو اور اپنے معمول کو مفرد کی تاویل میں کرے۔ اور اس کے مشہور مقامات یہ ہیں:

☆ افعال یقین کے بعد آئے جیسے عَلِم، رَأیٰ، ظَنَّ بمعنی تَیَقَّنَ اور یہ بصریوں کا مذہب ہے۔ اور اس وقت اَنْ مخففہ اور اس کے مدخول کے درمیان چند حروف کا فاصلہ واجب ہے (۱) بشرطیکہ اس کی خبر فعل متصرف غیر دعاء ہو اور وہاں فاصلہ نہ لانے کی صورت میں اَنْ مصدریہ سے التباس (۲) کا خدشہ ہو اور اگر التباس کا خدشہ نہ ہو تو حرف فاصل کا لانا بہتر ہے (۳) اور حروف فاصل یہ ہیں: قدٗ سینٗ سوفٗ لنٗ لمٗ لا اور لو مگر لو کا ذکر چند ایک نحات نے کیا ہے۔ (۴)

☆ سیبویہ اور اخفش کے نزدیک افعال خوف کے بعد اَنْ مخففہ ہوتا ہے (۵) افعال ظن (۶) کے بعد اگر اَنْ آئے تو اس میں بھی دونوں احتمال ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ بصریوں کا قول ہے۔

(ج) زائدہ: یہ وہ ہے جس کے حذف سے کلام میں کوئی خرابی پیدا نہ ہو جیسے فَلَمَّا اَنْ جَاءَ الْبَشِیْرُ...... الآیۃ

(د) مُفَسِّرہ: یہ وہ ہے جس سے پہلے ایسا جملہ موجود ہو جس میں قول کا معنی تو ہو (۷) مگر اس کا لفظ نہ ہو۔

---

(۱) جیسا کہ ازھری کا خیال ہے۔ کمافی شرح ابن عقیل۔

(۲) یہ شرط رودانی نے بڑھائی ہے۔

(۳) یہ ابن مالک کا قول ہے۔

(۴) شرح ابن عقیل۔

(۵) اشمونی۔

(۶) ابن ہشام اور ابن عقیل کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ افعال ظن کے بعد اَنْ مخففہ اور ناصبہ ہر دو کا احتمال برابر ہے۔ مگر اشمونی کے نزدیک اَنْ اور اس کے مدخول کے درمیان کوئی فاصلہ نہ ہو تو ناصبہ ہونا راجح ہے۔ خضری اور صبان کے نزدیک اگر فاصلہ لا کے ساتھ ہے تو مخففہ ہونا راجح ہے۔ اگر سینٗ سوفٗ قدٗ لن اور لو کے ساتھ ہے تو مخففہ ہونا متعین ہے اور اگر لا اور سینٗ سوف وغیرہ کا فاصلہ نہ ہو تو پھر ناصبہ ہونا راجح ہے۔

(۷) ابن ہشام وغیرہ اسی طرح لائے ہیں مگر ازہری فاکہی اور خضری نے اس میں اور شروط کا اضافہ کیا ہے جو کہ یہ ہیں اَنْ مفسرہ کے بعد جملہ ہو اور اَنْ پر کوئی حرف جر داخل نہ ہو۔

اَرِیْدُ اَنْ تَقُوْمَ وَ اَنْ بافعل بمعنی مصدر باشد یعنی اُرِیْدُ قِیَامَکَ
وبدین سبب اورا مصدر یہ گویند دوم لَنْ (۱) چوں لَنْ یَخْرُجَ زَیْدٌ
ولَنْ برائی تاکید نفی ست سوم کَی (۲) چوں اَسْلَمْتُ کَی اَدْخُلَ الْجَنَّةَ

۱۔(**لَنْ**) فراء کے نزدیک لَنْ ''لاَ'' سے بدلا ہوا ہے۔خلیل اور کسائی کے نزدیک ''لا اَنْ'' سے بنا ہے اور سیبویہ کے نزدیک لَنْ اپنے اصل پر ہے حرف لَنْ مضارع پر داخل ہوتا ہے اور اسے نصب دے کر نفی اور استقبال کے معنی پیدا کرتا ہے۔جمہور کے نزدیک لَنْ نفی کا فائدہ دیتا ہے البتہ زمخشری کے نزدیک لَنْ نفی میں تابید اور تاکید(۱) پیدا کرتا ہے۔اکثر نحات نے زمخشری کے مسلک کی تابید میں مخالفت اور تاکید میں موافقت کی ہے۔

۲۔(**کَیْ**) اس کَیْ سے مراد کَیْ مصدریہ ہے کیونکہ یہ عمل میں اَنْ مصدریہ کی طرح ہے اور یہ وہ ہے جس پر لفظاً جیسے لِکَیْلَا تَأْسَوْا یا تقدیراً جیسے جِئْتُكَ کَیْ تُکْرِمَنِیْ لام داخل ہو۔

یاد رہے کہ کَیْ کی کل تین اقسام ہیں: (i) مصدریہ (ii) تعلیلیہ یہ وہ ہے جو اپنے مدخول کو جر دے اور اس کے بعد اَنْ پوشیدہ ہو اور کبھی شعر میں یہ اَنْ ظاہر ہوتا ہے (iii) کَیْ مخففہ از کیف اور یہ اسم ہے۔

(**فائدہ**) سیبویہ اور جمہور کے نزدیک کَیْ کبھی ناصبہ اور کبھی جارہ ہوتا ہے اور یہی صحیح ہے۔اخفش کے نزدیک کَیْ ہمیشہ جارہ ہوتا ہے۔اور اس کے بعد فعل پر نصب اَنْ ظاہرہ یا مقدرہ کی وجہ سے آتی ہے۔کوفیوں کے نزدیک کَیْ ہمیشہ ناصبہ ہوتا ہے نیز یہ بات یاد رہے کہ کَیْ بعض جگہ صرف مصدریہ ہوتا ہے بعض جگہ صرف تعلیلیہ اور بعض جگہ دونوں کا احتمال (۲) ہوتا ہے۔

....

(۱) زمخشری نے اسے مفصل میں ذکر کیا ہے۔ (۲)۔تفاصیل کے لیے دیکھئے اوضح المسالک، خضری اور فاکہی۔

چہارم اِذَن(۱) چوں اِذَنْ اُکْرِمَکَ درجواب کسیکہ گوید اَنَا اٰتِیْکَ غَدًا
بدانکہ اَنْ (۲) بعد از شش حروف مقدر باشدوفعل مضارع رابنصب کند

۱۔(**اِذَن**) صحیح قول کے مطابق بسیط ہے نہ کہ اِذْ وانْ یا اِذَا وانْ سے مرکب اور یہ خود مضارع کونصب دیتا ہے۔اِذَنْ کوحرف جواب(۱)اور جزاء کہتے ہیں اور اس کے عمل کی تین شرطیں ہیں:(i)شروع میں آئے اگر درمیان میں آئے تو عمل نہ کرے گا۔(ii)اس کے بعد فعل مضارع مستقبل کے معنی میں ہو حال کے معنی میں نہ ہو۔(iii)اِذَنْ فعل مضارع سے متصل ہو۔البتہ قسم (۲) کا فاصلہ جائز ہے جیسے اِذَنْ وَاللّٰہِ نَرْمِیَھُمْ۔

۲۔(**اَنْ**) کی کل تین حالتیں ہیں ① اِظہار وجوباً② اضمار جوازاً③ اضمار وجوباً۔اضمار واجب کے کل مقامات یہ ہیں:اظہار وجوباً تب ہوگا جب لام جر اور لام نافیہ کے درمیان آئے جیسے لِئَلَّا یَکُوْنَ ۔اضمار جوازاً کی دوصورتیں ہیں:

اول جب لام جر کے بعد آئے اور اس کے بعد لا نافیہ نہ ہو۔اور نہ ہی اس سے پہلے کون منفی بمعنی ماضی ہو۔جیسے اُمِرْتُ لِاُسْلِمَ

فائدہ : لام جرخواہ تعلیلیہ ہو یہ وہ ہے جس کا مابعد ماقبل کی علت ہو۔جیسے جِئْتُ لِاَقْرَأَ یاعاقبہ ہو یہ وہ ہے جس کا مابعد ماقبل کے مقتضیٰ کی نقیض ہو۔جیسے لِیَکُوْنَ لَھُمْ عَدُوًّا یازائدہ برائے تاکید ہو۔جیسے اُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔☆لا نافیہ عام ہے کہ اصلی ہو یازائدہ۔☆کون منفی بمعنی ماضی سے مراد کان ناقصہ سے فعل ماضی لفظاً ہو۔جیسے ماکان یامعنیً ہو جیسے لَمْ یَکُنْ

دوم جب یہ حروف عطف واوٗ،فاء، ثمّ،اَوْ کے بعد آئیں اور ان سے پہلے اسم صریح ہو جیسے وَلُبْسُ عَبَاءَۃٍ وَتَقَرَّ عَیْنِیْ۔

اضمار واجب کے کل مقامات یہ ہیں:

۱۔حتی جارہ کے بعد۔۲۔لام جحود کے بعد۔۳۔اَوْ کے بعد۔۴۔واوٗصرف یا معیّت کے بعد۔۵۔فاء سببیہ کے بعد۔۶۔کَیْ تعلیلیہ کے بعد۔بصریوں کے ہاں اضمار واجب ہے کوفیوں کے ہاں نہیں۔

۱۔سیبویہ کا یہی قول ہے(تصریح)

۲۔ابن ہشام نے مغنی میں اور ابن عصفور نے المقرب میں ظرف ابن بابشاذ نے نداء اور دعاء کسائی اور ہشام نے فعل کے معمول کا فصل جائز قرار دیا ہے۔(تصریح)

حتّٰی (۱) نحو مَرَرْتُ حتّٰی اَدْخُلَ الْبَلَدَ ولام جحد (۲) نحو مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ
واَوْ (۳) بمعنیٰ اِلٰی اَنْ یا اِلَّا اَنْ نحو لَاَلْزَمَنَّکَ اَوْ تُعْطِیَنِیْ حَقِّیْ

۱۔(**حتیٰ**)۔حتی سے مراد حتی جارہ ہے اور یہ کبھی بمعنی الٰی جیسے لَاَسِیْرَنَّ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ اور کبھی بمعنی کَیْ جیسے اَسْلِمْ حَتّٰی تَدْخُلَ الْجَنَّۃَ آتا ہے۔یہ جمہور نحات کے نزدیک ہے،ابن مالک کے نزدیک حتی بمعنی اِلَّا بھی آتا ہے ابن ہشام بھی اس کا قائل ہے۔یاد رہے کہ حتی کے بعد نصب اَنْ مقدر کی وجہ سے ہے کوفیوں کے نزدیک خود حتیٰ کی وجہ سے ہے۔

حتی کے بعد اَن تب مقدر ہوگا جب ان کا مدخول فعل مضارع بمعنی مستقبل ہو۔لہٰذا اگر فعل ماضی یا فعل مضارع بمعنی حال ہوتو رفع واجب ہوگی۔

۲۔(**لام جحد**) گو جحد کا معنی کسی معلوم چیز کا انکار ہے مگر یہاں مراد مطلقاً انکار ہے۔لام جحد وہ لام ہے جو کون سے ماضی منفی کی خبر پر داخل ہو خواہ ماضی بصورت مَا کَانَ ہو یا لَمْ یَکُنْ۔

بصریوں کے نزدیک لِیُعَذِّبَھُمْ خبر محذوف سے متعلق ہے۔اور وہ مُرِیْدًا ہے کوفیوں کے نزدیک لام زائدہ ہے اور لِیُعَذِّبَھُمْ خود خبر ہے۔(خضری)

۳۔(**اَوْ**) اَوْ بمعنی حَتّٰی جیسے لَاَلْزَمَنَّكَ اَوْ تُعْطِیَنِیْ حَقِّیْ یا بمعنی کَیْ جیسے لَاُطِیْعَنَّ اللّٰہَ اَوْ یَغْفِرَلِیْ یا بمعنی اِلَّا لَا قْتُلَنَّ الْکَافِرَ اَوْ یُسْلِمَ.

تنبیہ : اَوْ بمعنی اِلٰی اَنْ یا اِلَّا اَنْ یہ تسہیل میں ابن مالک کی تعبیر ہے مگر اس میں تسامح ہے کیونکہ اَن اَوْ کے بعد مقدر ہے نہ کہ اَوْ کے معنی کا جزء ہے۔(خضری)

وواوُ الصَّرْف (۱) ولام کَیْ (۲) وفاء (۳) کہ در جواب شش چیز ست امر ونہی ونفی واستفہام

۱۔(**واوُ الصَّرْف**) واؤ صرف یہ وہ واؤ ہے جو بمعنی مَعْ ہو اور اس سے پہلے نفی محض یا طلب محض موجود ہو۔نفی محض سے مراد وہ نفی ہے جو اثبات کے معنی سے خالی ہو اور طلب محض سے مراد وہ صیغہ ہے جو طلب پر بالذات دلالت کرے اور یہ سات چیزیں ہیں۔امر' نہی' دعاء' استفہام' عرض' تمنی' تحضیض اور کوفیوں نے ترجی کا اضافہ بھی کیا ہے۔ابن مالک نے بھی کوفیوں کے قول کو مختار جانا ہے، للہذا جن کے بعد واؤ صرف ہوگی وہ کل نو اشیاء ہیں۔یاد رہے کہ واؤ صرف سے پہلے نفی' امر' نہی' استفہام اور تمنی کا آنا مسموع ہے، باقی کو نحات نے قیاس کیا ہے۔(خضری' فاکہی)

فائدہ: جمہور کے نزدیک اسم فعل بمعنی امر کے بعد خواہ وہ فعل کے لفظ سے ماخوذ ہو جیسے نزال یا نہ جیسے صَہٗ اور مصدر بمعنی فعل امر کے بعد جیسے ضَرْ بًا زَیْد اًرفع واجب ہوگی مگر ابن عصفور اور ابن ہشام کے نزدیک نَزَالِ جیسے اسم فعل۔ابن ہشام اور خضری کے نزدیک مصدر بمعنی فعل امر کے بعد نصب کا آنا حق ہے۔

۲۔(**لَامِ کَیْ**) رُمَّانی نے اپنی کتاب''منازل الحروف''میں لام کی بارہ اقسام ذکر کی ہیں۔ان میں ایک لام کَیْ ہے اسے لام تعلیل بھی کہتے ہیں۔بہتر تھا کہ مصنف لام کَیْ کے بدلے لام جارہ کہتے تا کہ لام تعلیل کے علاوہ لام عاقبہ جیسے لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا اور لام زائدہ برائے تاکید یہ وہ ہے جو فعل متعدی کے بعد آئے جیسے اُمِرْنَا لِنُسْلِمَ کو بھی شامل ہو جاتا۔البتہ بعض نے لام تاکید کو لام تعلیل میں داخل کیا ہے۔(حواشی یٰس علی الفاکہی)

۳۔(**فَاء**) فاء سے مراد فائے جزائیہ یا سببیہ ہے جزائیہ اس لیے کہ اس کا مابعد جواب شرط کے مشابہ ہوتا ہے اور سببیہ اس لیے کہ اس کا مابعد ماقبل پر مرتب ہوتا ہے فاء سببیہ سے پہلے بھی مذکورہ نو اشیاء کا ہونا ضروری ہے۔

مصنف نے دعاء اور تحضیض کا ذکر نہیں کیا جب کہ عام نحات ذکر کرتے ہیں شاید اس لیے ترک کیا ہو کہ

دعاء امر ونہی میں اور تحضیض عرض میں داخل ہے۔مصنف نے یہاں نفی اور امر ونہی ودیگر اقسام طلب کی مثالیں ذکر نہیں فرمائیں۔

ہم ہر ایک کی مثال پیش کرتے ہیں:

نفی: مَاتَأْتِيْنَافَتُحَدِّ ثَنَا۔

امر: اِيْتِنِيْ فَاُكْرِمَكَ۔

نہی: لَاتَشْتِمْنِيْ فَاضْرِبَكَ۔

دعاء: رَبِّ انْصُرْنِيْ فَافُوْزَ۔

استفہام: هَلْ تُكْرِمُنِيْ فَاُكْرِمَكَ ؟

عرض: اَلَا تَنْزِلُ بِنَا فَتُصِيْبَ خَيْرًا۔

تحضیض: لَوْ لَا تَأْتِيْنَا فَتُحَدِّثَنَا۔

تمنی: لَيْتَ لِيْ مَالًا فَاُنْفِقَهُ۔

ترجی: لَعَلِّيْ اَعْمَلُ فَاَنْجَحَ۔

وتمنی وعرض وَاَمْثِلَتُهَا مَشْهُوْرَةٌ **قسم دوم** حروفیکہ فعل مضارع را بجزم کنند (۱) وآن پنج ست
لَم (۲) لَمّا (۳) ولام امر (۴) ولائ نہی (۵) واِن شرطیہ چوں لَمْ یَنْصُرْ ولَمَّا یَنْصُرْ وَلِیَنْصُرْ

۱۔(**بجزم کنند**): فعل مضارع کو جزم دینے والے عامل دوطرح پر ہیں۔(۱) حروف (۲) اسماء۔اسماء کا بیان اسمائے عاملہ کے ضمن میں آئے گا یہاں حروف جازمہ کا بیان ہورہا ہے۔مصنف نے حروف جازمہ پانچ ذکر کیئے ہیں مگر سیبویہ اور جمہور کے نزدیک اِذْ ما بھی اِن کی طرح حرف ہے۔ابن مالک ،ابن ہشام' اشمونی، ابن عقیل خضری اور فاکہی کا بھی یہی خیال ہے۔

☆ حروف جازمہ دوطرح پر ہیں: (۱) وہ حروف جوایک فعل پر داخل ہوتے ہیں وہ لم' لما' لام امر' اور لائے نہی ہیں (۲) جودو فعل پر داخل ہوتے ہیں اور یہ دوقسم پر ہیں:

(۱) جو ہمیشہ دو فعل پر داخل ہوتے ہیں جیسے: اِذْ مَا

(۲) جواکثر وپیشتر دو فعل پر داخل ہوتے ہیں جیسے اِنْ

۲۔(**لَمْ**) لم نفی کے لیے آتا ہے اور فعل مضارع پر داخل ہوکر اسے ماضی کی طرف منتقل کردیتا ہے اسی طرح لَمّا ہے لم اور لَمّا چند باتوں میں متفق اور چند باتوں میں مختلف ہوتے ہیں۔چنانچہ دونوں حرف ہونے میں' مضارع کے ساتھ خاص ہونے میں' نفی اور جزم دینے میں' مضارع کو ماضی میں بدلنے' اور دونوں پر ہمزہ استفہام داخل ہونے میں متفق ہیں۔جن باتوں میں مختلف ہیں وہ یہ ہیں: لَم پر حرف شرط داخل ہوسکتا ہے جیسے اِن لَم۔لَمّا پر نہیں۔

۳۔(**لَمَّا**) لَمّا کی نفی زمانہ حال سے متصل ہوتی ہے۔لم کی نفی کبھی متصل جیسے لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ اور کبھی منفصل جیسے لَمْ یَكُنْ شَیْئًا مَذْكُوْرًا (اَلدَّھر، آیت: ۱) لما سے منفی شدہ چیز غالبًا متوقع الحصول ہوتی ہے۔جیسے لَمَّا یَذُوْقُوا الْعَذَابَ۔لما کا مجزوم فعل کبھی حذف ہوجاتا ہے جیسے قَارَبْتُ الْمَدِیْنَةَ وَلَمَّا (اَیْ لَمَّا اَدْخُلْهَا)۔

(بقیہ شرح بر صفحہ آئندہ)

وَلَا تَنْصُرْ اِنْ تَنْصُرْ اَنْصُرْ بدانکہ اِنْ (۱) در دو جملہ رود چوں اِنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ

(بقیہ شرح صفحہ سابقہ) درایۃ النحو میں لَمْ کے مجزوم فعل کے حذف کی مثال بھی موجود ہے۔

۴۔ (**لَامِ اَمر**) اسے لام طلبیہ بھی کہتے ہیں لام امر کی مثال جیسے لِیُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ اشمونی اور فاکہی وغیرہ نے لام دعاء کو الگ شمار کیا ہے جیسے لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ...... الآية حالانکہ یہ بھی درحقیقت لام امر ہی ہے گو قرینہ کی وجہ سے التجاء کے لیے استعمال ہوا ہے۔ازہری نے تصریح میں لام التماس کا بھی اضافہ کیا ہے۔التماس ہمیشہ برابر کے آدمی سے ہوتا ہے۔

۵۔(**لائے نہی**) اشمونی اور فاکہی نے لائے نہی کے علاوہ لائے دعاء جیسے رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا...... الآية کو بھی ذکر کیا ہے حالانکہ یہ بھی لائے نہی ہوتا ہے۔گو التجاء کے لیے استعمال ہوتا ہے۔تصریح میں التماس کا بھی اضافہ ہے۔اصل بات یہ ہے کہ لام امر، امر کے لیے اور لائے نہی، نہی کے لیے اصل ہے اور دعاء التماس کے لیے مستعار ہے جیسا کہ ابن ھشام نے شرح الشذور میں ذکر فرمایا ہے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) ا۔(**اِنْ**) اِنْ زیادہ تر دو فعلوں پر داخل ہو کر ان کو جزم دیتا ہے مگر کبھی کبھی صرف ایک فعل کو جزم دیتا ہے اور اس کی دو صورتیں ہیں۔(۱) جب اِنْ محض ربط اور وصل کے لیے ہو اور تاکید کا معنی پیدا کرے جیسے زَيْدٌ وَاِنْ يَكْثُرْ مَالُهٗ بَخِيْلٌ (۲) جب شرط ماضی ہو اور جزاء مضارع ہو جیسے مَنْ كَانَ طَالِبًا نُكْرِمُهٗ بشرطیکہ جزاء کو رفع دی جائے۔ورنہ جزم بھی درست ہے۔

جملہ اول راشرط گویند(۱) وجملہ دوم راجزا(۲) واِن برای مستقبل ست اگرچہ در
ماضی رود چوں اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ واینجا جزم تقدیری بود زیرا کہ ماضی
معرب نیست وبدانکہ چوں جزای شرط جملۂ اسمیہ باشد یا امر یا نہی

۱۔(**جملہ شرط**) کے لئے واجب ہے کہ وہ فعل ہو ۔

۲۔(**جملہ جزاء**) کو جواب شرط بھی کہتے ہیں جملہ جزاء کا فعلیہ لانا اولی ہے اگرچہ اسمیہ لانا بھی جائز ہے۔

یاد رہے کہ جب شرط اور جزاء دونوں فعل ہوں تو اس کی کل چھ صورتیں ہوں گی:

(۱) دونوں لفظاً فعل مضارع ہیں جیسے: وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ۔ اور یہ صورت سب سے بہتر ہے۔

(۲) دونوں لفظاً فعل ماضی ہیں جیسے: اِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا۔

(۳) دونوں معنیً فعل ماضی ہوں جیسے: اِنْ لَّمْ تَقُمْ لَمْ اَقُمْ اور یہ صورت دوسرے درجہ پر بہتر ہے۔

(۴) دونوں مختلف ہوں: (۱) شرط لفظاً ماضی ہو اور جزاء معنیً ماضی ہو جیسے: اِنْ قُمْتَ لَمْ اَقُمْ۔

(۲) شرط معنیً ماضی ہو اور جزاء لفظاً ماضی ہو جیسے: اِنْ لَّمْ تَقُمْ قُمْتُ۔

(۵) شرط ماضی ہو اور جزاء مضارع جیسے مَنْ كَانَ طَالِبًا نُقَدِّمُهٗ یہ تیسرے نمبر پر ہے۔

(۶) شرط مضارع اور جزاء ماضی ہو جیسے مَنْ يَّقُمْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَاباً غُفِرَ لَهٗ جمہور کے نزدیک یہ ضرورت کے ساتھ خاص ہے مگر فراء اور ابن مالک نے بلاضرورت بھی جائز قرار دیا ہے۔ اشمونی نے بھی اسی رائے کو صحیح قرار دیا ہے۔

فائدہ: جب شرط اور جزاء دونوں فعل مضارع ہوں دونوں پر جزم واجب ہے اور جزاء پر رفع ضعیف مذہب ہے اور جمہور بصریوں کے نزدیک جازم صرف شرط ہے۔ جب دونوں ماضی ہوں تو دونوں محلاً مجزوم ہوں گے۔ جب شرط ماضی اور جزا مضارع ہو تو جزاء پر جزم مختار اور رفع جائز ہے۔ ابن مالک، اشمونی، خضری کا یہی قول ہے اور اگر شرط مضارع اور جزاء ماضی ہو تو شرط میں جزم واجب ہوگی۔ اور جزا محلاً مجزوم ہوگی۔ (منحۃ الجلیل بتحقیق شرح ابن عقیل)

یادعا فا(۱) درجزا آوردن لازم بود چنانکہ گوئی اِنْ تَاْتِنِی فَاَنْتَ مُکْرَمٌ وَ
اِنْ رَأَیْتَ زَیْدًا فَاَکْرِمْهُ وَاِنْ اَتَاکَ عَمْرٌو فَلَا تُهِنْهُ
وَاِنْ اَکْرَمْتَنِی فَجَزَاکَ اللّٰهُ خَیْرًا

۱۔(**فاء درجزا**) یہاں سے مصنف نے جزا کی ان صورتوں کا بیان شروع کیا ہے جن میں جزا پر فاء کا دخول واجب ہوتا ہے اور یہاں صرف چار صورتیں بیان کی گئی ہیں جب کہ جزا پر فاء کے دخول کے واجب ہونے کی اور بھی بہت سی صورتیں ہیں ان صورتوں کے بیان سے پہلے تمہیدا یہ جان لینا ضروری ہے کہ جزا فاء کے دخول اور عدم دخول کے لحاظ سے کل تین حالتیں ہیں:

۱. فاء کا دخول واجب ہوگا

۲. فاء کا دخول منع ہوگا

۳. فاء کا دخول جائز ہوگا۔

جن صورتوں میں فاء کا دخول واجب ہے وہ یہ ہیں:

۱۔جزاء جب جملہ طَلَبِیّه ہو اور اس کی درج ذیل انواع ہیں:

(أ)۔امر: جیسے اِنْ جَاءَكَ زَیْدٌ فَاَکْرِمْهُ۔

(ب)۔نہی: جیسے اِنْ جَاءَكَ بَکْرٌ فَلَا تُهِنْهُ۔

(ج)۔استفہام: جیسے اِنْ قَامَ سَعِیْدٌ أَفَاَنْتَ تُکْرِمُهُ ؟ (۱) فَهَلْ اَنْتَ تُکْرِمُهُ؟ فَمَنْ یُکْرِمُه؟ فَاَیُّکُمْ یُکْرِمُهُ؟

(د)۔تمنی: جیسے اِنْ جَاءَكَ سَعْدٌ فَلَیْتَكَ تُکْرِمُهُ۔

(ھ)۔تخصیص: جیسے اِنْ جَاءَكَ بَدْرٌ فَهَلَّا تُکْرِمُهُ۔

---

(۱) استفہام خواہ بذریعہ حرف ہو جیسے ھمزہ (أ) اور ھل یا بذریعہ اسم جیسے مَن اور اَیٌّ [اَیَّۃٌ] کما فی الخضری۔

(و)۔عرض: جیسے اِنْ جَاءَكَ ضَيْفٌ فَلَوْلَا تُكْرِمُهُ ۔

(ز)۔دعاء: خواہ بصورت خبر ہو جیسا کہ مصنف نے مثال دی ہے۔یا بصورت امر جیسے اَللّٰهُمَّ اِنْ تُبْتُ اِلَيْكَ فَتُبْ عَلَيَّ یا بصورت نہی ہو جیسے رَبِّ اِنْ نَسِيْتُ فَلَا تُوَاخِذْنِي ۔

(ح)۔نداء: جیسے اِنْ لَمْ يَتُبْ زَيْدٌ فَيَا خُسْرَهُ رَجُلًا (كما فى المغنى)

۲۔ جزاء جب جملہ انشائیہ ہو اور اس کے تحت درج ذیل انواع داخل ہیں:

(ا)۔نعم اور بئس (۱) بلکہ وہ جملہ الفاظ جو مدح وذم کے انشاء کے معنی کو متضمن ہوں۔جیسے: اِنْ تَصِلْ فَنِعْمَ الرَّجُلُ اَنْتَ وَاِنْ لَّمْ تَصِلْ فَبِئْسَ الرَّجُلُ اَنْتَ۔

(ب)۔عسیٰ جیسے:اِنْ تَجْتَهِدْ فَعَسَىٰ اَنْ تَنْجَحَ ۔

(ج)۔لیس جیسے:وَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ ذَالِکَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ .زاده ابن هشام فى المغنى وذكره الازهرى فى التصريح.

(د)قسم جیسے:اِنْ قَامَ زَيْدٌ فَوَ اللّٰهِ لَا قُوْمَنَّ (کما فی المغنی)

(ھ)فعل تعجب جیسے:اِنْ دَخَلَ النَّارَ اَحَدٌ فَمَا أَصْبَرَهُ عَلَيْهَا ۔

۳۔ جزاء جملہ اسمیہ ہو ۔خواہ اس کے شروع میں حرف اثبات ہو جیسے:اِنْ تَزُرْنِيْ فَاِنَّکَ مُكْرَمٌ یا حرف نفی ہو جیسے: مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ یا ان میں سے کوئی بھی نہ ہو جیسے :اِنْ جِئْتَنِيْ فَاَنْتَ مُكْرَمٌ.

٤۔جزاء جب جملہ فعلیہ ہو۔اور اس کے تحت درج ذیل صورتیں بنتی ہیں:

(ا)فعل ماضی کے شروع میں حرف قد لفظا یا تقدیراً موجود ہو. لفظا کی مثال جیسے :اِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ۔ تقدیرا کی مثال جیسے:اِنْ كَانَ قَمِيْصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ الآية یہاں فَصَدَقَتْ سے پہلے قد مقدر ہے۔

(ب)فعل ماضی کے شروع میں حرف ما یا لا نافیہ ہو ما کی مثال جیسے: اِنْ زُرْتَنِيْ فَمَا اَهَنْتُكَ اور لا کی مثال جیسے: اِنْ زُرْتَنِيْ فَلَا ضَرَبْتُكَ وَلَا شَتَمْتُكَ۔

....

(۱) رضی نعم، بئس، عسی اور فعل تعجب کو جملہ انشائیہ کے تحت لائے ہیں جبکہ ابن ھشام مغنی میں انہیں ایسے جملہ فعلیہ کے تحت لائے ہیں جو جملہ اسمیہ کی مانند ہو۔یعنی اس میں فعل جامد ہو۔جیسے نعم، عسیٰ، ساء، اور لیس خضری بھی ان افعال کو افعال جامد کے تحت لائے ہیں ۔

(ج) فعل مضارع کے شروع میں لن، ما، اِنْ حروف نفی ہوں۔
حرف لن کی مثال جیسے:وَمَا تَفْعَلُوامِنْ خَيْرٍ فَلَنْ تُكْفَرُوْهُ الآ ية ۔
حرف ما کی مثال جیسے:اِنْ تَقُمْ فَمَا اَقُومُ (۱)
حرف اِنْ کی مثال جیسے:اِنْ تَقُمْ فَاِنْ اَقُوْمُ (۲)(كما فى التصريح)
(د) فعل مضارع کے شروع میں سین، سوف، قد، (۳)حروف اثبات ہوں۔
حرف سین کی مثال جیسے:اِنْ تَضْرِبْنِى فَسَاَضْرِبُكَ.
حرف سوف کی مثال جیسے: اِنْ تَضْرِبْنِىْ فَسَوْفَ اَضْرِبُكَ.
حرف قد کی مثال جیسے :اِنْ تَضْرِبْنِىْ فَقَدْتُضْرَبُ.

....

(۱) ما نافیہ اگر جملہ اسمیہ پر داخل ہوتو اہلِ حجاز، اہلِ تہامہ اور نجد کے نزدیک اپنی شروط اربعہ یا ستہ علی الاختلاف بین ابن مالک وابنِ عقیل کے ساتھ لیس کی طرح عمل کرے گا۔ یعنی اپنے اسم کو رفع اور خبر کو نصب دے گا جیسے مَا زَیْدٌ قائما مگر بنو تمیم کے نزدیک عاملہ نہیں اگر ما نافیہ جملہ فعلیہ پر داخل ہو خواہ وہ جملہ فعلیہ بصورت فعل ماضی ہو جیسے مَاقَامَ زَیْدٌ یا بصورت مضارع جیسے مَایَقُوْمُ زَیْدٌ (کمافی شرح ابن عقیل) اور مغنی ابن ہشام میں ہے کہ جب یہ مضارع پر داخل ہو تو اسے زمانہ حال کے ساتھ خاص کرتا ہے۔ بشرطیکہ اسکے خلاف کا قرینہ نہ ہو ورنہ اسے زمانہ حال سے خاص نہیں کرے گا انتہی۔ رصف المعانی میں ہے کہ جب ما ماضی پر داخل ہوگا تو اس میں زمانہ ماضی برقرار رہے گا جیسے مَاقَامَ زَیْدٌ۔

(۲) اِنْ ما کی طرح جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ پر داخل ہوتا ہے۔ ان نافیہ اکثر بصریوں اور فراء کے نزدیک عاملہ نہیں ہوتا۔ فراء کے علاوہ جملہ کوفیوں کا مذہب یہ ہے کہ ان نافیہ اگر جملہ اسمیہ پر داخل ہو تو لیس کی طرح عامل ہے بصریوں میں ابوالعباس مبرد، ابو علی فارسی اور ابوالفتح ابن جنی کا یہی موقف ہے۔ ابن مالک نے اسے اختیار کیا ہے اور اس کا گمان ہے کہ سیبویہ کے کلام میں اس کی طرف اشارہ موجود ہے۔ جملہ اسمیہ پر داخل ہونے کی مثال (اِنِ الْکٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ ......الآیۃ) ان نافیہ جب جملہ فعلیہ پر داخل ہوگا تو لفظا کوئی عمل نہ کرے گا۔ قرآن مجید میں ''اِنْ'' کے فعل ماضی پر داخل ہونے کی مثال جیسے (اِنْ اَرَدْنَا اِلَّا الْحُسْنٰی......الآیۃ) اور فعل مضارع پر داخل ہونے کی مثال جیسے (اِنْ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ......الآیۃ)

(۳)۔ شیخ یٰس نے حواشی فاکہی میں مضارع پر دخول قد کا ذکر فرمایا ہے ابن عقیل کے کلام کا ظاہر بھی یہی ہے۔

جن صورتوں میں جزاء پر فاء کا دخول ممنوع ھے وہ یہ ھیں:

(۱) جب جزاء ماضی ہو اور اس پر قد، ما، اور لا داخل نہ ہو جیسے: اِنْ خَرَجتَ خَرَجْتُ۔

(۲) جزاء جب ماضی متصرف ہو قد اور ما سے خالی ہو، مستقبل کے معنے میں ہو، اس میں وعدہ یا وعید کا قصد وارادہ نہ ہو جیسے: اِنْ قَامَ زَیْدٌ قَامَ عَمْرٌو (کمافی الخضری)

(۳) جزاء جب فعل مضارع منفی بہ لم ہو جیسے: اِنْ خَرَجْتَ لَمْ اَخْرُجْ (۱)

جن صورتوں میں جزاء پر فاء کا دخول اور عدم دخول برابر ھے وہ یہ ھیں:

(۱) مضارع مجرّد یعنی فعل مضارع جب حروف اثبات ونفی سے خالی ہو۔ جیسے اِنْ تُکْرِمْنِیْ فَاُکْرِمُكَ یا اُکْرِمْكَ ۔ (۲) مضارع کے شروع میں لائے نافیہ ہو جیسے: اِنْ تُکْرِمْنِیْ فَلَا اَضْرِبُكَ یا لَا اَضْرِبْكَ۔ ان دونوں صورتوں کو شارح رضی نے ذکر کیا ہے

(۳) ماضی متصرف ہوں قد اور ما سے خالی ہوں مستقبل کے معنی میں ہو اور اس میں وعد یا وعید کا قصد کیا گیا ہو جیسے مَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوهُهُمْ (الآیۃ)

جزاء کے یقینی وقوع کی وجہ سے قد کی تقدیر پر فاء داخل ہوسکتی ہے اور استقبال کے اعتبار سے فاء کا نہ لانا بھی جائز ہے۔ (کمافی الخضری)

تنبیہ : جزاء پر وجوب دخول فاء کے قاعدہ سے یہ صورت مستثنی ہے کہ جب جزاء کے شروع میں ھمزہ استفہام کا ہو خواہ وہ جزاء جملہ فعلیہ ہو یا اسمیہ تو ھمزہ استفہام پر فاء داخل نہ ہوگی۔ لھذا ایسی صورت میں ھمزہ استفہام کو اداۃ شرط سے پہلے مقدر مانیں گے جیسے: اِنْ اَکْرَمْتُكَ أَتُکْرِمُنِیْ۔ گویا کہ اس کی تقدیر یوں ہے۔ أَاِنْ اَکْرَمْتُكَ تُکْرِمُنِیْ لیکن ھمزہ کے علاوہ باقی اداۃ استفہام جیسے ھَلْ وغیرہ اگر انہیں ھمزہ استفہام پر محمول کریں گے تو ان پر فاء داخل ہوگی اور اگر محمول نہ کریں تو داخل ہونا جائز ہے۔ اسے شارح رضی نے شرح الکافیہ اور شیخ یٰس نے حواشی شرح الفاکہی میں ذکر فرمایا ہے۔

---

(۱)۔ فعل مضارع پر لَمْ داخل ہو تو اس پر فا جزائیہ داخل نہ ہوگی جمہور کا یہی موقف ہے۔ ابوجعفر کے نزدیک فاء کا دخول اور عدم دخول دونوں جائز ہیں کمافی حواشی یٰس علی الفاکہی۔ بدرالدین ابن الناظم بھی جواز کے قائل ہیں کمافی الخضری۔

باب دوم

در عمل افعال

بدانکہ ہیچ فعل غیر عامل نیست وافعال دراعمال بردو گونہ است **قسم اول**
معروف (۱) بدانکہ فعل معروف خواہ لازم (۲) باشد یا متعدی (۳) فاعل را برفع کند
چوں قَامَ زَیْدٌ وَضَرَبَ عَمْرٌو وشش اسم رابنصب کند **اول** مفعول مطلق راچوں قَامَ زَیْدٌ قِیَاماً
وَضَرَبَ زَیْدٌ ضَرْباً **دوم** مفعول فیہ راچوں صُمْتُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ
وَجَلَسْتُ فَوْقَکَ **سوم** مفعول معہ راچوں جَآءَ الْبَرْدُ وَالْجُبَّاتِ
چهارم مفعول لہ راچوں قُمْتُ اِکْرَاماً لِّزَیْدٍ وَضَرَبْتُهُ تَادِیْباً

۱۔(**فعل معروف**): یہ وہ فعل ہے جس کی نسبت فاعل جلی یا خفی کی طرف ہو جلی جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ" میں زید اور ضَرَبْتُ میں تُ ضمیر بارز اور خفی جیسے زَیْدٌ ضَرَبَ کی ترکیب میں ضَرَبَ میں ھُوَ ضمیر مستتر:

۲۔(**لازم**): یہ وہ فعل ہے جو براہ راست مفعول بہ تک نہ پہنچے اور فعل لازم کو کئی طریقوں سے متعدی بنایا جا سکتا ہے۔مثلاً (۱) حرف جر کے ساتھ جیسے مَرَرْتُ بِزَیْدٍ (۲) همزہ کے ساتھ جیسے أذْهَبْتُ زَیْداً اس کے علاوہ اور بھی طریقے ہیں دیکھئے شارح کی کتاب کفایۃ الصرف جو عنقریب زیور طباعت سے آراستہ ہو کر قارئین کے ہاتھوں میں ہوگی۔ان شاء اللہ الرحمٰن۔

۳۔(**متعدی**): یہ وہ فعل ہے جو اپنے مفعول بہ تک براہ راست پہنچ سکے اور اس کی چار اقسام ہیں۔جو آئندہ آرہی ہیں۔

پنجم حال را چوں جَاءَ زَیْدٌ رَاكِبًا **ششم** تمیز را وقتیکہ در نسبت فعل
بفاعل ابہامی باشد چوں طَابَ زَیْدٌ نَفْسًا اما فعل متعدی
مفعول بہ را نصب کند چوں ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًا و ایں
عمل فعل لازم را نباشد **فصل** بدانکہ فاعل اسمیست (۱) کہ پیش از وے فعلی (۲)
باشد مسند بدان اسم بر طریق قیامِ فعل بداں اسم چوں زَیْدٌ در ضَرَبَ زَیْدٌ و
مفعول مطلق مصدر (۳) یست کہ واقع شود بعد از فعلے (۴) و آں مصدر بمعنی آں فعل باشد (۵)
چوں ضَرْبًا در ضربتُ ضَرْبًا و قِیَامًا در قُمْتُ قِیَامًا

۱۔(**اسمیست**) خواہ وہ اسم صریح ہو جیسے قَامَ زَیْدٌ میں زَیْدٌ یا مؤول جیسے أَعْجَبَنِیْ اَنْ تَقُوْمَ میں اَنْ تَقُوْمَ۔

۲۔(**فِعْلے**) فعل کبھی تو فاعل سے صادر ہوتا ہے جیسے: ضَرَبَ زَیْدٌ میں ضَرْب زید سے صادر ہے اور کبھی اس کے ساتھ واقع ہوتا ہے جیسے: مَاتَ زَیْدٌ میں مَوت زید کے ساتھ متصل ہے۔ خیال رہے فعل سے مراد فعل تام ہے نہ کہ ناقص۔ جس سے پہلے کوئی فعل ہو خواہ وہ فعل متصرف ہو جیسے "قام زید" میں قام یا جامد جیسے نِعْمَ الْفَتٰی میں نِعْمَ یا شبہ فعل ہو اور شبہ فعل سے مراد اسم فاعل ہو جیسے أَقَائِمٌ الزَّیْدَانِ؟ یا اسم مفعول ہو جیسے أُمُکْرَمٌ الزَّیْدَان یا صفت مشبہ ہو جیسے: زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْهُه' یا مصدر ہو جیسے اَعْجَبَنِیْ ضَرْبُ زَیْدٌ عَمْراً یا اسم فعل ہو جیسے هَیْهَاتَ الْعَقِیْقُ یا ظرف ہو جیسے زَیْدٌ عِنْدَكَ غُلَامُه' یا جار مجرور ہو جیسے زَیْدٌ فِی الدَّارِ غُلَامُه' یا افعل التفضیل ہو جیسے زَیْدٌ

اَفۡضَلُ اَبُوۡهُ یا اسم مصدر ہو جیسے: اَعۡجَبَنِیۡ عَطَاءُ زَیۡدٌ عَمۡرًا یا اسم مبالغہ ہو جیسے: اَضَرَّابٌ زَیۡدٌ ؟ یا صفت جامد مؤول ہو جیسے: أَاَسَدٌ زَیۡدٌ ؟ میں اَسَد بمعنی شجاع ہے۔ فعل یا شبہ فعل (۱) اپنے مابعد کی طرف مسند ہوتا ہے اور یہ مسند ہی درحقیقت مسند الیہ یعنی فاعل کو رفع دیتا ہے جیسا کہ سیبویہ کا مذہب ہے۔ (ابن عقیل مع خضری وحاشیہ الصبان)

فائدہ: فاعل کبھی لفظاً مرفوع ہوتا ہے جیسے جاءَ زَیۡدٌ میں زَیۡدٌ اور کبھی تقدیراً جیسے جَاءَ مُوسیٰ میں موسیٰ اور کبھی محلاً (۲) جیسے جاءَ ھٰؤلاءِ یا کفٰی باللّٰہِ (۳) شَھِیۡدًا میں ھولاء اور لفظ "اللّٰہ"

۳۔ (**مصدریت**) مفعول مطلق مصدر صریح ہوتا ہے نہ کہ مؤول۔ اور منصوب ہوتا ہے۔

۴۔ (**فِعۡل**) مصدر کا عامل کبھی فعل ہوتا ہے جیسا کہ مصنف نے ذکر کیا ہے کبھی مصدر ہی جیسے عَجِبۡتُ مِنۡ ضَرۡبِكَ زَیۡدًا ضَرۡبًا شَدِیۡدًا اور کبھی وصف جیسے اسم فاعل مثلاً اَنَا ضَارِبٌ زَیۡدًا ضَرۡبًا یا جیسے اسم مفعول مثلاً زَیۡدٌ مَضۡرُوۡبٌ ضَرۡبًا شَدِیۡدًا یا جیسے اسم مبالغہ مثلا اَنَا ضَرَّابٌ زَیۡدًا ضَرۡبًا۔ البتہ اسم تفضیل اور صفت مشبہ یہاں وصف میں داخل نہیں۔ شاطبی کا یہی مسلک ہے (۴) مگر ابن ہشام نے صفت مشبہ کو بھی داخل کیا ہے۔

---

(۱)۔ جیسا کہ صبان نے ذکر کیا ہے۔ ابوحیان کے نزدیک شبہ فعل میں وہ اسم بھی شامل ہے جو فعل کی جگہ پر ہو جیسے اِیَّاكَ اَنۡتَ وَزَیۡدٌ اَنۡ تَخۡرُجَا میں اِیَّاكَ اِحۡذَرۡ کی جگہ پر ہے اور اِیَّاکَ میں ضمیر پوشیدہ فاعل ہے۔ میں کہتا ہوں اسی طرح مصدر قائم مقام فعل بھی ہوتا ہے جیسے ضَرۡبًا زَیۡدًا. ضَرۡبًا میں ضمیر پوشیدہ فاعل ہے جو کہ اَنۡتَ ہے۔ دیکھئے شرح ابن عقیل، مبحث اعمال المصدر ((شارح))

(۲) ابن مالک اور ابن ہشام کے نزدیک باللہ میں لفظ اللہ کا اعراب محلی ہے کیونکہ ان کے نزدیک اعراب محلی مبنیات کے ساتھ خاص نہیں مگر یس نے حواشی مجیب النداء میں اس کا اعراب تقدیری ہونا بہتر جانا ہے۔

(۳) کفی باللہ میں باء زائدہ قیاساً برائے تاکید فعل ہے جیسے کہ وَمَا ھُمۡ بِمُؤۡمِنِیۡنَ میں باء زائدہ قیاساً برائے تاکید نفی ہے۔ بعض شراح نے اعراب محلی کو تقدیراً سے تعبیر کیا ہے کما فی شرح کافیہ اردو اور سید جرجانی نے بھی نحو میر میں محلی کو تقدیری سے تعبیر کیا ہے۔ کفی باللہِ شھید امیں کفی اگرچہ فعل متصرف ہے مگر یہاں فعل غیر متصرف کے حکم میں ہے اور یہ برائے تعجب استعمال ہوا ہے اور اس کا معنی ہوگا، ما اکفاہ شھیدا۔ کما فی الاشمونی البتہ اشمونی نے کفی بزید رجلا کی مثال دی ہے فافھم وقد ر وحرر۔

(۴) حاشیہ صبان میں ہے (قولہ قال الشاطبی) ھو ابو اسحٰق شارح المتن واما القاری صاحب حرز الامانی فھو ابو القاسم۔

۵۔(**مصدر بمعنی آں فعل**): اس مصدر کا جو مفعول مطلق واقع ہو اپنے سے پہلے فعل یا شبہ فعل کے ہم معنی ہونا چاہئے خواہ اس کے لفظ سے ہو جیسے ضَرَبْتُ ضَرْباً یا نہ ہو(ا) جیسے قَعَدْتُ جُلُوساً۔

فوائد: (ا) مصدر حدث ہے اور فعل کی دلالت حدث پر ہوتی ہے کیونکہ جمہور کے نزدیک فعل کے دو جزء ہیں (ا) حدث (۲) زمانہ۔ سید وغیرہ کے ہاں فعل کے تین اجزاء ہیں (ا) حدث (۲) زمانہ (۳) نسبت الی الفاعل۔ جمہور کے نزدیک فعل کی دلالت حدث اور زمان پر مطابقی ہے اور سید کے نزدیک تضمنی ہے (خضری)

(ب) مفعول مطلق کی تعریف میں فعل سے مراد فعل متصرف تام ہے لہٰذا متصرف کہنے سے فعل التعجب، لیس، عسیٰ وغیرہ خارج ہو گئے۔ اور تام سے کان وغیرہ خارج ہو گئے۔ اسی طرح وصف سے مراد متصرف ہے یعنی اس کی حدث پر دلالت ہو، لہٰذا اس سے اسم تفضیل اور صفت مشبہ خارج ہو گئے۔ یہ قیود فاکہی اور خضری نے ذکر کی ہیں۔

(ج) مفعول مطلق کی تین اقسام ہیں (ا) مؤکد جو اپنے عامل کی تاکید کرے بشرطیکہ عامل مصدر ہو۔ یا اپنے عامل سے ماخوذ مصدر کی تاکید کرے یہ تب ہے جب اس کا عامل فعل یا وصف ہو۔ (۲) مُبَیِّن برائے نوع۔ جو اپنے عامل کے صادر ہونے کی نوعیت و ہیئت کو بیان کرے جیسے جَلَسْتُ جِلْسَةَ الْقَاضِي (۳) مُبَیِّن برائے عدد۔ جو اپنے عامل کے صادر ہونے کی تعداد کو بتائے جیسے ضَرَبْتُ ضَرْبَةً (میں نے ایک دفعہ مارا) ضَرَبْتُ ضَرْبَتَيْنِ (میں نے دو دفعہ مارا)، ضَرَبْتُ ضَرَبَاتٍ (میں نے کئی دفعہ مارا)

(ا) سیبویہ کے نزدیک مفعول مطلق کا فعل مذکور کے لفظ سے ہونا ضروری ہے۔ جیسے ضَرَبْتُ ضَرْباً بخلاف مبرد اور کسائی وہ غیر لفظ سے بھی جائز سمجھتے ہیں۔ جیسے قَعَدْتُ جُلُوساً۔ سیبویہ کے نزدیک جُلُوساً کا عامل جَلَسْتُ فعل مُقَدَّر ہے جبکہ مبرد اور کسائی کے نزدیک قَعَدْتُ ہی اس کا عامل ہے۔ مگر اس میں شرط ہے کہ مصدر اور عامل دونوں مترادف ہوں اور ان میں سے کسی وجہ سے کوئی فرق نہ ہو۔ شارح جامی کافیہ کی شرح میں صفحہ ۱۱۵ پر فرماتے ہیں:

(وَقَدْ يَكُوْنُ) المفعول المطلق (بِغَيْرِ لَفْظِهٖ) اَيْ مُغَايِرًا لِلَفْظِ فِعْلِهٖ اِمَّا بِحَسْبِ الْمَآدَّةِ (مِثْلُ قَعَدْتُ جُلُوْسًا)

وَاِمَّا بِحَسْبِ الْبَابِ نحو: اَنْبَتَهُ اللّٰهُ نَبَاتًا (اھ) وَمِثْلُهٗ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا۔ كما فى دراية النحو (ص:۱۰۵)

تنبیه: شارح جامی نے ''نباتا'' کو '' اَنْبَتَ'' کا مصدر قرار دیا ہے۔ غلایینی جامع الدروس العربیہ (۱۔۱۷۰) پر فرماتے ہیں:

وَقَدْ يَجِئُ "اَفْعَلَ" عَلٰى فَعَالٍ بِفَتْحِ الْفَاءِ وَتَخْفِيْفِ الْعَيْنِ۔

نحو: اَنْبَتَ نَبَاتًا وَاَعْطٰى عَطَاءً وَاَثْنٰى ثَنَاءً۔ اِسْمُ مَصْدَرٍ، لَا مَصْدَرٌ لِنُقْصَانِهٖ عَنْ اَحْرُفِ فِعْلِهٖ۔

شارح ابن عقیل شرح الفیہ (۲/۲۳) پر فرماتے ہیں:

"وَزَعَمَ اِبْنُ الْمُصَنِّفِ (وَهُوَ بَدْرُ الدِّيْنِ الْمَعْرُوْفُ بِابْنِ النَّاظِمِ) اَنَّ عَطَاءً مَصْدَرٌ اَنَّ هَمْزَتَهٗ حُذِفَتْ تَخْفِيْفًا وَهُوَ خِلَافُ مَا صَرَّحَ بِهٖ غَيْرُهٗ مِنَ النَّحْوِيِّيْنَ۔ انتهى

قال الخضری فی الحاشیۃ علی شرح ابن عقیل:

"وَلَمْ يَنْفَرِدْ بِهٖ بَلْ تَبِعَ وَالِدَهٗ وَجَرٰى عَلَيْهِ الدَّمَامِيْنِي فِيْ شَرْحِ التَّسْهِيْلِ۔

قال ابن یعیش فی شرح المفصل (۱۔۱/۱۱۱) وَمِثْلُهٗ قَوْلُهٗ تَعَالٰى: (وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا) فَجَرَى التَّبْتِيْلُ عَلٰى تَبَتَّلَ وَلَيْسَ لَهٗ فِي الْحَقِيْقَةِ لِاَنَّ مَعْنَاهُمَا يَؤُوْلُ اِلٰى شَيْئٍ وَاحِدٍ۔

وَمِنْهُ (اَيْ مِنْ مَصْدَرٍ فِيْهِ لَفْظُ الْفِعْلِ وَحُرُوْفُهٗ) قوله تعالى: (وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ نَبَاتًا) فَنَبَاتٌ فِي الْحَقِيْقَةِ مَصْدَرُ نَبَتَ وَقَدْ جَرٰى عَلٰى اَنْبَتَ۔

ثم قال فی الشرح (۱۔۱/۱۱۷) وَاَمَّا رَجَعَ الْقَهْقَرٰى وَاشْتَمَلَ الصَّمَّاءَ وَقَعَدَ الْقُرْفُصَاءَ فَقَدْ قَالَ سِيْبَوَيْهِ: اِنَّهَا مَصَادِرُ وَهِيَ مَنْصُوْبَةٌ بِالْفِعْلِ قَبْلَهَا لِاَنَّ الْقَهْقَرٰى نَوْعٌ مِنَ الرُّجُوْعِ وَكَذَالِكَ الْقُرْفُصَاءُ نَوْعٌ مِنَ الْقُعُوْدِ۔

ومفعول فیہ اسمیست کہ فعل (۱) مذکور درو واقع شود واو را ظرف گویند وظرف بر دو گونہ
است ظرف زمان (۲) چوں یَوْمَ در صُمْتُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وظرف مکان (۳)

۱۔(**فعل مذکور**) مصنف نے ظرف کا عامل صرف فعل ذکر کیا ہے حالانکہ اس کا عامل شبہ فعل بھی ہوتا ہے۔

۲۔(**ظرف زمان**) اس کی دو قسمیں ہیں (۱) مبہم جو وقت غیر معین پر دلالت کرے جیسے حین، دھر (۲) محدود یا مختص جو معین زمان پر دلالت کرے جیسے یوم الجمعۃ وغیرہ۔ ظرف زمان خواہ مبہم ہو یا مختص بہرصورت منصوب ہوگی اور فی مقدر ہوگا۔

۳۔(**ظرف مکان**) یہ بھی دو قسم پر ہے:

(۱) مبہم اور اس کی تین اقسام ہیں: (i) جہات ستہ جیسے اَمام، خلف، فوق، تحت، یمین، شمال (ii) وہ مقادیر جو مساحت معلومہ پر دلالت کریں جیسے فرسخ، برید اور میل جمہور کے نزدیک مقادیر ظرف مکان مبہم ہیں مگر بعض نحات مثلاً شلوبین کے نزدیک محدود ہیں شذور الذھب میں ابن ھشام کا بھی یہی قول ہے۔ (فاکہی) ابن ھشام نے قطر الندیٰ میں اسے مبہم کی قسم ٹھہرایا ہے جبکہ اوضح۔ الجامع اور الشذور میں محدود شمار کیا ہے ابن مالک اور ابن عقیل بھی اسے محدود سمجھتے ہیں اگر یہ تیسری قسم اپنے عامل کے ساتھ استعمال نہ ہو جیسے جَلَسْتُ فِیْ مَرْمیٰ زَیْدٍ تو فِیْ کے ساتھ جرّ واجب ہوگی (ابن عقیل، خضری، فاکہی)۔ (iii) جو اپنے عامل کے مصدر سے بنے جیسے: قَعَدْتُ مَقْعَدَ زَیْدٍ میں مقعد ہے۔

(۲) محدود جیسے بیت، دار۔ یاد رہے کہ ظرف مبہم کی تینوں قسمیں ہمیشہ منصوب ہوتی ہیں اور ظرف مکان محدود ہمیشہ مجرور بہ ''فی'' ہوتی ہے۔ البتہ چند ایک کلمات جیسے دَخَلَ، سَکَنَ، اور ذَھَبَ کے بعد ظرف مکان محدود پر سیبویہ اور جمہور محققین کے نزدیک خلاف قیاس نصب آئے گی۔ ابن حاجب نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

فائدہ: ابن عقیل نے مصدر سے مشتق ظرف مکان کی بھی دو قسمیں بنائی ہیں۔ (۱) مبہم جیسے جَلَسْتُ مَجْلِساً (۲) مختص جیسے جَلَسْتُ مَجْلِسَ زَیْدٍ۔

عِنْدَ در جَلَسْتُ عِنْدَکَ ومفعول معہ(۱) اسمیست کہ مذکور باشد بعد از واوٗ
بمعنی مع چوں وَالْجُبَّاتِ دَرْ جَاءَ الْبَرْدُ وَالْجُبَّاتِ اَیْ مَعَ الْجُبَّاتِ

ا۔(**مفعول معہ**): یہ ہمیشہ اسم ہوتا ہے مگر اس میں یہ شروط ہیں (۱) اسم صریح ہو مؤول نہ ہو۔ مؤول سے مراد یہ ہے کہ بتاویل مصدر ہو کر اسم نہ بنے (۲) فضلہ ہو عمدہ نہ ہو۔ عمدہ سے مراد یہ ہے کہ وہ کلام میں مسند یا مسند الیہ واقع ہو (۳) ایسی واؤ کے بعد واقع ہو جو مع کے معنی میں نص ہو (۴) اس واؤ سے پہلے ایسا جملہ ہو جس میں یا تو فعل ہو خواہ لفظاً جیسے سِرْتُ وَالنِّیْلَ یا تقدیراً جیسے مَالَكَ وَزَیْدًا ؟ یا شبہ فعل (۱) جیسے اسم فاعل، اسم مفعول اور اسم مبالغہ، اسم فعل مگر صفت مشبہ اور اسم تفضیل یہاں شبہ فعل میں داخل نہیں کیونکہ اس میں شرط ہے کہ وہ مفعول بہ میں عمل کر سکے۔

فوائد: ☆ مفعول معہ واؤ سے پہلے معمول کے ساتھ جو اس کا مصاحب ہوتا ہے درج ذیل اشیاء میں شریک ہوتا ہے۔(۱) عامل میں (۲) زمانہ میں خواہ حکم میں شریک ہو جیسے جِئْتُ وَزَیْدًا یا نہ ہو جیسے اِسْتَوَی الْمَاءُ وَالْخَشَبَةَ۔ استویٰ اگر بمعنی اِرتفع ہو تو واؤ بمعنی مع متعین ہے اور اگر تساوی کے معنی میں ہو تو واؤ بمعنی مع اور عاطفہ دونوں ہونے کا احتمال ہے۔(صبان)

....

(۱)۔ اشمونی نے شبہ فعل میں یہ شرط لگائی ہے کہ اس میں فعل کا معنی اور حروف پائے جائیں۔ صبان نے عمل کا اضافہ کیا ہے۔ اشمونی کے قول کے مطابق حَسْبُكَ زَیْدٌ أمیں حَسْبُكَ (بشرطیکہ اسم فعل ہو جیسا کہ بعض کا خیال ہے نہ کہ صفت مشبہ جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے) تو شبہ فعل میں داخل رہے گا۔ کیونکہ اس میں یَحْسَبُ کے حروف بھی موجود ہیں مگر قَدْنِیْ وَاِیَّا هُمْ بمعنی یکفینی وایاھم میں قد جو کہ اسم فعل ہے شبہ فعل سے خارج ہو گیا۔ کیونکہ اس میں فعل کے حروف نہیں حالانکہ خود اشمونی نے قَدْ نِیْ کے ساتھ اسم فعل کی مثال دی ہے۔(صبان)

☆۔ مفعول معہ کے عامل میں اختلاف ہے جرجانی کے نزدیک عامل خود واؤ بمعنی مَعَ ہے زجاج کے نزدیک واؤ سے پہلے عامل مقدر ہوتا ہے جیسے سِرْتُ وَالنِّیْلَ (۱) میں واؤ سے پہلے لَا بَسْتُ مقدر ہے۔ اس لحاظ سے النیل دراصل مفعول بہ ہے۔ جمہور بصریوں (۱) اور بعض کوفیوں کے نزدیک فعل یا شبہ فعل عامل ہے۔ ابن مالک نے اسے مختار جانا ہے اور یہی راجح ہے اکثر کوفیوں کے نزدیک عامل مخالفہ (۲) ہے۔

☆۔ مفعول معہ اپنے عامل سے بالاتفاق مقدم نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جمہور کے نزدیک مُصَاحب سے بھی مقدم نہیں آ سکتا (۳)۔ مگر ابن جنی کے نزدیک جائز ہے جمہور کی رائے درست ہے۔ اشمونی صبّان اور ابن عقیل وغیرہ بھی مصاحب سے تقدیم کو منع قرار دیتے ہیں۔ (اوضح مع التصریح)

(۱) جمہور بصریوں میں سے سیبویہ اور فارسی کے نزدیک مفعول معہ مفعول بہ کی طرح ہے کیونکہ سِرْتُ والنیل کا اصل سِرْتُ بالنیل ہے مگر اخفش اور بعض کوفیوں کے نزدیک مفعول معہ پر نصب ظرفیت کی وجہ سے ہے (اوضح مع التصریح)

(۲) مخالفہ سے مراد واؤ کے مابعد کا ماقبل کے حکم کی اسناد میں مخالف ہونا ہے۔ (درایہ وحواشی التصریح)

(۳) رضی کے نزدیک ایاک والنیل سرت جائز ہے (اوضح مع التصریح)

ومفعول لہ(۱) اسمیت (۲) کہ دلالت کند بر چیزی کہ سبب فعل مذکور باشد چوں

۱۔(**مفعول لہ**) اسے مفعول لِاَجلِہٖ یا مِنْ اَجلِہٖ بھی کہتے ہیں یہ وہ مفعول ہے جس کی وجہ سے فعل مذکور واقع ہو خواہ وہ فعل سے باعتبار وجود پہلے ہو جیسے قَعَدْتُ جُبْنًا یا باعتبار تصور جیسے ضَرَبْتُكَ تَأدِيبًا ۔

۲۔(**اسمیت**) اسمیت کی بجائے مصدریت ہوتا تو بہتر تھا کیونکہ مفعول لہ ہمیشہ مصدر ہوتا ہے اور مصدر تو اسم کی ایک قسم ہے ابن مالک، ابن ہشام اور ابن عقیل وغیرہ نے مصدر ہی کہا ہے۔ اور اسی وجہ سے مفعول لہ مفعول مطلق سے سب سے زیادہ قریب ہے۔(۱)

فوائد: ☆ مفعول لہ کے عامل میں اختلاف ہے۔ زجاج کے نزدیک اس کا عامل اسی مصدر کے لفظ سے فعل مقدر ہوتا ہے جیسے جِئْتُكَ اِكْرَامًا میں اکراماً سے (أُكْرِمُكَ) مقدر ہے۔ کوفیوں کے نزدیک فعل مقدر جو کہ اس کے ہم معنی ہو وہی ناصب ہے جیسے قَعَدْتُ جُلُوسًا ۔ اسی وجہ سے کوفیوں اور زجاج کے نزدیک مفعول لہ دراصل مفعول مطلق ہے۔ جمہور بصریین کے نزدیک اس کا عامل حرف علت مثلاً (لام) مقدر ہے۔

☆ مفعول لہ کے منصوب ہونے کے لیے چھ شروط ہیں:

① مصدر ہو ② (۲) صریح ہوتا ویلی نہ ہو (۳) ③ علت کو ظاہر کرے (۴) اپنے فعل کے لفظ سے نہ ہو

---

(۱) مصدر ہونے کی وجہ سے زجاج اور کوفی اسے مفعول مطلق کا نام دیتے ہیں۔

(۲) ابن خباز رندی، اشمونی، فاکہی اور ابن ھشام نے اوضح میں اور اسی طرح ازھری نے تصریح میں مصدر کے لئے مطلقاً قلبی ہونا ضروری قرار دیا ہے مگر ابوعلی فارسی، یٰس اور خضری وغیرھم کے نزدیک مصدر میں قلبی ہونا تب ضروری ہے جب وہ سابق فعل کے مضمون سے وجود میں مقدم ہو جیسے قعدت جبنا اور اگر لفظوں میں مقدم ہو تو قلبی ہونا ضروری نہیں جیسے ضربت زیداً تادیبا کما فی الخضری وحواشی یٰس علی الفاکہی۔

(۳) خضری (۱۹۵/۹)

⑤ اپنے عامل کے ساتھ زمانہ میں متحد ہو(۱) ⑥ اپنے عامل کے ساتھ فاعل میں شریک ہو(۲)۔

تنبیہ: اگر مذکورہ بالا شروط موجود ہوں تو مفعول لہ پر نصب جائز ہوگی نہ کہ واجب کیونکہ اسے حروف تعلیل (۳) کے ذریعہ جر دینا بھی جائز ہے۔

☆ مفعول لہ کی کل تین حالتیں ہوتی ہیں: (i) معرف باللّام (ii) مضاف (iii) مجرد از الْ واضافت۔ الْ اور اضافت سے مجرد یعنی خالی ہو جیسے ضَرَبْتُ تَأدِيبًا تو نصب کثیر (۴) اور جر قلیل ہوگی جب معرف باللّام ہو جیسے قَعَدْتُ الْجُبْنَ تو جر کثیر اور نصب قلیل ہوگی اور جب مضاف ہو تو نصب اور جر دونوں برابر ہیں (۵) جیسے هَرَبَ زَيْدٌ حَذَرَ الْمَوْتِ۔

☆ جمہور کے نزدیک اگر مفعول لہ پر الْ داخل ہو جائے یا معرفہ کی طرف مضاف ہو جائے تو معرفہ ہوگا۔(۶)

☆ مفعول لہ کو خواہ منصوب ہو یا مجرور اپنے عامل پر مقدم کرنا جائز ہے (۷)۔ ابن مالک، سیوطی، اشمونی، صبان یٰس اور خضری کا (۸) یہی خیال ہے۔

---

(۱) رضی نے زمانہ میں اتحاد کی تین صورتیں پیش کی ہیں۔

(۲) شرط چہارم اور پنجم سیبویہ اور متقدمین کے نزدیک نہیں (کمافی الھمع)

(۳)۔ حروف تعلیل میں اصل لام ہے اور باقی اس کے قائم مقام ہیں۔ ابن ہشام نے شرح اللمحہ میں کل سات ذکر کئے ہیں لام، ما، فی، من، کاف، حتیٰ اور کی مگر کاف، حتیٰ اور کی مفعول لہ پر داخل نہیں ہوتے۔ صبان وغیرہ نے علیٰ کا بھی اضافہ کیا ہے۔ (صبان)

(۴)۔ فاکہی کے نزدیک نصب راجح ہے۔

(۵)۔ برابر سے مراد یہ کہ دونوں کثیر ہوں جیسا کہ ابن عقیل نے بیان کیا ہے۔

(۶)۔ مگر ریاشی، جرمی اور مبرّد کے نزدیک نکرہ ہی رہے گا۔ الْ زائدہ اور اضافت لفظی ہوگی۔

(۷)۔ مگر ثعلب کے نزدیک تقدیم منع ہے لیکن یہ درست نہیں۔

(۸)۔ مگر یٰس نے حواشی مجیب النداء میں تقدیم کے لیے عامل لفظی ہونا شرط قرار دیا ہے۔

اِکْـــرَامًـــا درقُـــمْـــتُ اِکْـــرَامًـــا
لِزَیْدٍ وحال (۱) اسمیست نکرہ کہ دلالت کنند

۱۔(**حـــال**)حال کا اصل حَوْلٌ سے ہے الف واؤ سے بدلا ہوا ہے اس میں لفظاً تذکیر وتانیث دونوں جائز ہیں۔جیسے حالٌ وحالۃٌ اسی طرح معنیً بھی تذکیر وتانیث کالحاظ درست ہے۔مگر تانیث معنوی زیادہ فصیح ہے۔(۱) حال کی تعریف یہ ہے کہ حال وہ وصف صریح (۲) یا مؤول ہے (۳) جو فاعل یا مفعول بہ یا دونوں کی حالت بیان کرے۔

....

(۱)(فاکہی'ازہری)

(۲)وصف صریح سے مراد اسم فاعل'اسم مفعول'صفت مشبہ'اسم مبالغہ اور اسم تفضیل ہیں۔

(۳)مؤول سے مراد جملہ'ظرف اور جار مجرور ہیں۔

حال کا عامل

ابن حاجب کافیہ میں فرماتے ہیں: وعاملها اِمّا الفِعلُ اَوشِبهُه' اَو مَعنَاهُ حال کا عامل یا تو فعل ہے یا شبہ فعل یا معنی فعل۔

شارح جامی فرماتے ہیں خواہ وہ فعل ملفوظ ہو جیسے ضَرَبْتُ زَیداً قَائِمًا میں ضرب یا مقدر ہو جیسے زَیدٌ فِی الدَّارِ قَائِمًا بشرطیکہ ظرف (یعنی جار مجرور جو کہ شبہ ظرف ہے) کی تقدیر اِسْتَقَرَّ وَغَیرُہ' کے ساتھ ہو۔

میں یہ کہتا ہوں خواہ اس کا عامل فعل متصرف (۱) ہو جیسا کہ ضَرَبْتُ زَیدًا قَائِمًا میں ضرب یا غیر متصرف یعنی جامد ہو جیسے حَبَّذَ ازَیدٌ رَاکِبًا میں رَاکِباً کمافی شرح الجامی (ص:۳۶۵) خواہ اس کا عامل محذوف جوازاً ہو جیسے راکباً اس شخص کے جواب میں جو کَیفَ جِئتَ؟ سے سوال کرے یا محذوف وجوباً ہو جیسے هَنِیأً لَكَ کما ذکرہ الغلایینی فی جامع الدروس العربیہ۔

حال کا عامل کبھی شبہ فعل (۲) ہوتا ہے شارح جامی فرماتے ہیں:

"وَهُوَ مَا یَعمَلُ عَمَلَ الفِعلِ وَهُوَ مِنْ تَرکِیبِهٖ" ۔یہ وہ ہے جو فعل کا سا عمل کرے اور وہ فعل کے الفاظ یعنی مادہ سے ہو جیسے اسم فاعل خواہ وہ لفظاً موجود ہو جیسے زَیدٌ ذَاهِبٌ رَاکِباً۔

---

(۱) شارح جامی نے ظرف اور شبہ ظرف (زید فی الدار قائماً میں فی الدار) کو فعل یا شبہ فعل کی صف میں داخل کیا ہے جبکہ ابن ہشام نے ان دونوں کو معنی فعل میں داخل کیا ہے۔

ازہری تصریح میں فعل متصرف کے بارہ میں فرماتے ہیں "وَتَصَرُّفُه' یَکُونُ بِتَنَقُّلِهٖ فِی الْاَزمِنَةِ الثَّلٰثِ أیْ یَکُونُ مَاضِیًا وَ مُستَقبِلًا وَحَالًا قَالَه' اَبُوالْبَقَاءِ۔

(۲) غلایینی نے الجامع میں شبہ فعل کو "الصفات المشتقة من الفعل" سے تعبیر کیا ہے اور ابن ہشام نے اوضح میں "صِفَةٌ تَشبَهُ الفِعلَ المُتَصَرِّفَ" سے تعبیر کیا ہے

ازہری التصریح میں فرماتے ہیں یہ وہ صفت ہے جو فعل کے معنی اور حروف کو متضمن ہو اور فعل کی علامات فرعیہ جیسے تانیث، تثنیہ، جمع کو قبول کرے جیسے اسم فاعل، اسم مفعول اور صفت مشبہ۔

یا تقدیراً موجود ہو جیسے زَیْدٌ فِی الدَّارِ قَائِماً اگر ظرف کی تقدیر اسم فاعل کے ساتھ ہو (جیسے مُسْتَقِرٌّ وَغَیْرُہٗ)

تنبیہ: شارح جامی نے زید فی الدار قائما کی مثال میں ''فی'' الدار جو کہ جار مجرور ہے کو ظرف سے تعبیر کیا ہے مگر اولیٰ یہ ہے کہ اسے شبہ ظرف سے تعبیر کیا جائے۔ ظرف کی مثال زَیْدٌ عِنْدَكَ اور اَمَامَكَ قَائِمًا ہے۔ یا اسم مفعول جیسے زید مَضْرُوْبٌ قاعداً یا صفت مشبہ جیسے زَیْدٌ حَسَنٌ ضَاحِکاً۔ اشمونی فرماتے ہیں کہ شبہ فعل سے مراد وہ صفت ہے جو فعل متصرف سے مشابہت رکھے اور وہ اسم فاعل، اسم مفعول اور صفت مشبہ ہے اور وہ صفت جو فعل غیر متصرف یعنی جامد سے مشابہت رکھے وہ اسم تفضیل ہے جو کہ اَفْعَلُ التعجب کے مشابہ ہے۔

علاوہ ازیں حال کا عامل اسم فعل (۱) ور معنی فعل بھی ہے (۲)

معنی فعل کی تعریف صبان نے "مَاتَضَمَّنَ مَعْنَی الْفِعْلِ دُوْنَ حُرُوْفِهٖ" سے کی ہے عام نحات کے نزدیک اس کی تعریف یہی ہے مگر شارح جامی نے اس کی تعریف یوں کی ہے "اَلْمُسْتَنْبَطُ مِنْ فَحْوَی الْکَلَامِ مِنْ غَیْرِ تَصْرِیْحٍ اَوْ تَقْدِیْرٍ"۔

---

(۱) عام نحوی حضرات معنی فعل کو اسی نام سے تعبیر کرتے ہیں مگر اشمونی نے اسے عامل معنوی سے تعبیر کیا ہے۔ صبان فرماتے ہیں کہ یہاں عامل معنوی سے مراد ابتدا اور تجرد نہیں بلکہ اس سے مراد (ماتضمن معنی الفعل دون حروفہ) ہے اسی طرح اھدل نے الکواکب الدریہ میں معنی فعل کی اقسام کو عوام معنویہ سے تعبیر کیا ہے۔ شیخ یٰس نے شرح الفاکہی کے حواشی میں شبہ فعل کی اقسام میں اس مصدر کا اضافہ بھی کیا ہے جو اپنے فعل کے قائم مقام ہو جیسے ضَرْباً زَیدٌ اَمُجَرَّدًا کیونکہ یہ بھی فعل متصرف کی طرح ہے۔

(۲) شرح اشمونی اور الکواکب الدریہ میں اسم فعل کو معنی فعل کی اقسام سے شمار نہیں کیا گیا جبکہ غلایینی نے الجامع اور برکوی نے اظہار الاسرار میں اسے معنی فعل کی ایک قسم شمار کیا ہے اس اختلاف کا اصل سبب معنی فعل کی تعریف میں اختلاف ہے۔ جن نحات کے نزدیک معنی فعل کی تعریف یہ ہے "مَا تَضَمَّنَ معناہ دون حروفہ" اور یہ تعریف ابن ہشام، اشمونی اور اھدل وغیرہ نے کی ہے۔ اسم تعریف کے مطابق اسم فعل معنی فعل میں داخل نہ ہوگا کیونکہ بعض اسماء افعال میں فعل کا معنی اور لفظ دونوں موجود ہوتے ہیں جیسے نَزَالِ اور تَرَاکِ بمعنی اِنْزِلْ اور اُتْرُکْ بعض میں صرف فعل کا معنی ہوتا ہے لفظ نہیں جیسے صَہْ بمعنی اُسْکُتْ۔ جن کے نزدیک مثلا برکوی وغیرہ معنی فعل کی تعریف یہ ہے (کل لفظ یُفْهَمُ مِنْهُ معنی الفعل) وہ اسم فعل کو معنی فعل میں شامل کرتے ہیں کیونکہ اسم فعل سے بھی فعل کا معنی مفہوم ہوتا ہے۔

معنی الفعل کی اقسام

شارح جامی نے معنی الفعل کی پانچ اقسام ذکر کی ہیں جو کہ ① اسم اشارہ اور تنبیہ ② حرفِ نداء ③ حرف تمنی ④ حرف ترجی ⑤ حرف تشبیہ۔ جبکہ ابن مالک نے الفیہ میں صرف تین ذکر کی ہیں جو اسم اشارہ جیسے تلک حرف تمنی جیسے لیت اور حرف تشبیہ جیسے کَاَنَّ ہیں۔

اشمونی نے ان تین پر ظرف اور جار مجرور جبکہ یہ خبر واقع ہوں کا اضافہ کیا ہے۔ صبان فرماتے ہیں کہ لیت اور کَاَنَّ کی طرح لعلَّ بھی ہے جیسا کہ شارح ذکر کریں گے اور ظاہر یہ ہے کہ اِنَّ، اَنَّ اور لکنَّ بھی اسی طرح ہیں گویا کہ جملہ حروف مشبہ بالفعل معنی فعل میں داخل ہیں (۱)

غلاپینی نے معنی فعل کا ذکر کرتے ہوئے اس کی نو اقسام کا ذکر فرمایا ہے جو کہ یہ ہیں:

(۱) اسم فعل جیسے: صَهْ سَاكِتًا۔

(۲) اسم اشارہ جیسے: هٰذَا بَعْلِي شَيْخًا (۲)

(۳) اَدَوَاتِ تشبیہ جیسے كَاَنَّهٗ اَسَدٌ صَائِلًا کما فی شرح الجامی۔

(۴) اَدَوَات تمنی و ترجی (۳) جیسے لَيْتَكَ عِنْدَنَا مُقِيمًا۔ لَعَلَّهٗ فِي الدَّارِ قَائِمًا کما فی شرح الجامی۔

---

(۱) اسم اشارہ بمعنی اُشیر، لَیتَ بمعنی تَمَنَّیتُ اور لعلَّ بمعنی تَرَجَّیتُ شیخ یٰس حواشی التصریح میں فرماتے ہیں کہ حرف تمنی کی طرح حرف ترجی بھی ہے جو لعل ہے ابن ہشام نے لیت اور لعل اور کَاَنَّ کے بارہ میں تصریح کی ہے کہ یہ حال میں عامل ہیں مگر اِنَّ، اَنَّ اور لکنَّ عامل نہیں ہیں۔

(۲) صبّان میں یہ تنبیہ کی بھی مثال ہے شارح جامی نے بھی (هذا) کو اشارہ اور تنبیہ کے لئے استعمال کیا ہے جیسے "هٰذَا زَيْدٌ قَائِمًا" هذا میں ها بمعنی اُنَبِّهُ اور ذا بمعنی اُشِيْرُ ہے۔ صبان فرماتے ہیں "هٰذَا زَيْدٌ قَائِمًا" میں قائما کا عامل بھی حرف تنبیہ ہے۔ کیونکہ یہ اُنَبِّهُ کے معنی کو متضمن ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عامل اسم اشارہ ہے جو کہ ذا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دونوں ہی عامل ہیں کیونکہ دونوں ایک ہی کلمہ کے حکم میں ہیں۔

(۳) غلاپینی نے تمنی و ترجی کو یکجا ذکر کیا ہے۔

(۵) اَدَوات استفہام جیسے مَاشَأْنُكَ وَاقِفًا؟

(۶) حروف تنبیہ جیسے ها هُوَذَاالْبَدْرُ طَالِعًا۔

(۷) جارو مجرور جیسے اَلْفَرَسُ لَكَ وَحْدَكَ۔

(۸) ظرف (۱) جیسے اَلْفَرَسُ عِنْدَكَ قَائِمًا۔

(۹) حروف نداء (۲) جیسے يَا زَيْدُ قَائِمًا کمافی شرح الجامی۔

برکوی نے اظہار الاسرار میں حسبِ ذیل اشیاء کا بھی اضافہ کیا ہے:

(اُ) منسوب جیسے مَرَرْتُ بِرُجُلٍ هَا شِمِيٍّ اَخُوْهُ' یہ صفت کی مثال ہے حال کی مثال جیسے: مَرَرْتُ بِالرَّجُلِ هَا شِمِيًّا اَخُوْهُ۔

(ب) اسم مستعار جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَسَدٍ غُلَامُهُ' ۔ یہ بھی صفت کی مثال ہے حال کی مثال جیسے: مَرَرْتُ بِالرَّجُلِ اَسَدًا غُلَامُهُ' (اَسَدٍ یہاں شجاع کے معنی میں مستعمل ہے)۔

(ج) مفہم معنی الصفہ یعنی وہ اسم جو کسی صفت کا معنی سمجھائے جیسے لفظ اللہ، رب العالمین کے اس قول ((وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ)) میں نفی وغیرہ (۳)

(د) الکواکب الدریہ میں ان کے علاوہ اسم جنس کا اضافہ بھی موجود ہے اسم جنس سے یہاں مراد وہ اسم جنس ہے جو تعظیم کا فائدہ دے جیسے اَنْتَ الرَّجُلُ عِلْمًا (۴)

---

(۱) الکواکب الدریہ اور اظہار الاسرار میں ظرف کے ساتھ مستقر کی قید بھی موجود ہے۔

(۲) صبان فرماتے ہیں کہ مصنف یعنی ابن مالک اور شارح یعنی اشمونی نے معنی فعل کی دس اقسام میں نو کا ذکر کیا ہے اور ان میں سے نداء کا ذکر نہیں کیا کیونکہ منادیٰ سے حال آنے میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات نے منع کیا ہے اگرچہ اصح جواز ہے جیسا کہ جامع ابن ہشام میں ہے عِلْمًا صحیح قول کے مطابق الرجل جو کہ جنس ہے میں ضمیر مستتر سے حال ہے۔

(۳) برکوی اظہار الاسرار میں فرماتے ہیں۔ فَهٰذِهٖ تَعْمَلُ فِيْ غَيْرِ الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ بِهٖ مِنْ مَعْمُوْلَاتِ الْفِعْلِ كَالْحَالِ وَالظَّرْفِ ابن ہشام کے نزدیک معنی فعل کے اس حکم سے کہ اس کا حال اس سے پہلے نہیں آتا۔ اس ظرف اور جار مجرور کو مستثنیٰ قرار دیا ہے جو مبتدا کی خبر واقع ہوں ہے۔ ان کا حال مبتدا اور خبر (جو کہ ظرف یا جار مجرور ہے) کے درمیان آ سکتا ہے۔ (الاوضح)

(۴) عِلْمًا صحیح قول کے مطابق اَلرَّجُلُ (جو کہ جنس ہے) میں ضمیر مستتر سے حال ہے کیونکہ الرجل بمعنی الکامل ہے اور انت سے حال نہیں اور اس میں تمییز کا بھی احتمال ہے بلکہ یہ زیادہ بہتر ہے۔

فائدہ: الکواکب الدریہ میں ہے کہ یہ عوامل معنویہ جو کہ فعل کے معنی کو، نہ کہ حروف کو متضمن ہیں جس طرح اپنے معمول سے متاخر عمل نہیں کرتے کیونکہ یہ عوامل ضعیف ہیں۔ اسی طرح جب یہ محذوف ہونگے تب بھی عامل نہیں ہوں گے بخلاف اس کے کہ جب عامل فعل متصرف یا وہ صفت جو ایسے فعل سے مشابہ ہو تو یہ مطلقاً عامل ہوتے ہیں (۱)

تنبیہ: صبان فرماتے ہیں کہ ھمع میں ہے کہ ابوحیان کے نزدیک اسم اشارہ، حروف تنبیہ (۲) لَیْتَ لَعَلَّ اور اسی طرح باقی حروف حال میں عامل نہیں اور نہ ہی ظرف عامل ہے اور حال کے ساتھ سوائے کَاَنَّ (کاف تشبیہ اور اَنَّ) کے کوئی حرف متعلق نہیں ہوتا۔ بعض نے حال میں کَاَنَّ کے عمل کو منع قرار دیا ہے الاشباہ والنظائر میں ہے کہ زیادہ صحیح یہی ہے کہ کَاَنَّ اور اس کی اخوات اور عسیٰ حال میں عامل نہیں (۳)۔ پس انہیں عوامل لفظیہ سے مستثنیٰ قرار دیا جائے گا۔

---

(۱) صبان فرماتے ہیں کہ حال اور ذوالحال صفت اور موصوف کی طرح ہیں ان کا عامل ایک ہے اس طرح حال اور ذوالحال کا عامل بھی ایک ہے۔ حال اور ذوالحال میں عامل کا اتحاد جمہور کا مذہب ہے سیبویہ عدم وجوب اتحاد کے قائل ہیں۔ کیونکہ خبر حال کی مانند ہے اور خبر کا عامل صحیح قول کے مطابق مبتدا کے عامل کا غیر ہوتا ہے۔ مصنف یعنی ابن مالک نے اسے تسھیل میں اختیار کیا ہے۔

(۲) بعض حضرات نے حال کے عامل میں یہ شرط لگائی ہے کہ حال اور ذوالحال کا عامل ایک ہو۔ لہٰذا جب حرف تنبیہ حال میں عامل ہوگا تو اس وقت حال اور ذوالحال کا عامل ایک نہیں ہوگا۔ تو اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ جو حرف تنبیہ کو حال میں عامل قرار دیتا ہے اس کے نزدیک اتحاد عامل واجب نہیں جیسا کہ بعض نحات مثلاً سیبویہ وغیرہ کا خیال ہے۔ سہیلی کے نزدیک اسم اشارہ بھی عامل نہیں ہوتا۔ عامل فعل محذوف ہوتا ہے۔ تصریح اور جامع الدروس العربیہ میں ہے کہ ان دس اشیاء، جو کہ معنی فعل کی اقسام ہیں کی طرف عمل کی نسبت ظاہراً ہے حقیقت میں عامل وہ فعل ہے جس پر ان اشیاء کی دلالت ہو جیسے اُشِیرُ، اُنَبِّہُ اور اَمَّا عِلْمًا فَعَالِمٌ میں عامل فعل شرط ہے۔ کیونکہ تقدیر جملہ یہ ہے "مَهْمَا يُذْكَرُ اِنْسَانٌ فِىْ حَالِ عِلْمٍ" پس اس صورت میں حال اور ذوالحال کا عامل ایک ہوگا اور کوئی اشکال باقی نہ رہے گا۔ ابن ہشام نے اسے مغنی میں ذکر کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

"اَلْمَشْهُوْرُ لُزُوْمُ اِتِّحَادِ عَامِلِ الْحَالِ وَصَاحِبِهَا وَلَيْسَ بِلَازِمٍ "عند سیبویہ"۔

(۳) شارح جامی معنیٰ فعل کے تحت پانچ اشیاء ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں "فَكَذَا جَمِيْعُ مَا تَضَمَّنَ مَعْنَى الْفِعْلِ دُوْنَ حُرُوْفِهٖ كَحَرْفِ التَّنْبِيْهِ وَالتَّرَجِّىْ وَالْاِسْتِفْهَامِ الْمَقْصُوْدِ بِهٖ التَّعْظِيْمُ نحو: "يَاجَارَتَا مَا اَنْتِ جَارَةً" وَاَمَّا نَحْوُ "اَمَّا عِلْمًا فَعَالِمٌ" "فَلَا يَجُوْزُ تَقْدِيْمُ الْحَالِ عَلَى عَامِلِهَا فِىْ شَيْئٍ مِنْ ذَالِكَ هَذَا هُوَ الْقِسْمُ الثَّانِىْ وَنَدَرَ تَقْدِيْمُهَا عَلَى عَامِلِهَا الظَّرْفِ وَالْمَجْرُوْرِ الْمُخْبَرِ بِهِمَا نَحْوُ سَعِيْدٌ مُسْتَقِرٌّ عِنْدَكَ اَوْ فِىْ هَجَرَ وَمَا وَرَدَ مِنْ ذَالِكَ مَسْمُوْعًا يُحْفَظُ وَلَايُقَاسُ عليه هَذَا هُوَ مَذْهَبُ الْبَصْرِيِّيْنَ وَأَجَازَ ذَالِكَ الْفَرَّاءُ وَالْاَخْفَشُ مُطْلَقًا وَأَجَازَهُ الْكُوْفِيُّوْنَ فِيْمَا كَانَ الْحَالُ فِيْهِ مِنْ مُضْمَرٍ نَحْوُ "اَنْتَ قَائِمًا فِى الدَّارِ" ا ھ. قَالَ الصَّبَانُ: مِنْ مُضْمَرٍ مَرْجِعُهُ مُضْمَرٌ كَمَافِى الْمِثَالِ قِيْلَ يَجُوْزُ بِقُوَّةٍ اِنْ كَانَ الْعَامِلُ ظَرْفًا اَوْ حَرْفَ جَرٍ وَّيَضْعُفُ اِنْ كَانَ غَيْرَهُمَا وَهُوَ مَذْهَبُهٗ فِى التَّسْهِيْلِ.

حال کی اقسام

حال کی تقسیم دو اعتبار سے کی جاتی ہے۔ باعتبار لفظ اور باعتبار معنی ۔لفظ کے اعتبار سے حال کی درج ذیل اقسام ہیں:

(۱) حال کبھی جملہ ہوتا ہے خواہ جملہ فعلیہ ہو جیسے: جَاءَ سَعِيْدٌ رَاكِبًا یا اسمیہ جیسے: جَاءَ سَعِيْدٌ وَهُوَ رَاكِبٌ حال جب جملہ ہوگا تو بتاویل مفرد ہوگا جیسے: وَهُوَ رَاكِبٌ بتاویل راکبا کیونکہ حال میں اصل یہ ہے کہ مفرد ہو۔ حال جب جملہ ہوگا تو اس میں درج ذیل شروط ہوں گی۔

(۱) حال جملہ خبریہ ہو طلبیہ یا تعجبیہ نہ ہو (۲) اس کے شروع میں علامات استقبال نہ ہوں (۳) وہ کسی رابطہ پر مشتمل ہو جو اس کا ذوالحال کے ساتھ ربط پیدا کرے۔ وہ رابطہ کبھی ضمیر ہوتی ہے، کبھی واؤ اور کبھی دونوں۔ کتب نحو میں اس کی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔

(۲) حال کبھی شبہ جملہ آتا ہے شبہ جملہ سے مراد یہاں ظرف یا جار مجرور ہے یہ دونوں فعل یا شبہ فعل جن کا حذف واجب ہوتا ہے سے متعلق ہوتے ہیں جیسے: اِسْتَقَرَّ، مُسْتَقِرٌّ وَغَيْرُهُمَا ۔اور جو متعلق محذوف ہوتا ہے دراصل وہی حال ہوتا ہے (۱) شارح جامی نے معنی فعل جیسے: حَسْبُكَ زَيْدٌ میں ''حَسْبُ'' کو شبہ جملہ میں شامل کیا ہے

---

(۱) جامع الدروس العربیہ میں غلاییني نے شبہ جملہ میں صرف ظرف یا جار مجرور کو شامل کیا ہے۔ حال میں اصل افراد ہے مگر کبھی جملہ واقع ہوتا ہے جیسا کہ وہ خبر اور نعت واقع ہوتا ہے۔ اشمونی نے حال کے جملہ واقع ہونے کی تین شروط بیان کی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ جملہ خبریہ ہو حال جملہ خبریہ ہو کیونکہ اس کی مشابہت نعت سے زیادہ ہے اور نعت خبریہ آتی ہے۔ اگر نعت انشائیہ آئے تو وہاں مقول فیہ یا فی حقہ مقدر مانتے ہیں اس طرح حال جب جملہ انشائیہ ہوگا تو یہی عبارت مقدر ہوگی۔ صبان نے جملہ انشائیہ کی دو قسمیں بنائی ہیں (۱) طلبیہ (۲) ایقاعیہ۔ اس کی مثال "بِعْتُ وَاشْتَرَيْتُ" ہے۔ انشائیہ خواہ طلبیہ ہو یا ایقاعیہ، حال واقع نہیں ہوتا باقی رہا جملہ تعجبیہ۔ تو ابوحیان فرماتے ہیں کہ اگر جملہ تعجبیہ خبریہ مانا جائے تو اسے خبریہ سے مستثنیٰ قرار دیں گے۔ اور اس کا حال واقع ہونا منع ہے۔ نص عبارت یہ ہے۔ (وَيُسْتَثْنَى مِنَ الْخَبَرِيَّةِ التَّعَجُّبِيَّةُ اِنْ قُلْنَا اِنَّ التَّعَجُّبَ خَبَرٌ فَلَا تَقَعُ حَالًا فَلَا يُقَالُ "مَرَرْتُ بِزَيْدٍ مَا اَحْسَنَهُ" ذَكَرَهُ الصَّبَّانُ فی الحاشیہ (۱۸۶/۲)

(۳) حال عموماً مفرد آتا ہے کیونکہ اس میں اصل اِفراد ہے۔ جیسے: قَرَأْتُ الدَّرْسَ مُجْتَهِداً یہاں حال میں مفرد سے مراد تثنیہ یا جمع کا مقابل نہیں بلکہ جملہ اور شبہ جملہ کا مقابل مراد ہے۔ معنی کے اعتبار سے حال کی درج ذیل اقسام ہیں:

(۱) **حَال مُحققه** : وہ حال جس کا زمانہ ذوالحال کے عامل کے زمانہ سے مقارن نہ ہو اور اسے حال مُسْتَقْبِلَہ بھی کہتے ہیں۔ جیسے "اِنْ شَاءَ اللّٰهُ آمِنِيْنَ" میں آمنین (۱)

(۲) **حَال مُقَدَّرَه**: وہ حال جس کا زمانہ ذوالحال کے عامل کے زمانہ سے مُقارِن ہو جیسے: اُدْخُلُوْهَا خَالِدِيْنَ۔ اَیْ مُقَدَّرِيْنَ خُلُوْدَكُمْ۔ (۲)

(۳) **حَال مُؤَكَّدَه** : وہ حال جس کا معنی اس کے بغیر سمجھا جاسکے اور وہ تاکید کے لئے آئے۔ جیسے "فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا"۔

(۴) **حَال مُبَيِّنَه**: وہ حال جس کا معنی اس کے بغیر سمجھ آ سکے اور ماقبل جملہ کے مضمون کی وضاحت کرے۔ جیسے "ضَرَبْتُ اللِّصَّ مَكْتُوْفاً" (اور اسے حال مؤسسہ بھی کہتے ہیں)

(۵) **مُنْتَقِلَه**: وہ حال جو اپنے ذوالحال سے جدا ہو سکے۔ جیسے: جَاءَ زَيْدٌ رَاكِبًا۔

(۶) **لَازِمَه**: وہ حال جو اپنے ذوالحال سے جدا نہ ہو۔ جیسے "خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا"۔

(۷) **مَقْصُوْدَه** : وہ حال جو بذات خود مقصود ہو (یعنی مابعد تابع کا محتاج نہ ہو) جیسے "جَاءَ زَيْدٌ ضَاحِكًا وَسَافَرْتُ مُنْفَرِداً"۔ (۳)

(۸) **مُوَطِّئَة** : وہ حال جو مابعد حال کے لئے بطور تمہید ذکر کیا جائے اور یہ حال جامد موصوف ہوتا ہے۔ جیسے: فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَراً سَوِيًّا۔

---

(۱) آیت "لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُؤُسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ" میں آمنین دمامینی کے نزدیک حال محققہ کی مثال ہے۔ جبکہ ابن ہشام کے نزدیک آمنین محلقین اور مقصرین تینوں حال مقدرہ کی مثالیں ہیں۔ دمامینی کے نزدیک محلقین اور مقصرین حال مقدرہ ہیں۔ (الکواکب الدریہ ۲/۲۴)

(۲) ازھری تصریح (۱/۳۸۷) پر فرماتے ہیں: حال زمانہ کے اعتبار سے تین قسم پر ہے۔

(۱) مقارنہ اور یہ غالب ہے جیسے هَذَا بَعْلِيْ شَيْخًا (۲) مُقَدَّرۃ اور اسے مُسْتَقْبِلَہ بھی کہتے ہیں جیسے: اُدْخُلُوْهَا خَالِدِيْنَ

(۳) مَحْكِيَّہ اور اسے ماضیہ بھی کہتے ہیں جسے جَاءَ زَيْدٌ اَمْسِ رَاكِبًا۔

(۳) پہلی مثال الکواکب الدریہ اور دوسری مثال جامع الدروس العربیہ میں ہے۔

(۹)**مُقارِنه یا مُقْتَرِنَه** : وہ حال جس کے عامل کا زمانہ ذوالحال کے زمانہ سے مقارن ہو۔ جیسے: هَذَا بَعْلِي شَيْخاً۔

(۱۰)**مَحْكِيَّه** : وہ حال جو زمانہ ماضی میں ذوالحال کی حالت کی حکایت کرے اسے حال ماضیہ بھی کہتے ہیں۔ جیسے: جَاءَ زَيْدٌ اَمْسِ رَاكِبًا۔

(۱۱)**مُنْفَرِدَه**: (مذکورہ تمام مثالیں منفردہ کی مثالیں بھی بن سکتی ہیں)

(۱۲) **مُتَرَادِفَه**: وہ احوال جو ایک سے زیادہ ہوں اوران کا ذوالحال ایک ہو گویا کہ ایک سے زیادہ حال ایک ذوالحال پر یکے بعد دیگرے اکٹھے سوار ہیں۔ یہاں پر دوسرا حال پہلے کا ردیف ہے۔ جیسے جَاءَ زَيْدٌ رَاكِبًا ضَاحِكًا۔

(۱۳)**مُتَدَاخِلَه** : وہ دوسرا لفظ جو پہلے حال کی ضمیر سے حال واقع ہو۔ اس کی مثال حال مترادفہ کی مثال سے دی جاسکتی ہے۔

فائدہ: جَاءَ زَيْدٌ رَاكِبًا ضَاحِكًا کی مثال میں حال مترادفہ اورمتداخلہ دونوں کا احتمال ہے۔ اگر یہ دونوں حال مترادفہ ہیں تو ان کا عامل جو کہ جَاءَ ہے اور ذوالحال جو کہ زَيْد ہے دونوں متحد ہوں گے اور اگر حال متداخلہ ہیں تو یہاں دونوں حالوں کا ذوالحال اور عامل جدا جدا ہوگا۔ پہلے حال کا عامل جَاءَ اور اس کا ذوالحال زَيْد ہوگا اور دوسرے حال کا عامل وصف (رَاكِبًا) اوراس کا ذوالحال اس میں ضمیر ہوگی جو کہ هُوَ ہے۔(۱)

(۱۴)**حال مترتبه**: جیسے: اُدْخُلُوْا رَجُلًا رَجُلًا اَیْ مُتَرَتِّبِيْنَ۔

الکواکب الدریہ میں حال کی یہ قسم تتمہ کے تحت تو ذکرنہیں مگر اسے شارح نے شروع بحث میں ذکر کیا ہے۔(۲)

---

(۱) حواشی یٰس علی التصریح۔

(۲) الکواکب الدریہ (۲/۲۸) میں ہے "وَالتَّدَخُّلُ فِی الْحَالِ الْمُتَعَدِّدَةِ أَوْلٰی مِنَ التَّرَادُفِ لِمَنْعِ بَعْضِهِمْ تَرَادُفَ الْحَالِ مُتَضَادَّةً كَانَتْ اَوْلَا لٰكِنَّ الْأَصَحَّ جَوَازُهُ كَمَا قَرَّرْنَا۔

بر ہیأت فاعل چوں رَاکِبًا در جَآءَ زَیْدٌ
رَاکِبًا یا بر ہیأتِ مفعول چوں مَشْدُوْدًا در ضَرَبْتُ زَیْدًا
مَشْدُوْدًا یا بر ہیأت ہردو چوں رَاکِبَیْنَ در لَقِیْتُ زَیْدًا رَاکِبَیْنِ وفاعل
ومفعول راذوالحال گویند وآن غالبا معرفہ باشد واگر نکرہ باشد حال رامقدم دارند چوں
جَآءَنِیْ رَاکِبًا رَجُلٌ وحال جملہ نیز باشد چنانچہ رَأَیْتُ اَلْاَمِیْرَ وَهُوَرَاکِبٌ.

ذوالحال کی اقسام

حال کا ذوالحال درج ذیل مختلف صورتوں میں آتا ہے۔(۱)فاعل(۲)نائب فاعل(۳)خبر(۴)مبتدا (سیبویہ اور اس کے اتباع کے نزدیک) قال الغلاییني وھو الحق (۵)مفعول بہ(۱)خواہ مفعول بہ صریح ہو جیسے: ضَرَبْتُ اللِّصَ مَکْتُوْفًا میں اللص (چور) یا غیر صریح ہو یعنی مجرور بالحرف جیسے:مَرَرْتُ بِالْاَسَدِ خَائِفًا (۲) (۶)مفعول مطلق (۷)مفعول فیہ(۸)مفعول لہ اَوْ لاجلہ (۹)مفعول معہ(۱۰)مضاف الیہ(بشروطہ الثلٰثہ)(۳)

---

(۱) قال الغلاییني ''وَمِنَ الْمَفَاعِیْلِ کُلِّهَا عَلَی الْأَصَحِّ لَا مِنَ الْمَفْعُوْلِ بِهٖ وَحْدَهٗ''

(۲)کبھی کبھی حال فاعل اور مفعول بہ دونوں سے آتا ہے۔جیسے "لَقِیْتَهٗ رَاکِبَیْنِ"

(۳)ابن ھشام نے الفیہ میں مضاف الیہ سے حال واقع ہونے کے لئے ان تین شرطوں کا ذکر کیا ہے(۱)جب مضاف حال میں عمل کا تقاضا کرے اور عمل سے مراد نصب ہے جیسا کہ اشمونی نے صراحت کی ہے اس کی مثال "اِلَیْهِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا" صبّان فرماتے ہیں کہ "مَرْجِعُکُمْ" میں مرجع مصدر میمی ہے بمعنی الرجوع اس میں قیاس یہ ہے کہ یہ عین کلمہ کے فتحہ کے ساتھ ہو۔یعنی مَرْجَعُکُمْ ۔(۲)مضاف مضاف الیہ کا جزء ہو جیسے "نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ اِخْوَانًا"(۳)مضاف مضاف الیہ کا کالجزء ہو یعنی اس کے جزء کی طرح ہو جیسے "اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا" ابن مالک کے اس قول "اِلَّا اِذَا اقْتَضَی الْمُضَافُ عَمَلَهٗ" میں عملہ کی ضمیر کے مرجع میں تین توجیہیں کی گئی ہیں(۱)مضاف حال کے عمل کا تقاضا کرے۔(۲)مضاف مضاف الیہ میں عمل کا تقاضا کرے،بحیثیت فعل نہ کہ مضاف (۳)مضاف اپنے عمل کا تقاضا کرے اس بنا پر کہ وہ مصدر کی طرح حدث پر دلالت کرے بہرحال تینوں توجیہات کا مآل ایک ہی ہے۔(الاشمونی ۲/۱۲۹)

حال کی شروط(۱)

(۱) حال میں اصل یہ ہے کہ وہ ایسی صفت ہو جو منتقلہ ہو ثابتہ اور لازمہ نہ ہو مگر کبھی کبھی حال صفت لازمہ بھی آتا ہے جیسے: خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا۔

(۲) حال میں اصل یہ ہے کہ نکرہ ہو مگر کبھی کبھی معرفہ آتا ہے اور ایسی صورت میں اسے نکرہ کی تاویل میں کریں گے جیسے: اِجْتَهِدْ وَحْدَكَ میں " وَحْدَكَ " جو کہ حال ہے اور معرفہ واقع ہے اسے ''منفرداً'' نکرہ کی تاویل میں کریں گے(۲)

(۳) حال اور ذو الحال دونوں کا معنی ومصداق ایک ہی چیز ہو جیسے: جَاءَ سَعِيْدٌ رَاكِبًا یہاں دونوں کا مصداق ایک ہی ذات ہے۔

(۴) حال میں اصل یہ ہے کہ مشتق ہو مگر کبھی کبھی جامد آتا ہے۔

اور جب جامد آئے تو وصف مشتق کی تاویل میں کریں گے اور اس کی تین صورتیں ہیں:

(۱) جب حال تشبیہ پر دلالت کرے جیسے: كَرَّ عَلِيٌّ اَسَداً

(۲) جب حال مفاعلہ پر دلالت کرے جیسے: بِعْتُهٗ يداً بِيَدٍ اَیْ "مُنَاجَزَةً" كما فی شرح ابنِ عَقِيْل(۳) اَوْ" مُتَقَابِضَيْنِ" كَمَا فِي الْأَوْضَحِ لِابْنِ هِشَامٍ۔

(۳) ترتیب پر دلالت کرے جیسے "دَخَلَ الْقَوْمُ رَجُلًا رَجُلًا" اَیْ "مُتَرَتِّبِيْنَ"

---

(۱) ابن ہشام نے القطر میں شروط الحال کے عنوان سے اور الاوضح میں اوصاف کے عنوان سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں " وَلِلْحَالِ اَرْبَعَةُ اَوْصَاف"

(۲) جمہور کے نزدیک حال کا نکرہ ہونا ضروری ہے یونس اور بغدادیوں کے نزدیک حال مطلقاً معرفہ آسکتا ہے۔ کوفی کہتے ہیں کہ جب حال میں شرط کا معنی ہو تو اس کا صورۃً یا لفظاً معرفہ آنا جائز ہے۔ یعنی معنی نکرہ ہی رہے گا جیسے "زَيْدُ الرَّاكِبُ اَحْسَنُ مِنْهُ الْمَاشِيْ" تقدیر عبارت یہ ہوگی "زيدٌ اِذَا رَكِبَ اَحْسَنُ منه اِذَا مَشٰی" اگر حال شرط کے معنی کو متضمن نہ ہو تو پھر معرفہ نہ آئے گا جیسے "جَاءَ زَيْدٌ الرَّاكِبُ" کیونکہ "جَاءَ زَيْدٌ (اِذَا اَوْاِنْ) رَكِبَ" کہنا درست نہیں۔ (ملخصاً من الھمع والاشمونی)

(۳) قال الخضری فی الحاشیہ(۲۱۳/۱): (قولہ ای مناجزۃ) بِكَسْرِ الْجِيْمِ اِسْمُ فَاعِلٍ مُضَافٌ لِضَمِيْرِ الْمُشْتَرِیْ الْمَعْلُوْمِ مِنَ السِّيَاقِ اَیْ مُقَابِضَه' وَيَصِحُّ قِرَاءَتُه' بِفَتْحِ الْجِيْمِ مَعَ تَاءِ التَّانِيْثِ عَلٰی اَنَّه' مَصْدَرٌ فَيُؤَوَّلُ بِاسْمِ فَاعِلٍ۔

کبھی کبھی حال جامد(۱)ہی رہتا ہے اوراس کی وصف مشتق سے تاویل نہیں کرتے اوراس کی سات صورتیں ہیں:

(۱) جب حال موصوف واقع ہو جیسے: فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا۔

(۲) جب حال سِعر (بھاؤ) پر دلالت کرے جیسے: اِشْتَرَيْتُ الثَّوْبَ ذِرَاعًا بِدِيْنَارٍ۔

(۳) جب حال عدد پر دلالت کرے جیسے: فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّكَ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً۔

(۴) جب حال مفاضلہ پر دلالت کرے جیسے: هٰذَا بُسْرًا اَطْيَبُ مِنْهُ رُطَبًا۔

(۵) جب حال اپنے ذوالحال کی نوع ہو جیسے: هٰذَا مَالُكَ ذَهَبًا۔

(۶) جب حال اپنے ذوالحال کی فرع ہو جیسے: هٰذَا ذَهَبُكَ خَاتَمًا۔

(۷) جب حال اپنے ذوالحال کا اصل ہو جیسے: هٰذَا خَاتَمُكَ حَدِيْدًا۔

(**فائدہ**) علامہ سیوطی نے الجمع والھمع میں حال جامد کی خواہ مشتق کی تاویل میں ہو یا نہ ہو بارہ اقسام ذکر کی ہیں۔

جن دو کا اضافہ کیا ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) وہ جامد حال جس سے پہلے مضاف مقدر مانا جائے جیسے "وَقَعَ الْمُصْطَرِعَانِ عِدْلَیْ عِيْرٍ" میں عِدْلَیْ عِيْرٍ سے پہلے "مِثْل" مقدر ہے۔

(۲) وہ جامد جو تقسیم پر دلالت کرے جیسے "اِقْسِمِ الْمَالَ عَلَيْهِمْ اَثْلَاثًا اَوْ اَخْمَاسًا" (الجمع والھمع، ۱/۲۳۷)

---

(۱) یاد رہے کہ جامد کی دو قسمیں ہیں ☆ وہ جامد جس کی مشتق کے ساتھ تاویل ہو سکے ☆ وہ جامد جس کی مشتق کے ساتھ تاویل نہ ہو سکے۔

ابن مالک نے الفیہ میں صرف پہلی قسم کا ذکر کیا ہے اوراس کی تین صورتیں یا مسائل ذکر کئے ہیں ① جب حال سعر (بھاؤ) پر دلالت کرے ② جب مفاعلہ پر دلالت کرے ③ جب تشبیہ پر دلالت کرے۔ اشمونی نے ان پر چوتھی قسم کا اضافہ کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب حال جامد ترتیب پر دلالت کرے۔ ابن ہشام نے الاوضح میں تشبیہ، مفاعلہ اور ترتیب کا ذکر کیا ہے۔ سعر کا ذکر نہیں کیا بلکہ سعر کو دوسری قسم میں شامل کیا ہے۔ اور اشمونی نے پہلی قسم میں۔ ابن مالک نے الفیہ میں قسم دوم کا ذکر نہیں کیا جبکہ ابن ہشام نے قسم دوم کی بشمول سات صورتیں اور اشمونی نے بعدم شمول سعر چھ صورتیں ذکر کی ہیں۔ تصریح میں ازھری فرماتے ہیں کہ یہ دس مسائل (صورتوں) میں سے سوائے عدد کے باقی تسہیل سے ماخوذ ہیں۔

ابن ہشام فرماتے ہیں کہ مسئلہ تسعیر، تشبیہ، مفاعلہ اور ترتیب کی صورت میں حال جامد زیادہ آتا ہے اور باقی صورتوں میں کم۔ جیسا کہ ابن مالک نے بیان کیا ہے۔ نیز یہ بھی فرماتے ہیں کہ بدرالدین ابن مالک نے الفیہ کی شرح میں ان دس مسائل میں حال جامد کو مشتق کی تاویل کیا ہے مگر یہ تکلف ہے۔ اشمونی ذکر کرتے ہیں کہ بدرالدین نے شرح الفیہ میں جو ذکر کیا ہے یہ ابن مالک کی شرح الکافیہ میں کلام کا ظاہر ہے۔ مگر یہ تکلف ہے۔ مسائل عشرہ میں مشتق کی تاویل کا ذکر ابنِ ہشام نے الاوضح اور صبان نے حاشیہ میں کیا ہے۔

ابن ہشام قطر میں فرماتے ہیں "وَشَرْطُهَا التَّنْكِيْرُ" حال میں شرط ہے کہ وہ نکرہ ہو فاکہی فرماتے ہیں: بخلاف یونس اور بغدادیین کے، وہ تنکیر کو مطلقاً شرط نہیں مانتے۔

(**تنبیہ**) علامہ عینی نے حال کی چار شروط ذکر کی ہیں جبکہ اس میں ایک اور شرط بھی شامل ہے اور وہ یہ ہے کہ حال منصوب ہو(۱) جیسا کہ ابنِ مالک الفیہ میں فرماتے ہیں:

اَلْحَالُ وَصْفٌ فَضْلَةٌ مُنْتَصِبٌ　　مُفْهِمُ فِیْ حَالٍ کَفَرْدًا اَذْهَبُ

صبان منتصب کی شرح میں فرماتے ہیں (قولہ منتصب) اَیْ اصالۃ وَقَدْ یُجَرُّ لَفْظُهٗ بِالْبَآءِ وَمِنْ بَعْدِ النَّفِیْ لٰکِنْ لَیْسَ ذَالِكَ مَقِیْسًا عَلَی الْاَصَحِّ ،نَحْوُ: "فَمَا رَجَعَتْ بِخَائِبَةٍ رِکَابٌ"
حال میں اصل یہ ہے کہ وہ منصوب ہو۔ کبھی کبھی باء یا مِنْ جو کہ نفی کے بعد ہو کی وجہ سے مجرور آتا ہے۔

ذوالحال کی شروط

اصل ذوالحال میں یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو مگر کبھی کبھی نکرہ بھی آ جاتا ہے۔ اور نکرہ کے لئے حسبِ ذیل چار شروط ہیں (۲):

(۱) جب حال ذوالحال سے مؤخر آئے جیسے "لِمَیَّةَ مُوْحِشًا طَلَلٌ"

(۲) جب ذوالحال سے پہلے نفی یا نہی یا استفہام ہو۔
نفی کی مثال جیسے "مَاجَاءَ نِیْ اَحَدٌ اِلَّا رَاکِبًا"
نہی کی مثال جیسے "لَا یَبْغِ امْرُؤٌ عَلَی امْرِئٍ مُسْتَسْهِلًا"
استفہام کی مثال جیسے "أَجاءَ اَحَدٌ رَاکِبًا"

---

(۱) علامہ سیوطی الجمع والھمع میں فرماتے ہیں کہ اس بات میں اختلاف ہے کہ حال کی نصب کس باب سے ہے؟ بعض نے کہا مفعول بہ کے باب سے بعض نے کہا تشبیہ با مفعول بہ کے باب سے سیوطی فرماتے ہیں کہ یہ ارجح ہے اور بعض نے کہا ظروف کی نصب کے باب سے مگر اس کا رد کیا ہے۔
(۲) ابن ہشام نے القطر میں ذوالحال کی چار شرطیں ذکر کی ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں "وَشُرْطُ صَاحِبِهَا التَّعْرِیْفُ اَوِ التَّخْصِیْصُ اَوِ التَّعْمِیْمُ اَوِ التَّأْخِیْرُ" اور شرح میں ان سب کی مثالیں موجود ہیں۔
زمخشری مفصل میں فرماتے ہیں " تَنْکِیْرُ ذِی الْحَالِ قَبِیْحٌ اِلَّا اِذَا قُدِّمَتْ عَلَیْهِ" کقولہ "لِعِزَّةَ مُوْحِشًا طَلَلٌ قَدِیْم" ذوالحال جب نکرہ محضہ ہو تو اسے حال سے موخر کر دیا جائے گا ورنہ جب ذوالحال منصوب ہوگا تو موصوف سے التباس آئے گا خلیل، سیبویہ اور یونس کے نزدیک ذوالحال کو مؤخر نہ کرنا بھی درست ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے (وصلی وراءہ رجال قیاما) کمافی مؤطا الامام مالک رحمہ اللہ لیکن سیبویہ کے نزدیک یہ قیاسی ہے جبکہ دوسروں کے نزدیک سماعی ہے۔ کمافی حواشی یٰس علی الفاکہی۔

(۳) جب ذوالحال صفت یا اضافت کے ساتھ خاص ہو جائے۔

صفت کی مثال جیسے: جَاءَ وَلَدٌ صَغِيْرٌ بَاكِيًا۔

اضافت کی مثال جیسے: فِی اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ سَوَاءً لِلسَّائِلِيْنَ۔

(۴) جب ذوالحال کے بعد ایسا حال ہو جس کے شروع میں واؤ ہو جیسے "اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِیَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ......الآية"

(**تنبیه**) کبھی کبھی ذوالحال چار مذکورہ شروط جواز کے بغیر بھی نکرہ آتا ہے مگر یہ قلیل ہے(۱)۔ جیسے کہ یہ حدیث (صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "قَاعِدًا وَصَلّٰى وَرَاءَهٗ رِجَالٌ قِيَاماً")

حال کی ذوالحال پر تقدیم و تاخیر

اصل حال میں یہ ہے کہ وہ اپنے ذوالحال سے مؤخر آئے مگر کبھی کبھی اسے مقدم بھی لایا جاتا ہے۔ حال کی ذوالحال پر تقدیم و تاخیر کے لحاظ سے کل تین صورتیں ہیں۔ (۱) جواز تقدیم (۲) وجوب تقدیم (۳) وجوب تاخیر

(۱) جواز تقدیم جیسے: مَاجَاءَ رَاكِبًا سَعْدٌ (۲)

(۲) وجوب تقدیم۔ اس کے تین مقامات ہیں:

(i) جب ذوالحال نکرہ ہو اور اس کے حال واقع ہونے کی شروط پوری نہ ہوں۔ جیسے: لِخَلِيْلٍ مُؤَدَّباً تِلْمِيْذٌ۔

....

(۱) ابن ہشام فرماتے ہیں کہ لِلْحَالِ مَعَ صَاحِبِهَا ثَلَاثُ حَالَاتٍ كَمَا فِی الْاَوْضَحِ۔ ازہری نے تصریح میں للحال کے بعد الموسسة کی قید بڑھائی ہے۔ گویا کہ یہ تین احوال حال مؤسسہ کے ہیں مگر للحال مع عاملها میں المؤسسہ کی قید نہیں بڑھائی۔

(۲) حال جب فاعل یا مفعول بہ یا دونوں سے آئے اور ذوالحال معرفہ ہو۔ تو اس کی تقدیم و تاخیر دونوں طرح جائز ہے جیسے جاء زید ضاحکا یا ضربت اللص مکتوفا میں ضاحکا زید سے اور مکتوفا کی نص سے تقدیم جائز ہے یہ بصریوں کا مذہب ہے مگر کوفیوں کے نزدیک ذوالحال جب اسم ظاہر ہو خواہ وہ فاعل یا مفعول ہو تو پھر بھی حال کی تقدیم منع ہے۔ (تصریح)

(ii) جب ذوالحال محصور بہ الاّ ہو (۱) یعنی الاّ کے بعد واقع ہو (۲) جیسے: مَاجَاءَ فَائِزاً اِلَّا حَامِدٌ۔
یا محصور بہ اِنَّما ہو جیسے: اِنَّمَا جَاءَ فَائِزاً حَامِدٌ۔

(iii) جب حال کے مقدم نہ کرنے سے لفظا یا رتبۃ اضمار قبل الذکر لازم آئے۔ جیسے: جَاءَ زَائِرًا هِنْدًا اَخُوهَا۔

نوٹ: پہلے دو مقامات غلاپینی نے جامع الدروس العربیہ میں اور تیسرے مقام کو خضری نے حاشیہ میں ذکر کیا ہے۔

(۳) وجوب تاخیر: اس کے حسبِ ذیل تین مقامات ہیں:

(۱) جب حال محصور بہ الاّ یا اِنما ہو...... جیسے: مَاجَاءَ حَامِدٌ اِلَّا فَائِزاً یا اِنَّمَا جَاءَ حَامِدٌ فَائِزاً۔

(۲) جب حال کے ذوالحال پر اضافت کی وجہ سے جر آئے جیسے: سَرَّنِیْ مَجِيْؤُكَ ضَاحِكًا (۳)

تنبیہ: اگر ذوالحال پر حرف جر کے ذریعہ جر آئے تو اس کی دو قسمیں ہیں: اگر حرف جر اصلی ہے تو جمہور کے نزدیک اس پر حال کی تقدیم منع ہے جیسے: مَرَرْتُ رَاكِبَةً بِهِنْدَ بلکہ اس صورت میں حال کی تاخیر واجب ہوگی۔ (۴)

---

(۱) ذوالحال کے محصور بہ الاّ یا انما ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حال کا ذوالحال میں حصر ہو جائے۔ یعنی حال ذوالحال میں بند ہو۔ مثلاً ان دونوں مثالوں میں فائز صرف حامد ہی ہے اور اس کے علاوہ کوئی اور نہیں۔

(۲) جب حال محصور بہ الا الاسمیت مقدم آجائے تو کسائی کے نزدیک اس کی تقدیم جائز ہے۔ (تصریح)

(۳) ابن مالک کے نزدیک اگر اضافت لفظی ہو تو تقدیم جائز ہے۔

(۴) اس صورت میں حال کی تقدیم کا وجوب جمہور کا مذہب ہے۔ مگر فارسی، ابن جنی، ابن کیسان، ابن برھان، ابن ملکون، بعض کوفیوں اور ابن مالک کے نزدیک حال کی تقدیم جائز ہے۔ ابن ہشام، ازہری، لیس اور ابن عقیل وغیرہم نے جمہور کا مسلک اختیار کیا ہے۔ یاد رہے کہ یہ اختلاف حرف جر اصلی کے مجرور میں ہے البتہ اگر مجرور پر حرف جر زائد داخل ہو جیسے ماجاء من رجل راکبا تو بالاتفاق حال مقدم ہو سکتا ہے۔

البتہ ابن مالک وغیرہ نے تقدیم جائز قرار دی ہے جیسے: وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ۔
بعض نے جواز تقدیم کو ضرورت شعری پر محمول کیا ہے۔ باقی رہا مجرور بحرف جر زائد تو اس پر حال کی تقدیم میں کوئی اختلاف نہیں۔ کیونکہ حرف جر زائد بحکم ساقط ہوتا ہے جیسے: كَفٰى رَحِيْمًا بِاللّٰهِ۔

(۳) جب حال ایسا جملہ ہو جس کے شروع میں واؤ ہو جیسے: جَاءَ اَبُوْ بَكْرٍ وَهُوَ مُؤْمِنٌ۔

حال کی اپنے عامل پر تقدیم وتاخیر

اصل حال میں یہ ہے کہ وہ عامل سے متاخر آئے مگر کبھی جوازاً اپنے عامل پر مقدم آتا ہے۔ حال کی عامل پر تقدیم وتاخیر کے لحاظ سے کل تین صورتیں ہیں:

(۱) جواز تقدیم: حال کی عامل پر تقدیم بشروط ذیل جائز ہے:

(۱) جب عامل فعل متصرف ہو جیسے "رَاكِبًا سَافَرَ فَهْدٌ"

(۲) جب عامل فعل متصرف کے مشابہ ہو جیسے "رَاكِبًا فَهْدٌ مُسَافِرٌ"

تنبیہ: اگر حال میں عامل فعل جامد ہو جیسے "مَا اَجْمَلَ الْبَدْرَ طَالِعًا" یا جامد کے مشابہ صفت کا صیغہ ہو جیسے "اَبُوْ بَكْرٍ اَقْدَمُ الصَّحَابَةِ اِيْمَاناً" یا معنی فعل ہو جیسے "كَاَنَّ عَلِيًّا مُقْدِماً اَسَدٌ" تو ایسی صورتوں میں حال کی ذوالحال پر تقدیم منع ہے۔ مگر اس قاعدہ سے اسم تفضیل کا صیغہ ایسی صورت میں مستثنیٰ ہے جس میں ایک ذوالحال اور دو حال اور اسم تفضیل کے ذریعہ ذوالحال کی ایک حالت کو دوسری حالت پر ترجیح دی گئی ہو۔ بلکہ ایسی صورت میں اسم تفضیل پر حال کو مقدم کرنا واجب ہے، جیسے "بِشْرٌ خَطِيْبًا اَفْصَحُ مِنْهُ كَاتِبًا"۔

فائدہ: اسم تفضیل وہ صفت ہے جو فعل جامد سے مشابہ ہے اور اس سے مراد فعل تعجب ہے اس حیثیت سے کہ اس میں تثنیہ، جمع اور تانیث کے ساتھ تصرف نہیں ہوتا۔ جیسا کہ عام صفات مشتقہ میں ہوتا ہے۔ مثلاً اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ، اسم مبالغہ اسم تفضیل میں ان جیسا تصرف صرف چند احوال میں ہوتا ہے۔ مثلاً جب اس پر

اَلْ (الف لام) داخل ہو جائے یا اس کی معرفہ کی طرف اضافت ہو جائے تو ایسی صورتوں میں واحد، تثنیہ، جمع اور مذکر و تانیث کے لحاظ سے تصرف ہوتا ہے۔

(۲) وجوب تقدیم: حال کا اپنے عامل پر تین صورتوں میں مقدم لانا واجب ہے:

(i) جب حال صدارت کلام چاہے جیسے "کَیْفَ رَجَعَ سَلْمَانُ؟"

(ii) ایسی صورت میں کہ جب عامل اسم تفضیل ہو اور وہ دو ایسے حالوں میں عمل کرے جن میں سے ایک کے ذوالحال کو دوسرے کے ذوالحال پر ترجیح دی گئی ہو جیسے "خَالِدٌ فَقِیْرًا اَعَزُّ مِنْ خَلِیْلٍ غَنِیًّا" یا ذوالحال معنی واحد ہو مگر اسے ایک حالت میں دوسری حالت پر فضیلت دی گئی ہو جیسے "سَعِیْدٌ سَاكِتًا خَیْرٌ مِنْهُ مُتَكَلِّمًا" ایسی صورت میں حال کی تقدیم جو کہ مُفَضَّل کے لئے ہے ذوالحال پر واجب ہوگی اور اسم تفضیل بین الحالین واقع ہوگا۔

(iii) جب حال کے عامل میں تشبیہ کا معنی موجود ہو اور اس کے حروف نہ ہوں اور وہ ایسے دو حالوں میں عمل کرے جن میں سے ایک حال کے ذوالحال کو دوسرے حال کے ذوالحال کے ساتھ تشبیہ کا ارادہ کیا گیا ہو جیسے: اَنَا فَقِیْرٌ كَخَلِیْلٍ غَنِیًّا یا دو حالوں کے ایک ذوالحال کو ایک حالت میں اپنے ہی نفس پر دوسری حالت میں تشبیہ دی گئی ہو جیسے: خَالِدٌ سَعِیْدًا مِثْلُهٗ بَائِسًا یہاں مشبہ کے حال کو مشبہ بہ کے حال پر مقدم کرنا واجب ہے الّا یہ کہ اداۃ تشبیہ کَاَنَّ ہو تو حال کی تقدیم ذوالحال پر مطلقا منع ہوگی۔

تنبیہ: اگر تشبیہ میں عامل دو حالوں کا فعل یا صفت مشتقہ من الفعل ہو تو مفضل علیہ کے حال کی تقدیم و تاخیر دونوں جائز ہیں جیسے: خَالِدٌ مَاشِیًا یُشْبِهُ سَعِیْدًا رَاكِبًا یا یُشْبِهُ خَالِدٌ مَاشِیًا سَعِیْدًا رَاكِبًا۔

(۳)وجوب تاخیر: کل گیارہ ایسے مقامات ہیں جہاں حال اپنے عامل سے وجوباً متاخر ہوتا ہے:

① جب حال میں عامل فعل جامد ہو جیسے: نِعْمَ، بِئْسَ، اَکْرِمْ بِزَیْدٍ (۱)

② جب حال میں عامل اسم فعل ہو جیسے: نَزَالِ مُسْرِعاً۔

③ جب حال کا عامل اَلْ کا صلہ ہو جیسے "خَالِدٌ هُوَ الْعَامِلُ مُجْتَهِداً"

④ جب حال کا عامل ایسا مصدر ہو جو بتاویل فعل واَنْ (حرف مصدری) ہو سکے جیسے "سَرَّنِیْ حُضُوْرُكَ نَادِماً"

⑤ جب حال کا عامل اَنْ مصدریہ کا صلہ ہو جیسے: یَسُرُّنِیْ اَنْ تَعْمَلَ مُخْلِصًا یا ما مصدریہ کا صلہ ہو جیسے یَسُرُّنِیْ مَا تَعْمَلُ مُخْلِصاً۔

⑥ جب حال کے عامل پر لام ابتداء داخل ہو جیسے: لَاَصْبِرُ مُحْتَسِباً۔

⑦ جب حال کے عامل پر لام قسم داخل ہو جیسے: لَاُقَاتِلَنَّ کَافِرًا۔

⑧ جب حال کا عامل معنیٔ فعل ہو جیسے کہ معنیٔ فعل کی امثلہ میں گزر چکا ہے۔

⑨ جب حال کا عامل اسم تفضیل ہو جیسے: عُمَرُ اَحْسَنُ النَّاسِ عَادِلًا۔

لیکن اگر اسم تفضیل دو حالوں میں عامل ہو جیسا کہ سابقہ گزر چکا ہے تو اس وقت حال کی تقدیم عامل پر واجب ہوگی۔

(۱۰) جب حال اپنے عامل کی تاکید کرے جیسے: وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ۔

(۱۱) جب حال ایسا جملہ ہو جس پر واوٗ داخل ہو جیسے: جَاءَ نِیْ زَیْدٌ وَهُوَ ضَاحِكٌ۔

---

(۱) جیسے نِعْمَ الرَّجُلُ سَاکِتًا، بِئْسَ الْمَرْءُ کَاذِبًا، اَحْسِنْ بِالرَّجُلِ صَادِقًا۔

تنبیہ: اگر حال پر واوٗ داخل ہو تو اس کی عامل پر تقدیم جائز ہے۔ ایک قوم کے نزدیک حال کو عامل پر اس وقت بھی مقدم کرنا جائز ہے جب کہ اس کے شروع میں واوٗ ہو جیسے "وَالشَّمْسُ طَالِعَةٌ جِئْتُ "لیکن عدم جواز زیادہ صحیح ہے۔(۱)

حال اور ذوالحال کا حذف

اصل حال میں یہ ہے کہ اس کو ذکر کیا جائے اور اس کا حذف کرنا بھی جائز ہے کیونکہ یہ فضلہ ہے اگر حذف کریں گے تو کسی قرینہ کی وجہ سے کریں گے (۲) کبھی کبھی ذوالحال کو بھی قرینہ کی وجہ سے حذف کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:"اَهٰذَا الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا "اَیْ "بَعَثَه' " حال کبھی جوازاً حذف ہوتا ہے اور کبھی اس کا حذف منع ہوتا ہے اور اس کی چار صورتیں ہیں:

① جب حال جواب میں واقع ہو جیسے "مَاشِیًا" اس شخص کے جواب میں جو "کَیْفَ جِئْتَ؟ کے ساتھ سوال کرے۔

② جب حال مبتدا کی خبر کے قائم مقام ہو جیسے "اَفْضَلُ صَدَقَةِ الرَّجُلِ مُسْتَتِراً"۔

③ جب حال اپنے فعل کے تلفظ کا بدل ہو یعنی متبادل ہو (۳) جیسے " هَنِیْئاً لَكَ " اَیْ "ثَبَتَ لَكَ الشَّیْئُ هَنِیْئاً"۔

④ جب کلام کا دارومدار اس حال پر ہو اگر اسے ذکر نہ کریں تو کلام کا معنی خراب ہو جائے جیسے

---

(۱) قال الغلاییني "وَالاَصَحُّ مَا قَدَّمْنَا"

(۲) قرینہ کی وجہ سے حال کے جواز حذف کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے "وَالْمَلَائِكَةُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ سَلَامٌ عَلَیْكُمْ "اَیْ "یَدْخُلُوْنَ قَائِلِیْنَ سَلَامٌ عَلَیْكُمْ"۔

(۳) حال کے فعل سے متبادل ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ حال اپنے فعل کا نائب اور قائم مقام ہو۔ کیونکہ اصل یہ ہے کہ "هَنَأَكَ الشَّیْئُ اَوْیَهْنِئُكَ الشَّیْئُ" کہا جائے۔

"یَـآاَیُّهَـا الَّـذِیْـنَ آمَـنُـوْا لَا تَـقْـرَبُوْا الصَّلوٰةَ وَاَنْتُمْ سُكَـارٰی حَتّٰـی تَـعْلَمُوْا مَـا تَقُوْلُوْنَ......اَلآیة" میں "وَاَنْتُمْ سُكَارٰی"

تنبیه: اس قسم سے وہ حال بھی ہے جو اپنے ذوالحال میں محصور ہوتا ہے یا اس کا ذوالحال اس میں محصور ہوتا ہے جیسا کہ سابقاً گزرا ہے۔

حال کے عامل کا حذف

حال کے عامل کا حذف دو قسم پر ہے (۱) جائز (۲) واجب۔ جائز کی مثال جیسے عازمِ سفر کو یہ کہا جائے "راشداً" ای "تُسَافِرُ رَاشِداً"، اور واجب میں پانچ صورتیں ہیں:

(۱) جب حال کسی زیادتی یا کمی کو بیان کرے۔

زیادتی کی مثال جیسے: تَصَدَّقَ بِدِیْنَارٍ فَصَاعِداً ای "فَصَعِدَ صَاعِداً"۔

کمی کی مثال جیسے: اِشْتَرَ الثَّوْبَ بِدِیْنَارٍ فَنَازِلًا" اَیْ "فَنَزَلَ نَازِلًا"۔

(۲) جب حال توبیخ (ڈانٹ ڈپٹ) کے لئے ہو۔ جیسے: أَغَافِلًا عَنِ الْمَوْتِ وَقَدْ حَانَ وَقْتُهٗ

(۳) جب حال جملہ سابقہ کے مضمون کی تاکید کرے جیسے: زَیْدٌ اَبُوْكَ عَطُوْفاً۔

(۴) جب حال مبتدا کی خبر کے قائم مقام ہو جیسے: تَـأْدِیْبِیَ الْغُلَامَ مُسِیْئاً" اَیْ "تَـأْدِیْبِیَ اِیَّاهُ حَاصِلٌ اِذْ یُوْجَدُ أَوْ كَانَ مُسِیْئًا۔

(۵) جب حال کا عامل سماعی طور پر حذف ہو، جیسے: هنیئاً لك ، اَیْ "ثَبَتَ لك الشئ هنیئاً"۔

جملہ میں واوٴ حالیہ (۱) کا اقتران یا عدم اقتران

جب حال جملہ واقع ہوتو اس میں واوٴ کے اقتران اور عدم اقتران کے لحاظ سے تین حالتیں ہیں:

(۱) اقتران واجب (۲) اقتران ممنوع (۳) اقتران اور عدم اقتران دونوں جائز ہیں۔

☆ تین صورتوں میں واوٴ حالیہ کا اقتران واجب ہے۔

(۱) جب جملہ حالیہ اسمیہ ہو اور ذوالحال سے رابطہ کی ضمیر سے خالی ہو جیسے: اَتَیْتُ وَزَیْدٌ نَائِمٌ۔

(۲) جملہ حالیہ ایسا فعل ماضی ہو جو ذوالحال کی ضمیر سے خالی ہو خواہ ماضی مثبت ہو یا منفی۔ اگر مثبت ہے تو اس میں قَدْ، مَعْ واوٴ کا اقتران واجب ہوگا۔ جیسے: جِئْتُ وَقَدْ نَامَ زَیْدٌ اور اگر ماضی منفی ہے تو اس کے شروع میں قد کا اقتران منع ہے جیسے: جِئْتُ وَمَا نَامَ زَیْدٌ۔

(۳) جب حال جملہ اسمیہ ہو اور اس کے شروع میں ذوالحال کی ضمیر ہو جیسے جَاءَ سَعِیْدٌ وَهُوَرَاكِبٌ۔

☆ سات صورتوں (مسائل) میں واوٴ حالیہ کا اقتران منع ہے۔

اشمونی فرماتے ہیں سات مسائل میں واوٴ کا داخل ہونا ممنوع ہے۔ اور وہ مسائل (یا صورتیں) یہ ہیں:

....

(۱) اس واوٴ کو واوٴ حالیہ اور واوٴ ابتدائیہ بھی کہتے ہیں۔ اور واوٴ ابتدائیہ کے تسمیہ کی دو وجوہ ہیں یہ واوٴ بکثرت مبتدا پر داخل ہوتی ہے۔ اگرچہ اس کا داخل ہونا واجب نہیں یا اس پر واوٴ حال کی ابتدا میں واقع ہوتی ہے۔ سیبویہ اور قدیم علمائے نحو کے نزدیک واوٴ حالیہ وہ ہے جس کی جگہ اِذ ظرفیہ کا واقع ہونا صحیح ہو۔ جیسے: جِئْتُ وَالْقَمَرُ طَالِعٌ اَیْ اِذِ الْقَمَرُ یَطْلُعُ یہ واوٴ حال مفرد اور حال شبہ جملہ پر داخل نہیں ہوتی۔

واوٴ حالیہ کی جگہ اِذ ظرفیہ کے وقوع کے صحیح ہونے کا معنی یہ نہیں کہ یہ واوٴ اِذ کے معنی میں ہے کیونکہ کوئی حرف اسم کے مرادف نہیں ہوتا بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ واوٴ حالیہ اور اس کا مابعد اِذ اور اس کے مابعد کی طرح سابق عامل کے لئے قید ہوتا ہے۔ (کما فی الاشمونی)

جملہ حال میں ذوالحال سے رابطہ کے لئے اصل ذوالحال کی ضمیر ہے اور جہاں ضمیر نہ ہوگی تو واوٴ واجب ہے کیونکہ جملہ حالیہ میں ان دو میں سے کسی ایک یا دونوں سے خالی ہوتا ہے اور جہاں دونوں ہونگے وہاں رابطہ زیادہ محکم اور قوی ہوگا۔

① جب حال فعل مضارع مثبت ہو(۱) جیسے: جَاءَ زَيْدٌ يَضْحَكُ۔(۲)

② جب حال حرف عطف کے بعد آئے (۳) جیسے: فَجَاءَ هَا بَأْسُنَا بَيَاتًا اَوْهُمْ قَائِلُوْنَ۔

③ جب حال سابقہ جملہ کی تاکید کے لئے آئے (۴) جیسے: ذَالِكَ الْكِتَابُ لَارَيْبَ فِيْهِ۔(۵)

④ جب حال فعل ماضی ہو اور اِلَّا کے بعد آئے (۶) جیسے: مَاتَكَلَّمَ زَيْدٌ اِلَّا قَالَ خَيْراً۔

تنبیہ اول: صبان فرماتے ہیں کہ بعض نحات اس صورت میں واؤ کے اقتران کو شاعر کے شعر سے استدلال کرتے ہوئے جائز سمجھتے ہیں اور اس شعر کا دوسرا حصہ (عجز) یہ ہے "اِلَّا وَكَانَ لِمُرْتَاعٍ بِهَا وَزَرًا" مگر یہ شاذ ہے۔

⑤ جب جملہ حال فعل ماضی ہو اور حرف اَوْ کے بعد آئے (۷) جیسے: لَأَضْرِبَنَّهُ ذَهَبَ اَوْ مَكَثَ۔

⑥ جب جملہ حال فعل مضارع ہو جس پر لا نافیہ داخل ہو (۸) جیسے: مَالِيَ لَا اَرَى الْهُدْهُدَ۔

---

(۱) جیسا کہ ابن مالک الفیہ میں فرماتے ہیں "وَذَاتُ بِدْءٍ بِمُضَارِعٍ ثَبَتْ .حَوَتْ ضَمِيْرًا وَمِنَ الْوَاوِ خَلَتْ" اشمونی فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ فعل مضارع کی اسم فاعل سے شدید مشابہت ہے۔

(۲) لہٰذا "جَاءَ زَيْدٌ وَ يَضْحَكَ" کہنا درست نہیں۔ اور اگر کہیں کسی صورت میں فعل مضارع مثبت سے پہلے واؤ آجائے تو وہاں فعل مضارع کو خبر بنا کر اس کے لئے مبتدا محذوف مانیں گے جیسے "قُمْتُ وَاَصُكُّ عَيْنَه' اَیْ "وَاَنَا اَصُكُّ عَيْنَه' (کمافی الالفیہ والاشمونی)

(۳) یہاں واؤ حالیہ کا لانا اس لئے منع ہے کہ صورتاً دو حرف عطف کے جمع ہونا لازم آئے گا۔ کما قالہ المصرح ای الازھری فی التصریح۔

(۴) یہاں واؤ حالیہ کے نہ آنے کی وجہ یہ ہے کہ مؤکِد مؤکد کا عین ہوتا ہے اگر واؤ لائیں گے تو صورتاً عطف الشئی علی نفسہ لازم آئے گا۔ صبان فرماتے ہیں کہ شرح اشمونی کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ مضمون جملہ کا مؤکد صرف جملہ اسمیہ ہی ہوتا ہے، لیکن ظاہر یہ ہے "اِنَّهَا تَكُوْنُ فِعْلِيَّةً" نحو: "هُوَالْحَقُّ لَاشَكَّ فِيْهِ" (الصبان:۲/۱۸۸)

(۵) صبان فرماتے ہیں کہ جملہ لا ریب فیہ کے مؤکِد ہونے میں نظر ہے اِلَّا یہ کہ الکتاب میں ال کو کمال کے لئے بنایا جائے۔

(۶) اس کی وجہ یہ ہے کہ اِلَّا کا مابعد مفرد کے حکم میں ہوتا ہے۔ (بقیہ حواشی برصفحہ آئندہ)

تنبیہ ثانی: اشمونی فرماتے ہیں کہ اگر اس صورت میں فعل مضارع پر واؤ داخل ہوگی تو اصح قول کے مطابق وہاں مضارع کے لئے مبتدا مقدر مانیں گے۔ ابن مالک نے تسہیل میں اس کی صراحت کی ہے مگر ان کے صاحبزادے بدرالدین کا کلام اس کے مخالف ہے۔

⑦ جب جملہ حال فعل مضارع ہو اور اس پر ما نافیہ داخل ہو۔

ابن مالک تسہیل میں ذکر کرتے ہیں کہ جب فعل مضارع حال ہو اور اس پر قد داخل ہو جائے تو واؤ حالیہ کا لانا واجب ہے جیسے: وَقَدْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّی رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۔ (الصف:۵)

☆ جواز اقتران وعدم اقتران

مذکورہ بالا دس صورتوں کے علاوہ باقی صورتوں میں واؤ حالیہ کا جملہ حال پر دخول یا عدم دخول دونوں طرح جائز ہے۔ چنانچہ ابن مالک فرماتے ہیں:

وَجُمْلَةُ الْحَالِ سِوَى (۱) مَا قُدِّمَا   بِوَاوٍ اَوْ بِمُضْمَرٍ اَوْبِهِمَا (۲)

(بقیہ حواشی صفحہ سابقہ) (۷) یہاں حال پر واؤ داخل نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں ماضی فعل شرط کی تاویل میں ہے کیونکہ معنی یہ ہوگا "اِنْ ذَهَبَ وَاِنْ مَكَثَ" فعل شرط کے ساتھ واؤ کا اقتران نہیں ہوتا اسی طرح جو اس کی تقدیر و تاویل میں ہو اس پر بھی داخل نہ ہوگا۔

(۸) اس صورت میں جملہ حال پر واؤ کا داخلہ اس لئے منع ہے کہ جب مضارع منفی پر لا لایا ما ہو تو اس پر واؤ داخل نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس صورت میں فعل مضارع اس اسم فاعل کی تاویل میں ہوتا ہے جو غیر کے مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہے اور ایسی صورت میں اس پر واؤ داخل نہیں ہوتی بخلاف وہ فعل مضارع جس پر لم یا لما داخل ہو اس پر واؤ کا داخل ہونا جائز ہے وہ اس لئے کہ لم اور لما سے فعل مضارع جو کہ لفظاً ماضی سے قریب ہو گیا ہے جس پر واؤ کا داخل ہونا جائز ہے۔ کیونکہ وہ معنیً ماضی بن گیا۔ اور لم یا لما نے مضارع کو اسم فاعل کی مشابہت سے دور کر دیا۔ (الصبان) (اھ حواشی صفحہ سابقہ)

(حواشی صفحہ ھذا) (۱) شرح اشمونی میں ہے کہ "سوی ما قدما" سے مراد (۱) جملہ اسمیہ (۲) جملہ ماضی خواہ دونوں جملے مثبت ہوں یا منفی (۳) جملہ فعل مضارع منفی۔

(۲) دمامینی فرماتے ہیں کہ اس واؤ کو عامل کے ساتھ جملہ حال کے ربط کے لئے عطف سے مستعار لیا گیا ہے جیسا کہ فاعاطفہ کو جزاء کے شرط کے ساتھ ربط کے لئے مستعار لیا گیا ہے۔ اور واؤ کو بطور خاص مستعار لینے کی وجہ یہ ہے کہ یہ جمع کے لئے ہے اور یہاں بھی غرض یہ ہے کہ جملہ حال کا اپنے عامل کے ساتھ ربط ہو سکے۔ (کما فی الصبان)

تمییز (۱) اسمیست کہ رفع ابہام کند از عدد چوں عِنۡدِیۡ اَحَدَعَشَرَ دِرۡهَماً یا از وزن چوں عِنۡدِیۡ رِطۡلٌ زَیۡتاً یا از کیل چوں عِنۡدِیۡ قَفِیۡزَانِ بُرّاً یا از مساحت چوں مَافِی السَّمَاءِ قَدۡرُرَاحَةٍ سَحَاباً

ا۔ **تمییز** تمییز کو مُمَیِّز تفسیر ،مُفَسِّر ،تبیین اور مُبَیِّن بھی کہتے ہیں۔(۱) تمییز لغت میں (فَصۡلُ الشَّیۡیِٔ عَنۡ غَیۡرِهٖ) (۲) کا نام ہے جس کا معنی ہے ایک چیز کو اس کے غیر سے جدا کرنا اور اصطلاح میں تمییز وہ اسم (۳) ہے جو عدد، وزن، کیل یا مساحت سے ابہام یعنی پوشیدگی کو دور کرے۔ جیسا کہ مصنف نے ذکر فرمایا۔

یاد رہے کہ تمییز کی دو قسمیں ہیں: (i) تمییز مفرد (ii) تمییز نسبت۔ مصنف نے یہاں صرف تمییز مفرد کا ذکر فرمایا ہے اور تمییز نسبت کا ذکر سابقا کر چکے ہیں۔ (۴)

تمییز جب مفرد سے ہوگی تو اس کا زیادہ تر وقوع عدد اور مقدار کے بعد ہوتا ہے۔ شبہ مقدار اور تمییز الفرع کے بعد کم۔ (کمافی شرح الفاکہی) مفرد سے مراد عدد، مقدار، شبہ مقدار، اور غیر مقدار یعنی تمییز الفرع ہے۔ اس کی تفصیل آئندہ صفحات میں آرہی ہے۔

تنبیہ: عام علمائے نحو عدد کے علاوہ باقی اقسام کو مقدار سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور عدد کو مقدار کی قسم بناتے ہیں۔ جیسا کہ ابن مالک اور ابن ہشام کی صنیع ہے۔ ابن ہشام شرح القطر میں فرماتے ہیں کہ محققین کی نزدیک عدد مقدار کی قسیم ہے نہ کہ قسم۔ اسی طرح خضری نے حاشیہ میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں (وقولہ الاعداد) ظَاهِرُهٗ اَنَّ الۡعَدَدَ مِنَ الۡمَقَادِیۡرِ وَعَلَیۡهِ ابۡنُ الۡحَاجِبِ وَجَعَلَهُ الۡمُصَنِّفُ (اِبۡنُ مَالِكٍ) قَسِیۡماً (كَابۡنِ هِشَامٍ) لَا قِسۡمًامِنۡهُ

....

(۱) تمییز مصدر بمعنی اسم فاعل ہے، اسم فاعل کے مقابلہ میں مصدر کا اطلاق مشہور ہے۔ (کمافی الکواکب وحواشی یٰس علی الفاکہی)

(۲) ھمع ،شرح ابن عقیل ،شرح الفاکہی اور جامع الدروس العربیہ۔

(۳) اسم سے مراد اسم صریح ہے کیونکہ جملہ تمییز نہیں آسکتی کمافی حواشی یٰس اور جملہ سے مراد یہاں مؤول بالمفرد ہے۔ (کمافی التصریح ۱/۲۶۷)

(۴) غلاپینی فرماتے ہیں کہ تمییز ذات کو تمییز مفرد اور تمییز نسبت کو تمییز جملہ بھی کہتے ہیں۔ انتہی
یاد رہے کہ علمائے نحو نے ان دونوں اقسام کو مختلف ناموں سے تعبیر کیا ہے اور یہ اختلاف محض لفظی ہے حقیقت سب کی ایک ہی ہے چنانچہ علامہ زمخشری نے مفصل میں مفرد اور جملہ سے اور اسی طرح علامہ سیوطی نے جمع الجوامع میں اور اشمونی نے شرح الالفیہ میں مفرد اور جملہ سے تعبیر کیا ہے۔ صبان حاشیہ الاشمونی میں فرماتے ہیں کہ یہاں جملہ سے مراد نسبت ہے کیونکہ ابہام جملہ کی نسبت میں ہوتا ہے۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

اسی طرح سیوطی نے ہمع میں یہی موقف اختیار کیا ہے اور رملی بھی شرح الآ جرومیہ میں اسی طرف گئے ہیں غلاپینی کا بھی یہی موقف ہے مصنف کے اسلوب سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ تمییز جب عدد سے ہوگی تو عدد یا صریح ہوگا جیسے احدعشر کو کبا میں احدعشر یا کنایہ جیسے کم رجلا عندک؟ میں کم۔ عدد صریح کے الفاظ کی امثلہ واحد، عشرہ، احد عشر اور عشرون وغیرہ ہیں اور عدد کنایہ کی امثلہ کم، کاین اور کذا ہیں۔ (کمافی جامع الدروس العربیہ) یاد رہے۔ ابہام عدد، وزن، کیل یا مساحت میں نہیں ہوتا بلکہ معدود، موزون، مکیل اور ممسوح میں ہوتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ابن ہشام نے شرح القطر میں مفرد اور نسبت اور اوضح میں اسم اور نسبت سے تعبیر کیا ہے البتہ شرح القطر میں تمییز کی تعریف کے ضمن میں صرف ذوات کا ذکر فرمایا ہے۔ علامہ فاکہی نے شرح القطر میں مفرد اور نسبت سے تعبیر کیا ہے۔ ابن عصفور نے مقرب میں تعریف میں صرف ذوات کے لفظ کو اختیار کیا ہے۔ مگر بعد ازاں اسم اور کلام یعنی جملہ سے تعبیر کیا ہے۔ اور ابن آجروم متن الآ جرومیہ میں اسی طرف گئے ہیں۔ البتہ ازہری نے شرح الآ جرومیہ میں تمییز ذات پر تمییز نسبت کا اضافہ کیا ہے۔ اور یہی تعبیر حطّاب کی متممۃ الآ جرومیہ میں ہے۔ ابن الحاج الحاشیۃ میں فرماتے ہیں کہ یہی موقف یعنی تمییز ذات رضی کا ہے مگر جمہور علمائے نحو کے نزدیک تمییز کی دو اقسام ہیں، ابن حاجب نے کافیہ میں تمیز ذات کا ذکر کیا ہے۔ بعد ازاں ذات کی دو اقسام ذات مذکورہ اور ذات مقدرہ بنا کر انہیں مفرد اور نسبت سے تعبیر کیا ہے۔ البتہ مصنف نے تمییز جملہ کو تمییز نسبت سے تعبیر کیا ہے مگر تمییز مفرد کے تذکرہ کے وقت مفرد یا ذات کے تسمیہ کے بغیر ان کی اقسام اربعہ کا ذکر کیا ہے۔ مصنف نے کیل کی مثال قفیزان براً سے دی ہے۔ عام نحات یہی مثال دیتے ہیں مگر ابو البقاء العکبری نے شرح لمع ابن جنی میں قفیزان براً کو مساحت کی مثال بنایا ہے۔ (کمافی التصریح)

اسی طرح مصنف نے مساحت کی مثال ما فی السماء قدر راحۃ سحابا سے دی ہے ابن عصفور مقرب میں اور ابن عقیل شرح الالفیہ میں اسے مساحت کی مثال ہی بناتے ہیں۔ جبکہ اھدل نے الکواکب، فاکہی نے شرح القطر اور غلاپینی نے جامع الدروس العربیہ میں اسے شبہ مساحت کی مثال بنایا ہے۔ علامہ رضی فرماتے ہیں (وَالْمُرَادُ بِأَسْمَاءِ الْمَقَادِيْرِ إِذَا انْتَصَبَ عَنْهَا التَّمِيْزُ، الْمُقَدَّرَاتُ لَا الْآلَةُ الَّتِيْ يَقَعُ بِهَا التَّقْدِيْرُ فَقَوْلُكَ عِنْدِيْ رِطْلٌ زَيْتًا اَلْمُرَادُ بِهِ الْمَوْزُوْنُ لَا مَايُوْزَنُ بِهٖ وَكَذَا الْبَاقِيْ۔ (کمافی الکواکب)

مقدار اور اس کی اقسام

مِقْدَار بروزن مِفْعَال اسم آلہ کا وزن ہے اور اس کی تعریف یہ ہے (مَا یُعْرَفُ بِهٖ قَدْرُ الشَّیْئِ) یعنی جس کے ذریعہ کسی چیز کی مقدار کو معلوم کیا جائے۔ (کمافی الکواکب) مقدار کی درج ذیل اقسام ہیں:

۱۔ مِسَاحت: جیسے جَرِیْبٌ نَخْلًا (۱) (جریب ایک پیمانہ ہے جس کی مقدار چار قفیز کے برابر ہے)

مصنف نے مساحت کی مثال دی ہے دراصل یہ مثال شبہ مساحت کی ہے، اھدل، فاکہی اور غلاپینی کا یہی موقف ہے۔ (کمافی الحواشی)

۲۔ کیل جیسے قَفِیْزٌ بُرًّا (قَفِیز ایک پیمانہ ہے جو ۲۷ سیر کے برابر ہوتا ہے)

۳۔ وزن جیسے رَطْلٌ زَیْتًا (۲) (ایک رطل کا وزن چھ چھٹانک تین تولے نو ماشے ہے)

۴۔ مقیاس جیسے عَلَی التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا (۳) کَمَا مَثَّلَ بِهٖ اِبْنُ الْحَاجِبُ۔

اقسام مذکورہ میں مقیاس کا اضافہ ابن حاجب اور غلاپینی نے کیا ہے۔

شبہ مقدار اور اس کی اقسام

شبہ مقدار کی تعریف الکواکب میں یوں کی گئی ہے۔ وَهِیَ الْمَقَایِیْسُ الَّتِی لَمْ تُشْتَهَرْ وَلَمْ تُوْضَعْ لِلتَّقْدِیْرِ تَحْقِیْقًا بَلْ تَقْرِیْبًا وَمِنْهُ الْاَوْعِیَةُ وَمَا یَجْرِی مَجْرَاهَا نَحْوُ عِنْدِیْ سِقَاءٌ مَاءً ...... الخ (۴)

....

(۱) مِسَاحَتْ ، بِکَسْرِ الْمِیْمِ کَمَا فِی الْکَوَاکِبِ الدُّرِّیَّةِ۔

(۲) شرح ابن یعیش میں ہے (رِطْلٌ بِکَسْرِ الراءِ وَفَتْحِهَا فَالْکَسْرُ اَقْیَسُ وَالْفَتْحُ اَفْصَحُ)

(۳) فاکہی فرماتے ہیں کہ عَلَی التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا میں وزن اور مساحت دونوں کا احتمال ہے۔ یاد رہے کہ مثال مذکور میں "زُبْدًا" زاء کے ضمہ اور باء کے سکون کے ساتھ ہے (شارح)

(۴) غلاپینی فرماتے ہیں کہ شبہ مقدار سے مراد وہ پیمانے ہیں جو غیر معین مقدار پر دلالت کریں۔

شبہ مقدار سے مراد وہ غیر معروف ومشہور پیمانے ہیں جو کسی معین مقدار کے لئے وضع نہیں ہوتے بلکہ ان کی وضع غیر معین مقدار کے لئے ہوتی ہے اور اسی کی قسم سے برتن اور ان کے قائم مقام ہیں۔

شبہ مقدار کی درج ذیل اقسام ہیں:

۱۔ شبہ مساحت (۱) جیسے مَا فِي السَّمَاءِ قَدْرُ رَاحَةٍ سَحَاباً۔(۲)

۲۔ شبہ کیل جیسے عِنْدِیْ جَرَّةٌ مَاءً۔

۳۔ شبہ وزن جیسے مِثْقَالُ ذَرَّةٍ خَيْرًا۔

۴۔ شبہ مقیاس جیسے عِنْدِی مَدُّ يَدِكَ حَبْلًا۔ (زادہ الغلاییني في الجامع)

جاری مجریٰ اور اس کی اقسام

تمییز مفرد کی مذکورہ بالا اقسام، مقدار اور شبہ مقدار پر جاری مجریٰ کا اضافہ صرف غلاییني نے کیا ہے اور اسے مفرد کی چوتھی قسم شمار کیا ہے۔ غلاییني الجامع میں اس قسم کی تعریف یوں فرماتے ہیں (كُلُّ اسْمٍ مُبْهَمٍ مُفْتَقِرٍ اِلَى التَّمْيِيْزِ وَالتَّفْسِيْرِ) ہر وہ اسم مبہم جو تمییز اور تفسیر کا محتاج ہو جیسے لَنَا مِثْلُ مَا لَكُمْ خَيْلًا وَعِنْدَنَا غَيْرُ ذَالِكَ غَنَماً۔

رملی نے شرح الآجرومیہ میں ان جیسی امثلہ کو تمییز مفرد کے مظان سے شمار کیا ہے اور اھدل انہیں الکواکب میں شبہ مقدار کے تحت لائے ہیں۔ سیوطی نے ھمع میں اور رملی نے شرح الآجرومیہ میں مماثلت (۳) اور مغایرت

---

(۱) ابن ہشام نے اوضح میں شبہ مساحت کی مثال (وَلَوْجِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا) سے دی ہے۔ مگر غلاییني نے اسے جاری مجری مقدار میں شامل کیا ہے جیسا کہ آگے ذکر آئے گا۔

(۲) متن نحو میر کی اس مثال میں قدر راحة جبکہ الکواکب، شرح الفاکہی اور مقرّب میں موضع راحة اور مفصل میں موضع کف مذکور ہے۔

(۳) شرح رملی میں مماثلت کی مثال (قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَلَوْجِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا) اور قَوْلُ الْعَرَبِ اِنَّ لَنَا اَمْثَالَهَا اِبِلًا ہیں اور مغایرت کی مثال اِنَّ لَنَا غَيْرَهَا اِبِلًا ہے۔ اھدل الکواکب میں مغایرت کے بارہ میں فرماتے ہیں: لِاَنَّهُمْ يَحْمِلُوْنَ الْغَيْرَ عَلَى الْمِثْلِ كَمَا يَحْمِلُوْنَ الْمِثْلَ عَلَى الْمِثْلِ۔

کے علاوہ تعجب کو بھی اسی قسم میں شامل کیا ہے۔ تعجب کی مثال جیسے: لِلّٰہِ دَرُّہٗ فَارِسًا۔(۱)

غیر مقدار

غیر مقدار تمییز مفرد کی قسم ہے اور اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو عدد، مقدار، شبہ مقدار، جاری مجری مقدار کا غیر ہو اور اسے فرع التمیز بھی کہتے ہیں۔

غیر مقدار یا فرع التمیز کی مثال جیسے: خَاتَمٌ حَدِیْدًا (۲)

یاد رہے غیر مقدار ابن الحاجب اور اس کے ہم نوا نحات کی تعبیر ہے اگرچہ اکثر نحوی اسے (مَاکَانَ فَرْعَ التَّمییز) سے موسوم کرتے ہیں۔(۳)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ غلاییني نے مفرد یا ذات کی پانچ اقسام جبکہ ابن ہشام نے اوضح میں اسم مبہم یعنی مفرد یا ذات کی چار اقسام جو کہ جاری مجریٰ مقدار کے علاوہ ذکر کی ہیں۔

ابن ہشام نے شرح القطر میں چار: مقادیر، عدد، مماثلہ اور مغایرہ ذکر کی ہیں۔

تمییز نسبت

تمیز نسبت وہ ہے جو نسبت سے ابہام کو دور کرے یہ نسبت خواہ جملہ میں ہو جیسے طَابَ زَیْدٌ نَفْسًا یا شبہ جملہ میں اور شبہ جملہ سے مراد یہاں اسم فاعل ہے جیسے اَلْحَوْضُ مُمْتَلِیٌٔ مَاءً یا اسم مفعول جیسے الْاَرْضُ مُفَجَّرَۃٌ عُیُوْنًا یا

---

(۱)۔رملی اور اکثر نحات کے نزدیک لِلّٰہِ دَرُّہٗ فَارِسًا کی مثال تمیز مفرد کی ہے۔مگر ابن ہشام نے اوضح میں اسے تمیز نسبت کی مثال قرار دیا ہے۔ اس کی تفصیل عنقریب آ رہی ہے۔

(۲)۔خضری فرماتے ہیں کہ خَاتَمٌ حَدِیْدًا میں حَدِیْدًا امبر داور مصنف یعنی ابن مالک کے نزدیک حال نہیں۔

(ذَالِکَ) لِجُمُوْدِہٖ وَتَنْکِیْرِ صَاحِبِہٖ وَلُزُوْمِہٖ

کیونکہ غالبا حال اس کے خلاف ہوتا ہے البتہ خَاتَمُکَ حَدِیْدًا میں حَدِیْدًا کا حال ہونا متعین ہے کیونکہ یہاں ذوالحال معرفۃ ہے سیبویہ کے نزدیک دونوں مثالوں میں حال ہونا واجب ہے کیونکہ یہ نہ مقدار ہے اور نہ شبہ مقدار۔

(۳)۔کمافی الاوضح، متممۃ الاجرومیہ، شرح الفاکہی والجامع للغلاییني۔

صفت مشبہ جیسے زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْھًا یا اسم تفضیل جیسے زَیْدٌ اَفْضَلُ اَبًا یا مصدر جیسے اَعْجَبَنِی طِیْبُهٗ اَبًا یا معنیٰ فعل ہو اور اس کے بارہ میں شارح جامی فرماتے ہیں۔(وَكَذَا كُلُّ مَا فِيْهِ مَعْنَى الْفِعْلِ نَحْوُ: حَسْبُكَ زَيْدٌ رَجُلًا)(۱) یا وہ نسبت اضافت ہو جیسے یَعْجِبُنِی طِیْبُهٗ نَفْسًا۔

تمییز نسبت کی اقسام

تمییز نسبت دو قسم پر ہے: مُحَوَّل اور غیر مُحَوَّل(۲) پھر **مُحَوَّل** کی تین اقسام ہیں:

(۱) جس کا اصل فاعل ہو اور وہ فاعل سے محول یعنی منقول ہو۔ جیسے: اِشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا اَیْ شَيْبُ الرَّأْسِ۔

(۲) جس کا اصل مفعول ہو اور وہ مفعول سے محول (۳) ہو جیسے: وَفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا اَیْ عُيُوْنَ الْاَرْضِ۔

(۳) جس کا اصل مبتدا ہو اور وہ مبتدا سے محول ہوا ہو جیسے اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا ۔

یاد رہے تمییز نسبت جو مبتدا سے محول ہو، کم آتی ہے۔ الکواکب میں ہے مُحول از مبتدا وہ ہے جو اسم تفضیل کے بعد واقع ہو اور وہ تمییز جو اسم تفضیل کے بعد واقع ہوتی ہے۔ اس میں یہ شرط ہے کہ وہ اسم تفضیل کو فعل کی تاویل میں کرنے کے بعد فاعلیت کے قابل ہو جیسا کہ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَغَيْرُهٗ میں ہے اس میں تمییز کا ناصب اسم تفضیل ہے۔ بخلاف اس کے جو فاعل فی المعنی نہ ہو اور وہ یہ ہے جس کا اسم تفضیل بعض ہو جیسے مَالُ زَيْدًا كثر مال تو اس وقت اس پر جر بالاضافت واجب ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اسم تفضیل کی جگہ لفظ بعض آ سکے اور اس کی

---

(۱) شبہ جملہ کی یہ امثلہ شارح جامی نے ذکر فرمائی ہیں۔

(۲) ان دو ناموں سے تعبیر اکثر نحات کی ہے۔ ابن عصفور نے مقرب میں اور ابن عقیل نے شرح الالفیہ میں ان دو قسموں کو منقول اور غیر منقول سے تعبیر کیا ہے۔

(۳) شلوبین نے محول عن المفعول سے انکار کیا ہے۔ ان کے شاگرد الابدی اور ابن ابی الربیع نے اس کی اتباع کی ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ سیبویہ سے یہ مثال منقول نہیں اھدل الکواکب میں فرماتے ہیں، مَا ذَهَبَ إِلَيْهِ الْمُصَنِّفُ هُوَ مَذْهَبُ الْجُمْهُوْرِ اور تصریح میں ہے "هٰذَا مَذْهَبُ الْجَزُوْلِیْ وَ اِبْنِ عُصْفُوْرٍ وَابْنِ مَالِكٍ وَاَكْثَرِ الْمُتَاَخِّرِيْنَ ۔

اضافت ایسی جمع کی طرف ہو جو قائم مقام نکرہ ہو۔ جیسے مَالُ زَیْدٍ بَعْضُ الْاَمْوَالِ یہاں اس مثال میں تمییز فاعل فی المعنی نہیں بن سکتی لفساد المعنی کیونکہ یہ نہیں کیا جاتا کہ مَالُ زَیْدٍ کَثِیْرٌ مَالِہٖ لِاَنَّہٗ یُؤَدِّیْ اِلٰی اَنَّ الْمَالَ لَہٗ مَالٌ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ افعل کی تمییز اگر اپنے ماقبل کا غیر ہو تو اس وقت تمییز کی نصب واجب ہوگی البتہ ابو بکر انباری کے نزدیک جر بھی جائز ہے یا وہ بعینہٖ ماقبل ہو تو پھر بالاجماع اس کی جر واجب ہوگی۔ جیسے اَنْتَ اَفْضَلُ فَقِیْہٍ وَاَجَلُّ عَالِمٍ۔ (الکواکب)

غیر محول: وہ تمییز نسبت ہے جو فاعل یا مفعول یا مبتدا سے محول نہ ہو جیسے اِمْتَلَأَ الْاِنَاءُ مَاءً (۱) وَلِلّٰہِ دَرُّہٗ فَارِساً (عَلَی الْاِخْتِلَافِ)۔

فائدہ : تمییز مفرد یا ذات میں تحویل جاری نہیں ہوتی البتہ تمییز نسبت میں تحویل جاری ہوتی ہے مگر یہ واجب نہیں ابن ہشام نے نسبت مبہمہ یعنی ممیز نسبت کی صرف دو اقسام بنائی ہیں:

(۱) نسبت الفعل الی الفاعل (۲) نسبۃ الفعل اِلَی المفعول۔ کمافی الاوضح

للہ درہ فارساً کی بحث

عربی زبان میں دَرّ اصل میں دودھ کو کہتے ہیں مگر یہاں ''دَرُّہٗ'' کی مثال میں دَرٌّ سے مراد ممدوح سے صادر فعل سے کنایہ ہے اور اس کے فعل کی اضافت اللہ تعالی کی طرف کی گئی ہے تاکہ اس سے تعجب کے اظہار کا قصد کیا جا سکے کیونکہ اللہ تعالی ہی جملہ عجائبات کا خالق ہے لہذا اس قول کا معنی یہ ہوگا مَا اَعْجَبَ فِعْلَہٗ! کس چیز نے اس کے فعل کو تعجب والا بنایا اور اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ تعجب اس دودھ سے ہو جو ممدوح نے اپنی ماں کے پستان سے پیا اور اس اعتبار سے معنی یہ ہوگا۔ کہ کس چیز نے اس دودھ کو تعجب والا بنایا جسے پی کر اس جیسا لڑکا اس صفت یعنی فروسیت (گھوڑسواری) میں کامل ہو۔

(۱) امتلأ الاناء ماء کی مثال کے بارہ میں حواشی لیس علی الفاکہی، اور خضری میں نقد و جرح کی گئی ہے۔ فَلْتَرَاجِعْهُمَا لِلْاِطِّلَاعِ عَلَیْہِ۔

اھدل الکواکب (۲/۳۱) میں فرماتے ہیں کہ یہ مثال تمییز نسبت کی ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ مثال حال کی ہے اور معنی یہ ہے۔ اَتَعَجَّبُ مِنْهُ فِيْ حَالِ كَوْنِهٖ فَارِسًا یعنی میں اُس (ممدوح) سے تعجب کرتا ہوں اس حال میں کہ وہ گھوڑسوار ہو۔

دمامینی فرماتے ہیں کہ فارساً کا تمییز بنانا اولیٰ ہے۔

خضری حاشیہ (۱/۲۲۵) میں فرماتے ہیں کہ مَا اَفْعَلَه' اور اَفْعِل بِهٖ ولِلّٰهِ دَرُّه' فارسًا میں تمییز نسبت ہے جیسا کہ ابن ہشام نے اوضح میں ذکر فرمایا ہے مگر شرح تسہیل میں ہے کہ لِلّٰهِ دَرُّه' فارسًا میں تمییز نسبت نہیں اِلَّا یہ کہ ضمیر کا مرجع معلوم ہو۔ جیسے: زَيْدٌ لِلّٰهِ دَرُّه' فَارِسًا ، يَا لَه' رَجُلًا وَحَسْبُكَ بِهٖ نَاصِراً ولِلّٰهِ دَرُّكَ عَالِمًا (۱) یا ضمیر کا بدل اسم ظاہر ہو۔ جیسے لِلّٰهِ دَرُّ زَيْدٍ رَجُلًا اگر مرجع مجہول ہے تو تمییز مفرد شمار ہوگی خضری مزید فرماتے ہیں کہ اس تفصیل کا مَا اَفْعَلَه' وَاَفْعِلْ بِهٖ کی ضمیر میں جاری ہونا ظاہر ہے مگر نعم اور بئس کی ضمیر تو اس کے بارہ میں رضی وغیرہ کا خیال ہے کہ وہ تمیز مفرد ہی ہے اگرچہ مرجع معلوم ہی ہو۔ کیونکہ وہ ضمیر تمییز کی طرف لوٹتی ہے۔ مصنف (ابن مالک) سے منقول ہے کہ یہ تمییز جملہ ہے اور اسی طرح رُبَّه' رَجُلاً ہے لیکن تمییز کم، تمیز عدد ہے کیونکہ وہ عدد سے کنایہ ہے رملی نے شرح الآجرومیہ میں تمییز مفرد کے تحت مماثلت، مغایرت کے

---

(۱) تمیز نسبت میں تعجب کی چند ایک مزید مثالیں ملاحظہ فرمایئے:

(۱) مااَشْجَعَه' رَجُلًا ؟ (۲) اَكْرِمْ بِهٖ تِلْمِيْذاً۔ (۳) وَيْحَه' رَجُلًا۔ (٤) كفىٰ بِالشَّيْبِ وَاعِظاً۔
(٥) عَظُمَ عَلِيٌّ مُقَامًا۔

خضری فرماتے ہیں کہ مَا اَفْعَلَهٗ وَاَفْعِلْ بِهٖ ۔جیسے مَا اَحْسَنَه' وَاَحْسَنُ بِهٖ یہ تعجب وضعاً کی مثالیں ہیں۔ باقی امثلہ تعجب عرضا کی ہیں۔ سیوطی نے ہمع میں مَا اَنْتَ جَارَةً ، يَا حُسْنَهَا لَيْلَةً اور نَا هِيْكَ رَجُلًا کو تعجب کی مثالوں میں ذکر فرمایا ہے۔

علاوہ تعجب کا ذکر بھی فرمایا ہے اور تعجب کی مثال للہ درہ فارسا سے دی ہے ابن ہشام نے اسے تمییز نسبت سے شمار کیا ہے، شارح جامی شرح الکافیہ میں فرماتے ہیں کہ یہ مثال تمییز مفرد کی بھی ہوسکتی ہے جیسا کہ صاحب المفصل علامہ زمخشری اسے تمییز مفرد کی مثال لائے ہیں بشرطیکہ اس میں ضمیر مبہم ہو جیسے رُبَّہٗ رَجُلًا اور فارساً اور یہ یعنی رَجُلًا اور فَارِسًا اس ضمیر مبہم سے تمییز ہوں اور اس میں یہ بھی امکان ہے کہ مصنف یعنی ابن حاجب نے اس سے تمییز نسبت کی مثال کا ارادہ کیا ہو۔ بشرطیکہ اس میں ضمیر معین و معلوم ہو اور ابہام و خفاء دُرّ کی اس ضمیر کی طرف نسبت میں ہو۔

اسی طرح شیخ یٰس شرح الفاکہی کے حاشیہ (۲/۱۴۶) میں یوں فرماتے ہیں نص عبارت یہ ہے:

"وَكَوْنُ مَا ذُكِرَ مِنْ تَمْيِيزِ النِّسْبَةِ ظَاهِرٌ اِنْ عُرِفَ الْمَقْصُوْدُ مِنَ الضَّمِيْرِ بِرُجُوْعِهِ إِلٰى سَابِقٍ مُعَيَّنٍ نَحْوُ: لَقِيْتُ زَيْدًا فَلَهٗ دَرُّهٗ فَارِسًا وَجَاءَنِيْ زَيْدٌ فَيَالَهٗ رَجُلًا (۱) وَنَحْوُ ذَالِكَ اَوْ كَانَ كَافُ الْخِطَابِ لِشَخْصٍ مُعَيَّنٍ اَوِ اسْمٍ مَظْهَرٍ نَحْوُ لِلّٰهِ دَرُّكَ رَجُلًا وَلِلّٰهِ دَرُّ زَيْدٍ رَجُلًا فَإِنْ كَانَ الضَّمِيْرُ مُبْهَمًا لَا يُعْرَفُ الْمَقْصُوْدُ مِنْهُ كَانَ التَّمْيِيْزُ عَنِ الْمُفْرَدِ لَا عَنِ النِّسْبَةِ لِاَنَّ الضَّمِيْرَ حِيْنَئِذٍ يَحْتَمِلُ اَنْ يَكُوْنَ الْمُرَادُ مِنْهُ رَجُلًا اَوْ اِمْرَأَةً اَوْ صَبِيًّا اَوْ عَبْدًا"

میں نے کئی ایک مقامات پر عربی عبارت کا ترجمہ عمداً ترک کیا ہے اور اس کی ضرورت کو محسوس نہیں کیا کیونکہ یہ شرح دراصل علماء و فضلاء اور منتہی طلبہ کے استفادہ کے لئے تحریر کی گئی ہے۔ (شارح)

(۱) حواشی یٰس میں ہے کہ یَا لَہٗ رَجُلًا اور یَا لَهَا قِصَّةً ان دونوں مثالوں میں لام، لام مستغاث لہ ہے جیسے کہ یَا لِلْمَاءِ میں ہے۔

تمیز کا عامل

تمیز اگر مفرد سے ہے تو اس کا عامل وہ خود مفرد ہوتا ہے جیسے اسم مبہم، یا ذات، یا ذات مذکورہ سے تعبیر کرتے ہیں اور اگر تمیز نسبت سے ہے تو اس کا عامل فعل یا شبہ فعل یا معنی فعل ہوتا ہے۔(۱)

اسم تام

اسم تام وہ اسم مبہم ہے جو اسم نکرہ کو تمیز کی بنا پر نصب دے۔اسم تام ۔کے تمام ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس کے آخر میں ایسی چیز ہو جس کی وجہ سے اس کی اضافت منع ہو۔

شرح اشمونی میں ہے کہ تمیز کا ناصب سیبویہ مُبَرّد، مازنی اور ان کے موافقین کے نزدیک وہ عامل ہے جسے جملہ متضمن ہے نہ کہ نفس جملہ اس باب کے آخر میں ناظم کے کلام کا یہی تقاضا ہے۔ناظم نے اس کتاب کے علاوہ کسی اور کتاب میں اس کی صراحت بھی کی ہے ایک قوم کے نزدیک اس کا ناصب نفس جملہ ہے۔ابن عصفور کا یہی مختار ہے اور اس نے اسے محققین کی طرف منسوب کیا ہے۔اشمونی فرماتے ہیں کہ الفیہ ابن مالک کے کلام کی دونوں مذہبوں پر تخریج درست ہے(۲)

---

(۱) ابن عقیل فرماتے ہیں کہ تمیز نسبت میں ناصب تمیز کا ماقبل عامل ہے۔خضری فرماتے ہیں تمیز نسبت کا عامل فعل، شبہ فعل یا معنی فعل ہے۔بعض کہتے ہیں کہ نفس جملہ ہے۔اسی وجہ سے تمیز کا نام المنتصب عن تمام الکلام ای عن تمام الجملہ ہے۔ابن عصفور نے مقرب میں سے اختیار کیا ہے اور متن الفیہ کو دونوں مذہبوں پر محمول کر سکتے ہیں۔

(۲) ابن عقیل، خضری اور رفاہی نے سیبویہ اور مازنی کے مذہب کو ترجیح دی ہے۔

اسم تام درج ذیل چیزوں کے ساتھ تام ہوتا ہے:

(۱) تنوین خواہ لفظاً ہو جیسے عِنْدِی رِطْلٌ زَیْتاً میں رِطْلٌ کی تنوین، خواہ تقدیراً ہو جیسے عِنْدِیْ مَثَاقِیْلُ ذَهَبًا (۱) یا اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا میں مَثَاقِیْلُ اور اَحَدَ عَشَرَ کی تنوین تقدیری ہے۔

(۲) نون تثنیہ جیسے مَنَوَانِ سَمْنًا میں مَنَوَانِ کا نون (مَنَوَانِ کا واحد مَنًا ہے یہ دو رطل کے برابر ہوتا ہے۔ منوان یا منیان دونوں طرح آتا ہے (کمافی مصباح اللغات)۔

(۳) نون جمع جیسے بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا میں الاخسرین کا نون۔

(۴) نون شبہ جمع جیسے عِشْرُوْنَ رَجُلًا میں عشرون کا نون۔

(۵) اضافت جیسے مِلْؤُ الْاَرْضِ ذَهَبًا میں "مِلْؤُ" الْاَرْضِ کی طرف اضافت سے تام ہوا ہے (۲)

علامہ زمخشری المفصل میں فرماتے ہیں اسم جن چیزوں سے تام ہوتا ہے وہ چار ہیں:

(۱) تنوین (۲) نون تثنیہ (۳) نون جمع (۴) اضافت، یہ متممات اسم دو قسم پر ہیں زائل اور لازم۔ اشیائے اربعہ میں سے جو چیزیں زائل ہو جاتی ہیں ان میں اختیار ہوتا ہے کہ انہیں رہنے دیا جائے اور مابعد کو نصب دی جائے یا حذف کر دیا جائے اور مابعد کو جر دی جائے اور یہ دو چیزیں ہیں۔ تنوین اور نون تثنیہ۔ لازم جیسے نون جمع، جیسے عشرین تا تسعین، نون ان میں لازم ہے اور ان کے بعد تمیز منصوب ہوگی یہاں حذف نون اور مابعد کی طرف اضافت جائز نہیں اسی طرح تمیز اضافت کے بعد لازمی طور پر منصوب ہوگی یہاں حذف نون اور مابعد کی طرف اضافت جائز نہیں اسی طرح تمیز اضافت کے بعد لازمی طور پر منصوب آتی ہے۔ لہذا مِلْؤُ

---

(۱) مثاقیل چونکہ جمع منتہی الجموع ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہے اور غیر منصرف پر تنوین لفظوں میں نہیں آ سکتی۔ اسی طرح اَحَدَ عَشَرَ جو کہ اصل میں اَحَدٌ وَعَشَرٌ تھا ترکیب عددی کی وجہ سے مبنی ہو گیا اس کے دونوں جزء مبنی بر فتحہ ہیں اور ان پر لفظاً تنوین نہیں آتی بلکہ ان پر تنوین تقدیری ہے۔

(۲) کمافی الھمع وحواشی یٰس واظہار الاسرار للبرکوی۔

عَسَلٍ ، مِثْلُ زُبْدٍ اور عِشْرُوْدِرْهَمٍ کہنا جائز نہیں۔

رضی فرماتے ہیں کہ کبھی اسم مذکورہ اشیاء کے بغیر بذات خود تام ہوتا ہے اور وہ اسم ضمیر اور اسم اشارہ ہے کما فی حواشی یٰس علی الفاکہی (۲/ ۱۴۸) برکوی نے اظہار الاسرار میں ضمیر اور اسم اشارہ کی مثالیں یوں دی ہیں:

۱۔ رُبَّهٗ رَجُلًا ۔۲۔ مالَهٗ رَجُلًا ۔۳۔نِعْمَ رَجُلًا۔ ٤۔قَوْلُهٗ تَعَالٰی : مَاذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلاً۔

اسم تام کے عامل ہونے کی وجہ

اسم تام جسے مفرد بھی کہتے ہیں جامد ہونے کے باوجود عامل ہے کیونکہ یہ یا تو اسم ہونے اور معمول (۱) طلب کرنے میں اور وجود متممات میں اسم فاعل کی طرح ہے جیسے کہ عشرین (۲) درهما ضاربین زیدا اور رِطْلٌ زَیْتًا ، ضارب عمرا کی طرح ہے۔ یا اَفْعَلُ مِنْ سے مشابہت کی وجہ سے ہے۔ آخری احتمال کو ازہری نے تصریح میں ترجیح دی ہے۔

---

(۱) ازہری نے اسے طلب معنوی سے تعبیر کیا ہے۔

(۲) عشرین درهما میں عشرین کا عدد مفرد کا عامل ہونا واضح ہے۔ البتہ عدد مرکب جیسے تسع وتسعون نعجۃ میں ابن ہشام کے نزدیک کما فی حواشیہ اس کا عامل ناصب، العقد ہے اور یہ اصل میں تِسْعُ نَعْجَاتٍ وَ تِسْعُوْنَ نَعْجَةً ہے۔ بعض کے نزدیک دونوں عدد کلمہ واحدہ کی طرح ہیں اور یہاں کوئی لفظ مقدر نہیں۔ کما فی حواشی یٰس علی التصریح (۱/ ۳۹۵)

تمیز اور اس کے عامل کی تقدیم وتاخیر

تمیز خواہ ذات سے ہو یا نسبت سے مطلقا اپنے عامل ناصب پر مقدم نہ ہوگی۔ خواہ وہ عامل اسم ہو یا فعل جامد ہو یا متصرف جیسے عِنْدِیْ زَیْتًا رِطْلٌ، رَجُلًا مَا اَحْسَنَه، نَفْسًا طَابَ مُحَمَّدٌ۔

یہ جمہور کا مذہب ہے کیونکہ تمیز ایضاح میں نعت یعنی صفت کی طرح ہے اور نعت اپنے عامل پر مقدم نہیں آ سکتی اسی طرح جو نعت سے مشابہ ہو وہ بھی اپنے عامل پر مقدم نہ ہوگا۔ فارسی فرماتے ہیں اسے ابن خروف نے پسند فرمایا ہے۔ ابن عصفور نے اس کا رد کیا ہے۔ لِجَوَازِ " طَابَ نَفْسًا زَیْدٌ "اور کہا ہے کہ نعت اپنے منعوت پر مقدم نہیں آتی۔

الکواکب (۲/۳۲) پر محشّی فرماتے ہیں کہ ابن عصفور کا رد واضح نہیں کیونکہ اس مثال میں تمیز اپنے عامل پر مقدم نہیں ہوئی بلکہ ممیّز پر مقدم ہوئی ہے۔ (۱) البتہ کسائی، مبرد اور مازنی کے نزدیک تمیز کی تقدیم اپنے عامل متصرف پر جائز ہے۔ ابن مالک نے شرح العمدۃ میں (۲) اسے پسند کیا ہے۔

جیسے نَفْساً طَابَ زَیْدٌ اور ان کی دلیل شعراء کا حسب ذیل کلام ہے:

وَمَا کَانَ نَفْسًا بِالْفِرَاقِ تَطِیْبُ

اَنفسًا تَطِیْبُ بِنَیْلِ الْمُنٰی

---

(۱) میرے نزدیک ابن عصفور کا رد واضح اور صحیح ہے۔ محشی اس کے رد کے اسلوب وطریق کو نہیں سمجھے۔ رد کی صحت کی توجیہ یوں کی جا سکتی ہے کہ جن کے نزدیک تمیز کی اپنے عامل پر عدم تقدم کی وجہ اس کی نعت سے مشابہت ہے۔ جیسے نعت اپنے عامل سے مقدم نہیں آتی اسی طرح تمیز اپنے عامل سے مقدم نہ ہوگی۔ لیکن ابن عصفور نے مثال کے ذریعہ تمیز کی نعت سے مشابہت کا رد کیا ہے۔ وہ یوں کہ اگر تمیز نعت کے مشابہ ہے تو لغت اپنے عامل اور منعوت دونوں سے مقدم نہیں آتی لہذا تمیز کو اپنے عامل اور ممیّز پر مقدم نہیں آنا چاہیے۔ طاب زید کی مثال میں تمیز اپنے عامل پر مقدم تو نہیں مگر اپنے ممیّز پر مقدم ضرور ہے اور تمیز کی اپنے ممیز پر تقدیم بالاتفاق جائز ہے۔ مگر لغت کی تقدیم اپنے منعوت پر منع ہے۔ لہذا تمیز نعت کے مشابہ نہ ہوئی فافہم وتدبر وتشکر واللہ اعلم۔

(۲) ابن مالک نے الفیہ میں اس تقدیم کو قلیل قرار دیا ہے۔

جمہور نے شعراء کے کلام میں تمییز کی تقدیم کو ضرورت پر محمول کیا ہے۔ ھکذا فی المغنی وغیرہ۔(۱)
ازہری فرماتے ہیں کہ اس بات پر سب متفق ہیں کہ تمیز کو اپنے ممیّز پر مقدم لایا جاسکتا ہے بشرطیکہ اس کا عامل مقدم ہو جیسے طَابَ نَفساً زَیْدٌ۔ (کمافی الکواکب)(۲)
یاد رہے کبھی کبھی تمییز کی تقدیم بالاتفاق مطلقاً منع ہوتی ہے خواہ عامل متصرف ہو جیسے کَفیٰ بِزَیْدٍ رَجُلًا میں رَجُلًا کی تقدیم کفی پر منع ہے کیونکہ یہاں کفی فعل غیر متصرف کی مانند ہے(۳) اور اس کا معنی ہے مَا اَکْفَاہُ رَجُلًا۔ (کمافی شرح ابن عقیل وحاشیۃ الخضری۔ والاشمونی)

---

(۱) رضی کے نزدیک تمیز کی تقدیم ممیّز پر اور تمییز کے عامل پر خواہ وہ عامل اسم ہو یا فعل متصرف یا غیر متصرف جائز نہیں۔
(۲) الکواکب (۲/۳۲)
(۳) اشمونی فرماتے ہیں۔ اَجْمَعُوْا عَلٰی مَنْعِ التَّقْدِیْمِ فِیْ نَحْوِ: کَفٰی بِزَیْدٍ رَجُلاً لِاَنَّ کَفٰی وَ اِنْ کَانَ فِعْلًا مُتَصَرِّفًا اِلَّا اَنَّہٗ فِیْ مَعْنٰی غَیْرِ مُتَصَرِّفٍ وَھُوَ فِعْلُ التَّعَجُّبِ وَاَنَّ مَعْنَاہُ مَا اَکْفَاہُ رَجُلاً۔

احکام تمیز

(۱) تمیز اسم صریح سے آتی ہے اور جملہ یا شبہ جملہ سے نہیں آتی اور نہ ہی مقدر آتی ہے۔
(۲) تمیز میں اصل یہ ہے کہ وہ اسم جامد ہو مگر کبھی کبھی مشتق آتی ہے بشرطیکہ وہ ایسا وصف آئے جو اپنے موصوف کا نائب ہو جیسے: لِلّٰہِ دَرُّہٗ فَارِساً اَیْ رَجُلاً فَارِساً۔
(۳) تمیز میں اصل یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو۔ مگر وہ کبھی کبھی معرفہ آتی ہے اور وہ معنی میں نکرہ ہوگی اور اَلْ ضرورت شعری کے لئے زائدہ ہوگا۔ جیسے: طِبْتَ النَّفْسَ میں "اَلنَّفْسَ" یہ بصریوں کا مذہب ہے کوفیوں اور ابن الطراوۃ (کما فی شرح الرملی) کے نزدیک تمیز معرفہ آسکتی ہے خواہ معرفہ بہ اَلْ ھو کما مر یا معرفہ بہ اضافت ہو جیسے عَیِنَ رَأْیَہٗ، اَلِمَ بَطْنَہٗ، سَفِہَ نَفْسَہٗ۔(۱)
بصریوں کے نزدیک یہ جملے اصل میں یوں ہیں عَیِنَ فِیْ نَفْسِہٖ، اَلِمَ شَاکِیًا بَطْنَہٗ، سَفِہَ نَفْسُہٗ، یا سَفَّہَ نَفْسَہٗ (کمافی الدرایۃ شرح ھدایۃ النحو)
(۴) کبھی کبھی تمیز برائے تاکید آتی ہے جیسے: (اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا ......الآیۃ)
ابن ہشام کے نزدیک تمیز اور حال دونوں برائے تاکید آتے ہیں۔ تمیز کی مثال کما مر اور حال کی مثال جیسے: (وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ)
ذکرہ فی القطر وشرحہ کذالك ومال إلیہ الغلايينی فی جامع الدروس العربیة والرملی فی شرح الآجرومیة۔ البتہ سیبویہ کے نزدیک تمیز برائے تاکید نہیں آتی اور اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ

---

(۱) "سَفِہَ نَفْسَہٗ" میں نَفْسَہٗ محمود صافی" الجدول فی اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ (۲/۱/۲٦۷) پر فرماتے ہیں۔ نَفْسَہٗ سَفِہَ کا مفعول بہ ہے۔
ابوالبقاء العکبری۔ اِمْلَاءُ مَا مَنَّ بِهِ الرَّحْمٰنُ (ص:٦٤) پر فرماتے ہیں کہ نَفْسَہٗ سَفِہَ کا مفعول بہ ہے کیونکہ اس کا معنی جہل ہے۔ بعض نے سَفَّہَ نَفْسَہٗ اور بعض دیگر نے سَفِہَ فِیْ نَفْسِہٖ سے تاویل کی ہے۔ فراء کے نزدیک یہ تمیز ہے مگر یہ ضعیف ہے کیونکہ معرفہ ہے۔

عِـنْـدَ الـلّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا ...... الآية میں شَهْرًا کا جواب یہ دیتے ہیں کہ شہراً اگرچہ عِـدَّةَ الشُّهُوْرِ کی تاکید کرتا ہے مگر وہ تمییز کے عامل کے لئے جوکہ اثنا عشر ہے مُبَیِّن بھی ہے۔ کما قاله ابن هشام فی المغنی ونقل عنه الصبان فی الحاشیة (۲/ ۱۹۵)

(۵) تمییز اور عدد کے درمیان فصل جائز نہیں، البتہ ضرورت شعری کے لئے جائز ہے۔ جیسے کہ خَمْـسَ عَشْـرَةَ مِنْ جُمَادیٰ لَیْلَةً میں اصل عبارت ''لَیلۃً مِنْ جُمادیٰ '' ہے۔

(٦) تمییز مفرد میں اس کے تمام ہونے کے بعد اور نسبت میں کلام یا جملہ کے تمام ہونے کے بعد آتی ہے۔

(۷) ابن عصفور فرماتے ہیں کہ اگر تمییز نسبت سے منقول ہو تو اس پر دخول من جائز نہیں اور غیر منقول اگر اسم جنس نہ ہو تو بھی جائز نہیں اور یہاں تمییز کا واحد، تثنیہ اور جمع لانا حسب مبہم ہوگا اور اگر اسم جنس ہے تو مِنْ کا دخول جائز ہے اور اس کا تثنیہ اور جمع لانا جائز نہیں۔ سوائے باب نعم وبئس کے، کیونکہ یہاں تمییز ممدوح یا مذموم کے حساب سے واحد، تثنیہ اور جمع ہوتی ہے۔

علامہ غلاییني فرماتے ہیں کہ تمییز نسبت جب مُحوّل یعنی منقول ہو تو وہ ہمیشہ منصوب ہوتی ہے اور وہاں من یا اضافت سے جر دینا منع ہے۔ مگر تمییز نسبت جب غیر محول یعنی غیر منقول ہو تو اسے نصب اور جر دینا دونوں طرح جائز ہے۔ البتہ وہ تمییز جو غیر محول ہے اور افعل التفضیل کے بعد آئے تو اس پر نصب واجب ہے، بشرطیکہ وہ اپنے ماقبل کی جنس نہ ہو جیسے: اَنْـتَ اَعْـلٰـی مَـنْـزِلًا اور اگر ماقبل کی جنس ہو تو اس کی جر بالاضافت واجب ہے۔ جیسے: اَنْـتَ اَفْضَلُ رَجُلٍ اِلَّا یہ کہ اگر اَفعل کا صیغہ تمییز کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف مضاف ہو تو اس وقت نصب واجب ہوگی کیونکہ دوبارا اضافت متعذر اور ناممکن ہے۔ جیسے: اَنْتَ اَفْضَلُ النَّاسِ رَجُلًا۔

(۸) تمییز میں جملہ مقامات میں مِنْ مقدر مانا جاتا ہے اور یہ کہ تقدیر مِن تمییز کے خواص میں سے ہے جیسا کہ فی کی تقدیر ظرف اور اسی طرح حال کے خواص میں سے ہے جیسا کہ رملی نے شرح الآجرومیہ میں ذکر کیا ہے۔

(۹) یادرہے مِنْ کا اظہار چند مسائل میں جائز نہیں جوکہ یہ ہیں:

۱۔عدد کی تمیز میں جیسے: عِشْرُوْنَ دِرْهَماً۔

۲۔جوتمیز فاعل فی المعنی ہواور فاعل سے محول یعنی منقول ہو۔جیسے: طَابَ زَيْدٌ نَفْساً۔

یا مفعول سے مُحَوَّل ہو جیسے: غَرَسْتُ الْاَرْضَ شَجَرًا۔

یا مبتدا سے محول ہو جیسے: اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا۔

ان صورتوں کے علاوہ باقی صورتوں میں اظہار جائز ہے، جیسے: قَفِيْزٌ مِنْ بُرٍّ ومَنَوَانِ مِنْ عَسَلٍ۔

(۱۰) تمیز ایسے اسماء کے ساتھ نہیں لائی جاسکتی جن کا استعمال نفی کے ساتھ خاص ہو، جیسے: لفظ اَحَدٌ، عَرِيْب اور اس طرح دَيَّار یا وہ مُتَوَغِّلٌ فِي الْبِنَاء ہوں یعنی بناء میں گھرے ہوں۔یا وہ مُتَوَغِّلٌ فِي الْإِبْهَام ہوں یعنی ابہام اور خفاء میں گھرے ہوں جیسے: مثل، غیر۔(كمافی الہمع)

عدد کی تمییز کا مقدمہ

(1) عدد کی آسان تعریف شیخ اهدل نے الکواکب الدریہ (۲/۱۲۵) میں اور محمد عثمان بلخی وافی نے (ص:۱۰۵) پر یوں کی ہے:

اَلعَدَدُ: مَا يَقَعُ فِيْ جَوَابِ كَمْ ۔ عدد وہ اسم ہے جو کہ کم (استفہامیہ) کے جواب میں واقع ہو۔ شیخ اهدل فرماتے ہیں کہ اس تعریف کے مطابق اگر چہ واحد اور اثنان عدد میں شامل ہیں۔ مگر اہل حساب واحد کو عدد میں شمار نہیں کرتے کیونکہ ان کے نزدیک عدد زائد علی الواحد ہوتا ہے۔ خضری حاشیۃ (۲/۱۳۵) میں فرماتے ہیں:

قِيلَ: اَلْوَاحِدُ لَيْسَ بِعَدَدٍ لِاَنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ حَاشِيَةٌ سُفْلٰى وَقِيلَ: عَدَدٌ لِوُقُوْعِهٖ فِيْ جَوَابِ كَمْ۔

نوٹ: واحدہ، واحد اور اثنتان اور ثنتان، اثنان کے حکم میں ہیں۔

علامہ ابن الحاجب نے کافیہ میں عدد کی تعریف اس طرح کی ہے:

هُوَمَا وُضِعَ لِكَمِّيَّةِ آحَادِ الْاَشْيَاءِ۔

شیخ فاکہی شرح القطر میں ابن الحاجب کی یہ تعریف ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: فَالْوَاحِدُ عِنْدَهٗ عَدَدٌ وَهُوَ الْمُنَاسِبُ بِقَوْلِ النُّحَاةِ اِنَّ الْوَاحِدَ وَالِاثْنَيْنِ وَمَا وَازَنَ فَاعِلًا [مِنَ الْعَدَدِ كَثَالِثٍ] يَجْرِيْنَ عَلَى الْقِيَاسِ۔

(2) **اصولِ عدد:** ابن الحاجب نے کافیہ میں اصول عدد بارہ ذکر کئے ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں:

(۱) واحد سے عشرہ تک۔

(۲) مائۃ اور الف۔

فائدہ: متن متین (ص:۱۲۲) پر مصنف فرماتے ہیں: اَلْاُصُوْلُ مِنْهَا ثَمَانِيَ عَشَرَةَ كَلِمَةً: ثَلٰثَةٌ اِلَى عَشَرَةٍ وَالْعُقُوْدُ الثَّمَانِيَةُ وَمِائَةٌ وَ اَلْفٌ۔اھ میرے نزدیک صحیح قول ابن الحاجب کا ہے کیونکہ عقود ثمانیہ (عشرون تا

تسعون)عشر،تسع و ما بینھما کی فروع ہیں۔

(3)فروع عدد : فروعِ عدد سے مراد وہ الفاظ ہیں جو اصولِ عدد کے اشتراک سے بنتے ہیں۔چنانچہ درایۃ النحو میں ان کی تعریف یہ ہے:(مَا یَتَفَرَّعُ عَلَیْھَا [اَیْ عَلَی الْاُصُوْلِ]اَوْ مَا یَتَوَلَّدُ مِنْھَا) فروعِ عدد کی مثالیں جیسے:

(۱)اَحَدَ سے اَحَدَ عَشَرَ۔

(۲)عَشَرٌ سے عِشْرُوْنَ یا اَحَدٌ وَّعِشْرُوْنَ۔

(۳)مِائَۃٌ سے مِائَتَانِ،مِئَاتٌ،مِئُوْنَ،مُئُوْنَ(کما فی مصباح اللغات)

(۴)اَلْفٌ سے اَلْفَانِ،اُلُوْفٌ،آلَافٌ۔

(۵)ثَلٰثٌ سے ثَلَاثُ مِائَۃٍ اور ثَلٰثَۃٌ سے ثَلٰثَۃُ آلَافٍ۔

واحد اور اثنان اور اسی طرح واحدۃ،اثنتان اور ثنتان کی تمیز نہیں آتی۔جیسا کہ علامہ ابن الحاجب کافیہ صفحہ ۵۴ پر فرماتے ہیں:

وَلَا یُمَیِّزُ وَاحِدٌ وَاِثْنَانِ اِسْتِغْنَاءً بِلَفْظِ التَّمِیِیْزِ عَنْھُمَا۔(۱)

ابن ہشام شذور میں اسی طرف گئے ہیں اور یہی قول ابوحیان کا ھدایۃ النحو میں ہے۔قول کی نص عبارت یہ ہے وَاعْلَمْ اَنَّ الْوَاحِدَ وَ الِاثْنَیْنِ لَا مُمَیِّزَ لَھُمَا ......الخ

واحد،واحدہ،اثنان،اثنتان اور ثنتان کے علاوہ باقی اسمائے عدد کی تمیز آتی ہے جیسا کہ ھدایۃ النحو میں (ص:٦٩)پر مرقوم ہے۔وَاَمَّا سَائِرُ الْاَعْدَادِ فَلَا بُدَّ لَھَا مِنْ مُمَیِّزٍ۔

---

(۱)واحد اور اثنان وغیرھما کی اگرچہ تمیز نہیں آتی مگر ان اعداد کا اپنے معدودات کے ساتھ استعمال اپنے قیاس پر جاری ہوتا ہے۔قیاس پر جاری ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ اعداد تذکیر و تانیث میں اپنے معدودات کے مطابق ہوں گے۔یاد رہے قیاس اور عدم قیاس کے لحاظ سے اعداد خواہ اصول ہوں یا فروع تین قسم پر ہیں:

① جو اپنے قیاس پر جاری ہوتے ہیں۔جیسے:واحد،اثنان اور ان کی فروع جیسے:اَحَدَ عَشَرَ ، اِثْنَا عَشَرَ ، اِحْدٰی عَشَرَۃَ ، اِثْنَتَا عَشَرَۃَ ، ثِنْتَا عَشَرَۃَ۔

② جو اپنے قیاس پر جاری نہیں ہوتے جیسے: ثَلٰثَۃٌ تا تِسْعَۃٌ ، ثَلٰثَۃَ عَشَرَ تا تِسْعَۃَ عَشَرَ، ثَلٰثَۃٌ وَّعِشْرُوْنَ تا تِسْعَۃٌ وَّعِشْرُوْنَ یہ سب اعداد مذکر کے لئے ہیں مونث کے لئے خود قیاس کر لیں۔

③ جو کبھی قیاس پر اور کبھی عدمِ قیاس پر جاری ہوں جیسے:عَشَرٌ یا عَشَرَۃٌ جب ترکیب بنائی میں استعمال ہوں۔مثلاً اَحَدَ عَشَرَ ، اِثْنَا عَشَرَ، اِحْدٰی عَشَرَۃَ، اِثْنَتَا عَشَرَۃَ ، ثِنْتَا عَشَرَۃَ تو یہ قیاس پر جاری ہوتے ہیں اور جب عَشَرٌ یا عَشَرَۃٌ مفرد استعمال ہوں جیسے:عَشَرَۃُ رِجَالٍ ، عَشْرُ نِسْوَۃٍ تو یہ اپنے قیاس پر جاری نہ ہوں گے۔(کما فی الکواکب الدریہ(۲/۱۲۵)

(4)**اسمائے عدد کی اقسام** : ابن عقیل نے شرح الفیہ میں اسمائے عدد کی چار اقسام ذکر کی ہیں:

(۱)عدد مضاف جیسے: ثَلٰثَةُ رِجَالٍ وَثَلَاثُ نِسْوَةٍ۔

(۲)عدد مرکب (بہ ترکیبِ بنائی) جیسے: اَحَدَ عَشَرَ رَجُلًا ، اِحْدَی عَشَرَةَ اِمْرَأَةً ۔

(۳)عدد مرکب (بہ ترکیبِ عطفی) جیسے: اَحَدٌ وَّعِشْرُوْنَ ، اِحْدَیٰ وَعِشْرُوْنَ ۔

(۴)عدد مفرد جیسے: عِشْرُوْنَ رَجُلًا وَ اِمْرَأَةً ۔

(5) أصول وفروع کی تمییز کے ضوابط ۔

ثلثۃ تا عشرۃ کی تمییز کا ضابطہ:

ثلثۃ سے لے کر عشرہ تک کا عدد، اپنی تمییز کی طرف مضاف ہوگا اور اس کی تمییز پر وجوبا جر آئے گی نیز تمییز جمع ہوگی، عدد اپنی تمییز سے تذکیر و تانیث میں مخالف ہوگا۔ یعنی اگر تمییز مذکر ہے تو عدد مونث اور اگر وہ مونث ہے تو عدد مذکر جیسے: ثَلٰثَةُ رِجَالٍ وَثَلَاثُ نِسْوَةٍ ۔

فائدہ: شارح ابن عقیل شرح الفیہ (۴۰۵/۲) میں فرماتے ہیں کہ ابن مالک نے الفیہ میں (جَمْعًا بِلَفْظِ قِلَّةٍ فِي الْاَكْثَرِ) کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اگر معدود یعنی تمییز کی جمع قلت اور کثرت دونوں طرح آئے تو اس عدد کی اضافت جمع قلت کی طرف اکثر غالب ہوگی (ثَـلَثَةُ فُـلُوْسٍ وَثَلٰثُ نُفُوْسٍ)اور جمع کثرت کی طرف غیر غالب اور قلیل اور اگر اس کی صرف جمع کثرت آئے تو پھر اسی کی طرف ہوگی جیسے: ثَلٰثَةُ رِجَالٍ۔

غیر غالب کی مثال جیسے: اللہ تعالی کا یہ فرمان: (وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ) "قُرُوْءٍ" جمع قَرْءٌ کی ہے اور قَرْءٌ کی جمع اَقْرَاءٌ (جمع قلت) بھی آتی ہے۔

کسی کلمہ کی تذکیر وتانیث کا ضابطہ

کسی کلمہ میں تذکیر وتانیث کا اعتبار تین اشیاء میں سے کسی ایک شے سے ہوتا ہے:

(۱) اس کے واحد سے نہ کہ جمع سے۔

(۲) اس کے لفظ سے نہ کہ معنی سے۔

(۳) صفت کے موصوف کی حالت سے نہ کہ صفت کی حالت سے۔

علامہ خضری نے ان میں سے صرف پہلی قسم اور علامہ سیوطی نے تینوں اقسام کو ذکر کیا ہے۔ دونوں حضرات کی عبارات کی نصوص حسب ذیل ہیں: چنانچہ علامہ خضری حاشیہ (۲/ ۱۳۵) میں فرماتے ہیں:

" فَالْعِبْرَةُ بِتَذْكِيْرِ الْوَاحِدِ وَتَأْنِيْثِهٖ وَاِنْ كَانَ الْجَمْعُ بِخِلَافِ ذَالِكَ فَتَقُوْلُ : ثَلٰثَةُ حَمَّامَاتٍ بِالتَّاءِ عَلَى الْمُخْتَارِ وَثَلَاثُ هُنُوْدٍ بِلَا تَاءٍ تَبَعًا لِتَذْكِيْرِ الْمُفْرَدِ وَتَأْنِيْثِهٖ هَذَا فِى الْجَمْعِ اَمَّا اِسْمُ الْجَمْعِ وَاِسْمُ الْجِنْسِ فَالْعِبْرَةُ بِهِمَا اَنْفُسِهِمَا لَا بِوَاحِدِ هِمَا تَقُوْلُ: ثَلٰثَةٌ مِّنَ الْقَوْمِ وَالْغَنَمِ بِالتَّاءِ لِتَذْكِيْرِ هِمَا وَثَلَاثٌ مِّنَ الْاِبِلِ وَالنَّخْلِ بِلَا تَاءٍ لِتَأْنِيْثِهِمَا وَثَلَاثٌ مِّنَ الْبَقَرِ بِالتَّاءِ[ثَلٰثَةٌ] وعَدمِهَا لِاَنَّ الْبَقَرَ يُذَكَّرُ وَيُؤَنَّثُ.اھ

فائدہ: یاد رہے اسم جنس کی تذکیر وتانیث کا اعتبار عربوں سے سماع پر موقوف ہے۔ تذکیر وتانیث کے اعتبار سے اسم جنس تین قسم پر ہے:

(۱) جس میں صرف تذکیر مسموع ہے۔ جیسے: عِنَبٌ ، سِدْرٌ، مَوْزٌ، قَمْحٌ۔

(۲) جس میں صرف تانیث مسموع ہے۔ جیسے: بَطٌّ، نَخْلٌ ۔

(۳) جس میں تذکیر وتانیث دونوں مسموع ہیں۔ جیسے: بَقَرَةٌ۔ (الجمع والھمع ص:۲/ ۱۴۸)

اور علامہ سیوطی نے الجمع والھمع (۲/ ۱۴۹) میں تینوں اقسام کا ذکر فرمایا ہے: چنانچہ ان کی نص عبارت حسب ذیل ہے:

(۱) اَلْعِبْرَةُ فِى التَّذْكِيْرِ وَالتَّأْنِيْثِ بِاللَّفْظِ غَالِبًا ۔لَا بِالْمَعْنٰى وَقَدْ يُعْتَبَرُ فِىْ ذَالِكَ الْمَعْنٰى بِقِلَّةٍ فَيُجَاءُ بِالتَّاءِ مَعَ لَفْظٍ مُؤَنَّثٍ لِتَأْوِيْلِهٖ بِمُذَكَّرٍ ۔كَقَوْلِهٖ : ثَلٰثَةُ اَنْفُسٍ وَثَلَاثُ ذَوْدٍ...... الخ ۔

(۲) وَالعِبرَةُ اَيضًا فِى التَّذكِيرِ وَالتَّأنِيثِ بِالمُفرَدِ۔لَا بِالجَمعِ فَيُقَالُ: ثَلٰثَةُ سِجِلَّاتٍ وَثَلٰثَةُ دُنَيْنِيرَاتٍ خِلَافًا لِاَهلِ البَغدَادِ فَاِنَّهُم يَعتَبِرُونَ لَفظِ الجَمعِ فَيَقُولُونَ :ثَلٰثُ سِجِلَّاتٍ وَثَلَاثُ حَمَّامَاتٍ بِغَيرِ هَآءٍ [تَآءٍ] وَاِن كَانَ الوَاحِدُ مُذَكَّرًا۔

(۳)وَالعِبرَةُ فِى الصِّفَةِ النَّائِبَةِعَنِ المَوصُوفِ بِحَالِهٖ اَى حَالِ المَوصُوفِ لَا بِحَالِ الصِّفَةِ وَعَلَيهِ[قَولُهٗ تَعَالٰى] (مَن جَاءَ بِالحَسنَةِ فَلَهٗ عَشرُ اَمثَالِهَا)اُسقِطَ التَّاءُ اِعتِبَارًا بِحَالِ المَوصُوفِ وَهُوَ الحَسَنَاتُ وَلَم يُعتَبَرِ الاَمثَالُ ۔ ا ھ

عدد میں اثبات تاء اور ترک تاء کا ضابطہ

علامہ سیوطی نے الجمع والھمع (۲/ ۱۴۸) میں ثلثۃ تا عشر کے عدد میں اثبات تاء اور ترک تاء کا ایک ضابطہ بیان فرمایا ہے: جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) اگر معدود مذکر مذکور ہو [خواہ مذکر حقیقتاً ہو یا مجازاً] جیسے: ثَلٰثَةُ رِجَالٍ ،ثَلٰثَةُ اَيَّامٍ تو عدد کے ساتھ تاء کا اثبات واجب ہے۔

(۲) اگر معدود مذکر محذوف ہو تو عدد کے ساتھ تاء کا اثبات اولیٰ اور افصح ہے، جیسے: صُمتُ خَمسَةً ، اَى خَمسَةَ اَيَّامٍ اور تاء کا حذف فصیح ہے۔جیسا کہ اس حدیث میں ہے (مَن صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهٗ سِتًّا مِن شَوَّالٍ ۔ الحديث)علاوہ ازیں کسائی سے صُمنَا مِنَ الشَّهرِ خَمسًا [اور فرّاء سے اَفطَرنَا خَمسًا]کے الفاظ مذکور ہیں۔

(۳) اگر معدود مؤنث مذکور ہو خواہ مؤنث حقیقۃً جیسے: عَشرُ اِمَاءٍ یا مجازاً جیسے: سَبعُ لَيَالٍ ۔

(۴) جب معدود اسم جمع ہو اور اسم جنس ہو بشرطیکہ یہ دونوں مؤنث ہوں اور یہ جمع مذکر کے قائم مقام نہ ہوں اور نہ ہی ان سے پہلے ایسا وصف ہو جو مذکر پر دلالت کرے۔جیسے: عِندِى ثَلٰثٌ مِّنَ الاِبِلِ ، ثَلٰثٌ مِّنَ البَطِّ، وَخَمسٌ مِنَ النَّخلِ ۔

(۵) اگر اسم جمع اور اسم جنس مونث ہوں اور جمع مذکر کے نائب ہوں یا ان سے پہلے ایسا وصف ہو جو مذکر پر دلالت کرے جیسے:ثَلٰثَةُ ذُكُورٍ مِنَ البَطِّ وَاَربَعَةُ فُحُولٍ مِنَ الاِبِلِ ۔ متاخرۃ الذکر تین صورتوں میں عدد مؤنث ہوگا۔

عدد صریح کی تمییز

عدد صریح کی تمییز کے بیان سے قبل تمییز کے لحاظ سے عدد صریح کی اقسام کا جاننا ضروری ہے تاکہ مسئلہ آسانی سے سمجھ آسکے۔ یاد رہے عدد صریح تمییز کے لحاظ سے درج ذیل اقسام پر مشتمل ہے:

۱۔ ثَلٰثَه تا عَشَرہ (تین تا دس)

۲۔ اَحَدَ عَشَرَ تا تِسعَةٌ وَّتِسعُوْنَ (گیارہ تا ننانوے)

۳۔ مِائَة ، اَلْفٌ وَ مُثَنَّاهُمَا (سو، ہزار اور ان کا تثنیہ)

(i) ثلثۃ تا عشرہ عدد کی تمییز ہمیشہ مجرور اور جمع آتی ہے جیسے ثَلٰثَةُ رِجَالٍ وَ عَشْرُ نِسْوَةٍ

(ii) اَحَدَ عَشَرَ تا تِسعَةٌ وَتِسعُوْنَ کے عدد کی تمییز ہمیشہ منصوب اور مفرد آتی ہے۔

جیسے اَحَدَ عَشَرَ رَجُلًا ،اِحْدیٰ عَشَرَةَ اِمْرَأَةً، تِسعَةَ عَشَرَ تِلْمِيْذًا ، تِسعَ عَشَرَةَ اِمْرَأَةً۔

(iii) اَحَدٌ وعِشْرُوْنَ وَاِثْنَانِ وعِشْرُوْنَ اسی طرح اِحدیٰ وعِشْرُوْنَ وَاِثْنَتَانِ اَوْثِنْتَانِ وَعِشْرُوْنَ سے لے کر اَحَدٌ وتِسعُوْنَ وَاِثْنَانِ اَوْثِنْتَانِ وَ تِسعُوْنَ تک مرکب عطفی کا پہلا جزء تمییز کے مطابق اور دوسرا اجزء یعنی عشرون تا تسعون اپنی حالت پر برقرار رہے گا۔ جیسے اَحَدٌ وَ عِشْرُوْنَ رَجُلًا، اِثْنَانِ وَعِشْرُوْنَ رَجُلًا اِحْدیٰ وَعِشْرُوْنَ اِمْرَأَةً ، اِثْنَتَانِ، یَاثِنْتَانِ وَعِشْرُوْنَ اِمْرَأَةً۔

(iv) (مائۃ) عدد صریح کی تمییز اگر لفظ "مائۃ" ہو جیسے ثلث مائۃ تو یہ مفرد مجرور ہوگی اور ایسے آنا غالب ہے کبھی کبھی جمع مجرور بھی آتی ہے جیسے ثلث مئین یا مئات۔(۱)

(۱) قَالَ الْخُضَرِیُّ فِی الْحَاشِيَةِ (۲/۱۳۵) وَقَدْ وَقَعَ فِی الشِّعْرِ ثَلٰثُ مِئِيْنَ شُذُوْذًا اَوْ ضَرُوْرَةً۔

(۷)(اَلف)عدد صریح کی تمیز اگر لفظ ''الف'' ہو تو یہ لازماً جمع اور مجرور ہوگی۔ جیسے: ثَلٰثَةُ آلَافٍ۔

تنبیہات:

(۱)ثلثة تا عشرة عدد صریح کی تمیز اگر جمع ہوگی تو مجرور بہ اضافت ہوگی جیسے: عَشَرَةُ رِجَالٍ اور اگر اسم جمع یا اسم جنس ہو تو یہ غالباً مجرور بہ من آئے گی۔ جیسے: ثَلٰثَةٌ مِنَ الْقَوْمِ یہ اسم جمع کی مثال اور اَرْبَعَةٌ مِنَ الطَّيْرِ یہ اسم جنس کی مثال ہے۔ (کما فی شرح الفاکہی)(۱) اور کبھی مجرور بہ اضافت ہوگی جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: (وَكَانَ فِى الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ ...... الآية) اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان "لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ۔

(۲) مائة اور الف اور ان کے تثنیہ اور جمع کی تمیز کا مفرد اور مجرور بالاضافت آنا واجب ہے جیسے مِائَةُ رَجُلٍ وَامْرَأَةٍ، مِائَتَا رَجُلٍ وَامْرَأَةٍ، مِئَاتُ رَجُلٍ وَامْرَأَةٍ، اَلْفُ رَجُلٍ وَامْرَأَةٍ وَاَلْفَا رَجُلٍ وامْرَأَةٍ وثَلٰثَةُ آلَافِ رَجُلٍ وَامْرَأَةٍ۔

(۳) مائة اور اس کے تثنیہ وغیرہ کی تمیز کا منصوب آنا شاذ ہے جیسے کہ شاعر کا یہ قول:

اِذَا عَاشَ الْفَتٰى مِائَتَيْنِ عَامًا فَقَدْ ذَهَبَ اللَّذَاذَةُ وَالْفَتَاءُ

نوٹ: ابن عصفور (المقرب، ص:۳۸۴) مِائَتَيْنِ عَامًا کے بارہ میں فرماتے ہیں:

وَلَا يَجُوْزُ اِثْبَاتُ النُّوْنِ وَالنَّصْبِ اِلَّا فِىْ ضَرُوْرَةِ الشِّعْرِ۔

---

(۱) قال الفاکہی فی شرح القطر (۲/۱۴۳): فَيَنْجَرُّ بِمِنْ فِى الْغَالِبِ ...... وَقَدْ يُجَرُّ بِالْاِضَافَةِ۔ وَقَالَ الْخُضَرِىُّ (۲/۱۳۶) فِى اِسْمِ الْجِنْسِ وَالْجَمْعِ: فَالْاَكْثَرُ جَرُّهٗ بِمِنْ ...... وَقَدْ يُضَافُ سَمَاعًا عَلَى الصَّحِيْحِ ...... فَقَوْلُ الشَّارِحِ: وَاَرْبَعُ نِسَاءٍ لَعَلَّهٗ مِنَ الْمَسْمُوْعِ۔

ثلثة تا عشرہ کے ضابطہ سے مستثنی صورتیں

ثلثۃ سے لے کر عشرہ تک کے عدد اور اس کی تمیز کے بارہ میں اوپر ایک ضابطہ بیان ہو چکا ہے یہاں ہم کچھ ایسی صورتیں ذکر کریں گے جو اس ضابطہ سے مستثنی ہیں اور وہ حسب ذیل ہیں:

(1) جب ثلثۃ سے لے کر عشرۃ کے عدد سے مراد، عددِ مطلق ہو تو پھر ان عددوں کا استعمال تاء کے ساتھ ضروری ہے۔ جیسے: ثَلٰثَةٌ نِصْفُ سِتَّةَ (۱)

بعض علمائے نحو کا خیال ہے کہ یہ اعداد غیر منصرف ہیں کیونکہ اب یہ علم بن چکے ہیں۔ البتہ بعض دیگر نحات اس کے خلاف ہیں۔ (۲)

(2) اگر عدد مذکور ہو اور اس کی تمیز محذوف ہو تو مذکر کے ساتھ حذف تاء جائز ہے جیسا کہ کسائی نے صُمْنَا مِنَ الشَّهْرِ خَمْسًا اور فَرَّاء نے اَفْطَرْنَا خَمْسًا عربوں سے نقل کیا ہے (۳) اس کا تفصیلی ذکر ساتھ ہو چکا ہے۔

---

(۱) ابن عصفور المقرب (ص: ۳۸۴) میں فرماتے ہیں: اگر ثلثۃ تا عشرہ کا عدد بلا اضافت استعمال ہو اور اس سے مراد مجرد عدد ہی ہو تو اس پر تاء کو داخل کریں گے اور اسے غیر منصرف پڑھیں گے۔ جیسا کہ اوپر مثال ہے۔

(۲) قَالَهٗ اِبْنُ مَالِكٍ فِى التَّسْهِيْلِ وَجَزَمَ بِهٖ اِبْنُ هِشَامٍ۔

(۳) اس صورت کے بارہ میں ابن عصفور المقرب میں صفحہ: ۳۷۴ پر فرماتے ہیں اگر ثلثۃ تا عشرہ کے اعداد بول کر ان سے معدود (تمیز) بھی مراد ہو تو اگر معدود مذکر ہے تو تاء لاحق ہوگی اور اگر معدود مونث ہے تو تاء لاحق نہ ہوگی مگر دونوں صورتوں میں تاء کا حذف جائز ہے جیسا کہ کسائی نے عربوں سے صُمْنَا مِنَ الشَّهْرِ خَمْسًا نقل کیا ہے مگر پہلی صورت (میں مع التاء) اوضح ہے۔

انفس جیسے کلمہ میں جب یہ اعداد (ثلثۃ تا عشرہ) کی تمیز واقع ہو تو مفرد میں تذکیر اور تانیث دونوں کا لحاظ ہوگا۔ مؤنث کا لحاظ اس لئے کہ نفس مؤنث سماعی ہے اور مذکر اس لئے کہ نفس کو شخص کے معنی میں لیا گیا ہے اس کے علاوہ باقی صورتوں میں لَا يُحْمَلُ عَلَى الْمَعْنٰى اِلَّا لِضَرُوْرَةٍ۔

کما فی قول الشاعر: ثَلَاثُ شُخُوْصٍ كَاعِبَانِ وَمُعْصِرُ۔

یہاں تاء ساقط ہے کیونکہ یہاں شخوص (هِيَ الْكَاعِبَانِ وَالْمُعْصِرُ) کے معنی میں ہے مگر مصباح اللغات (ص: ۸۹۵) میں نفس کے بارہ میں یہ وضاحت ہے کہ اگر نفس بمعنی روح ہو تو مؤنث ہے جیسے خَرَجَتْ نَفْسُهٗ اور اگر بمعنی شخص ہو تو مذکر ہے جیسے عِنْدِىْ خَمْسَةَ عَشَرَ نَفْسًا۔

(3) جب معدود میں تمییز لفظاً مذکر ہو اور اس کا معنی مونث ہو(۱) یا بالعکس (۲) تو ایسی صورت میں دونوں وجوہ تذکیر اور تانیث جائز ہوں گی ابن الحاجب کافیہ (ص:۵۴) پر اس صورت کے بارہ میں فرماتے ہیں۔ (اِذَا کَانَ الْمَعْدُوْدُ مُؤَنَّثًا وَاللَّفْظُ مُذَکَّرًا اَوْ بِالْعَکْسِ فَوَجْهَانِ) یہ تینوں صورتیں الکواکب الدریہ (۲/۱۲۶) میں مرقوم ہیں۔

(4) اَلْمُقَرَّب میں ان کے علاوہ ایک چوتھی صورت بھی مذکورہ ضابطہ سے مستثنیٰ ہے اور وہ یہ ہے کہ جب معدود (تمییز) ایسا کلمہ ہو جو مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے استعمال ہو مثلاً لفظ نفس۔ تو ایسے کلمہ میں مصداق کے اعتبار سے تذکیر و تانیث دونو یکا اطلاق جائز ہوگا جیسے: ثَلٰثَةُ اَنْفُسٍ یا ثَلٰثُ اَنْفُسٍ (۳)

(5) جب ثلثہ سے لے کر عشرۃ تک عدد کی تمییز اگر لفظ "مائۃ" ہو تو اس وقت تمییز میں غالب یہ ہے کہ وہ واحد آئے جیسے: ثلث مائۃ اور اس کا جمع لانا خلاف قیاس ہے۔ یہاں قیاس یہ تھا کہ تمییز جمع لائی جاتی۔ اس کے بارہ میں درایۃ (ص:۱۷۶) پر مرقوم ہے:

(وَالْقِيَاسُ) اَیْ قِیَاسُ لَفْظِ الْمِائَةِ الْمُضَافِ اِلَیْهَا الثَّلٰثُ وَمَا فَوْقَهَا (ثَلٰثُ مِئَاتٍ) لِلْمُؤَنَّثِ (اَوْ مِئِیْنَ) لِلْمُذَکَّرِ۔

علامہ خضری حاشیۃ (۲/۱۳۵) پر فرماتے ہیں:

وَقَدْ وَقَعَ ثَلٰثُ مِئِیْنَ شُذُوْذًا اَوْضَرُوْرَةً۔

علامہ غلاییئی جامع الدروس العربیہ (۳/۱۱۲) پر یوں فرماتے ہیں: وَقَدْ یُجْمَعُ نَحْوُ: ثَلٰثُ مِئِیْنَ وَمِئَاتٍ (۴)

---

(۱) اس کی مثال جیسے طالق، طامث اور حائض کے کلمات لفظاً تو مذکر ہیں مگر معنی مونث ہیں کیونکہ یہ عورت کی صفات ہیں۔

(۲) اس کی مثال جیسے: خلیفۃ، طلحۃ اور مغیرۃ لفظاً مؤنث ہیں مگر یہ معنی مذکر ہیں کیونکہ یہ مردوں کے نام ہیں۔

(۳) پہلی مثال میں انفس سے مراد اشخاص ہیں اسی لئے ثلثۃ مؤنث لائے اور دوسری مثال میں انفس سے مراد ارواح ہیں اس لئے ثلث مذکر لائے ہیں۔ علامہ سیوطی الجمع والھمع میں فرماتے ہیں (والعبرۃ) فی التذکیر والتانیث (باللفظ غالبا لا بالمعنی وقد یعتبر) فی ذالک المعنی (بقلۃ) کَقَوْلِهٖ: ثَلٰثَةُ اَنْفُسٍ۔

(۴) ابن عصفور المقرب میں فرماتے ہیں: وَقَدْ یُقَالُ: (ثَلَاثُ مِئِیْنَ) وَلَا یُقَالُ اِلَّا: (ثَلٰثَةُ آلَافٍ)۔ مصباح اللغات (ص:۸۰۳) میں مؤلف فرماتے ہیں: المائۃ سو (۱۰۰) ج۔ ئَاتٍ وَمِئُوْنَ وَمُئُوْنَ۔

اَحَدَ عَشَرَ تا تِسعَةٌ وتِسعُونَ

اَحَدَ عَشَرَ سے لے کر تِسعَةٌ وَّ تِسعُونَ تک کے اعداد مرکبہ خواہ ان کی ترکیب بنائی ہو یا عطفی ان کی تمیز ہمیشہ مفرد منصوب آتی ہے مگر اس میں تفصیل ذیل ہے:

(۱) اَحَدَ عَشَرَ، اِحدیٰ عَشرَةَ ، اِثنَا عَشَرَ ، اِثنَتَا عَشرَةَ اور اسی طرح ثِنتَا عَشرَةَ کی تمیز کا ضابطہ یہ ہے کہ ان اعداد مرکبہ کے دونوں جزء تذکیر و تانیث کے لحاظ سے اپنی تمیز کے مطابق ہوں گے گویا کہ یہ اعداد تمیز کے لحاظ سے اپنے قیاس پر جاری ہوتے ہیں ان اعداد کا دوسرا جزء مبنی برفتحہ اور پہلا معرب منصرف ہوگا۔
رفعی حالت میں الف اور نصبی و جری میں یاء ماقبل مفتوح کے ساتھ پڑھا جائے گا۔

جیسے: اَحَدَ عَشَرَ رَجُلًا ، اِحدیٰ عَشرَةَ اِمرَأَةً، اِثنَتَا عَشَرَ رَجُلًا (رفعی حالت) اِثنَیٰ عَشَرَ رَجُلًا نصبی اور جری حالت اِثنَتَا عَشرَةَ اِمرَأَةً (رفعی حالت) اِثنَتَیٰ عَشرَةَ اِمرَأَةً نصبی اور جری حالت۔ ثِنتَا عَشرَةَ کا حکم اِثنَتَا عَشرَةَ کی طرح ہے۔

(۲) ثَلٰثَةَ عَشَرَ سے لے کر تِسعَةَ عَشَرَ اور اسی طرح ثَلٰثَ عَشرَةَ سے لے کر تِسعَ عَشرَةَ تک کے اعداد مرکبہ کا پہلا جزء تذکیر و تانیث کے لحاظ سے تمیز کے مخالف اور دوسرا جزء موافق ہوگا۔

اس نوع کے اعداد مرکبہ کے دونوں جزء مبنی برفتحہ ہوتے ہیں جیسا کہ اوپر مثالوں سے ظاہر ہے البتہ ثَمَانِیَ عَشرَةَ کا پہلا جزء حسب ذیل صورتوں کے ساتھ ہوگا جیسا کہ ابن الحاجب نے کافیہ صفحہ: ۵۴ پر بیان فرمایا ہے۔

چنانچہ نص عبارت یہ ہے: وَفِی ثَمَانِیَ عَشرَةَ فَتحُ الیَاءِ وَجَازَ اِسکَانُهَا وَشَذَّ حَذفُهَا بِفَتحِ النُّونِ ۔(۱)

علامہ خضری ثمانیہ اور ثمانی کے بارہ میں یوں فرماتے ہیں: (قَولُهٗ : وَاَمَّا ثَلٰثَةٌ وَمَا بَعدَ هَا......الخ)

(۱) ثمانی عشر کی تفصیلی بحث میرے عربی رسالہ "فَصلُ الخِطَابِ فِی حَدِّ الاِعرَابِ" (جو عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہو رہا ہے) میں موجود ہے۔(شارح)

مِنْهُ ثَمَانِيَةٌ فَإِذَا رُكِّبَتْ تَكُوْنَ كَحَالِهَا قَبْلُ اَیْ بِالتَّاءِ فِی الْمُذَكَّرِ كَثَمَانِيَةَ عَشَرَ يَوْمًا وَبِحَذْفِهَا فِی الْمُؤَنَّثِ كَثَمَانِيَ عَشَرَةَ لَيْلَةً لكن فِيهَا بَعْدَ الْحَذْفِ حِيْنَئِذٍ اَرْبَعُ لُغَاتٍ۔

فَتْحُ الْيَاءِ وَسُكُوْنُهَا وَحَذْفُهَا مَعَ كَسْرِ النُّونِ وَفَتْحِهَا۔ وَفِی مَتْنٍ مَتِيْنٍ (ص:١٢٢) فَفِی ثَمَانِيَ عَشَرَةَ، اِثْنَاعَشَرَ وَجْهًا: بِسُكُوْنِ يَاءِ ثَمَانِيَ وَفَتْحِهَا وَحَذْفِهَا بِكَسْرِ النُّوْنِ وَفَتْحِهَا۔اھ

(۳) عِشْرُوْنَ تا تِسْعُوْنَ۔ (بیس تا نوے)

یہ اعداد عقود کہلاتے ہیں اور یہ بحالت افراد بھی استعمال ہوتے ہیں۔ جب یہ مفرد یعنی بحالت افراد استعمال ہوتے ہیں تو یہ اپنی تمیز کی تذکیر وتانیث کے لحاظ سے نہیں بدلیں گے بلکہ اپنی پہلی حالت پر ہی برقرار رہیں گے۔ جیسے: عِشْرُوْنَ تا تِسْعُوْنَ رَجُلًا وَامْرَأَةً۔(۱)

(۴) اَحَدٌ وَعِشْرُوْنَ تاتِسْعَةٌ وَ تِسْعُوْنَ اسی طرح اِحْدیٰ وَعِشْرُوْنَ تا تِسْعٌ وتِسْعُوْنَ ۔یہ اعداد یہاں بحالت ترکیب عطفی استعمال ہوئے ہیں۔

اَحَدٌ و عِشْرُوْنَ سے لے کر تِسْعَةٌ وتِسْعُوْنَ تک ہر عشرہ کے پہلے مرکب عدد کا پہلا جزء یعنی اَحَدٌ، اِحْدیٰ، اِثْنَانِ وَاِثْنَتَانِ اور ثِنْتَانِ تمیز کے مطابق بدلتا رہے گا۔ جبکہ دوسرا اجزاء اپنی حالت پر قائم رہے گا۔

(۱) کبھی کبھی عشرون اور اس کے باب کی تمیز مفرد کی بجائے جمع بھی آتی ہے گویا کہ تمیز کا جمع آنا باب عشرین کے قاعدہ سے مستثنیٰ ہوگا۔ اس کی تفصیل ابن مالک نے شرح تسہیل کے باب عدد میں بیان کی ہے۔ چنانچہ ابن مالک فرماتے ہیں:

وَاَجَازَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ اَنْ يَّقُوْلَ الْقَائِلُ : عِنْدِی عِشْرُوْنَ دَرَاهِمَ لِعِشْرِيْنَ رَجُلًا قَاصِداً اَنَّ لِكُلٍّ مِّنْهُمْ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا هَذَا اِذَا دَعَتِ الْحَاجَةُ اِلَيْهِ فَاسْتِعْمَالُهُ حَسَنٌ ، وَاِنْ لَّمْ تَسْتَعْمِلْهُ الْعَرَبُ ، لِاَنَّهُ اِسْتِعْمَالٌ لَا يُفْهَمُ مَعْنَاهُ بِغَيْرِهٖ وَلَا يُجْمَعُ مُمَيِّزُ عِشْرِيْنَ وَبَابِهٖ فِی غَيْرِ هَذَا النَّوْعِ ، فَاِنْ وَقَعَ شَيْئٌ مِنْهَا جَمْعًا فَهُوَ حَالٌ اَوْ تَابِعٌ كَبَنِی مَخَاضٍ فِی قَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ : (قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِی دِيَّةِ الْخَطَأِ عِشْرِيْنَ بِنْتَ مَخَاضٍ وَعِشْرِيْنَ بَنِی مَخَاضٍ ...... فَبَنِی مَخَاضٍ نَعْتٌ اَوْ حَالٌ (مقدمة شرح التسهيل ص:٥١)

اور ہر عشرہ کے باقی اعداد مرکبہ یعنی جن کی تعداد سات ہے(۱) اور جو ثلثہ یا ثلث سے لے کر تسعۃ یا تسع تک عشرون سے لے کر تسعون تک مرکب ہوتے ہیں ان کا پہلا جزء تمیز کے مخالف ہوگا اور دوسرا اپنی حالت پر برقرار رہے گا۔

(۵) مَائَةٌ و اَلْفٌ ومُثَنَّاهُمَا۔

یہ تعبیر ابن عقیل کی شرح الفیہ (۲/۱۳۶) میں ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

مَالَا يُضَافُ اِلَّا اِلَى مُفْرَد وَهُوَ مِائَةٌ وَاَلْفٌ وَتَثْنِيَتُهُمَا نَحْوُ : مِائَتَا دِرْهَمٍ وَاَلْفَادِرْهَمٍ وَاَمَّا اِضَافَةُ مِائَةٍ اِلَى جَمْعٍ فَقَلِيْلٌ (۲)

---

(۱) ایک عشرہ کی تعداد سات ہے تو آٹھ عشرات کی چھپن (۵۶) ہوگی۔

(۲) ابن مالک الفیہ میں فرماتے ہیں: وَمِائَةٌ بِالْجَمْعِ نَزراً قَدْ رَدِفْ۔ قلیل کی مثال: اللہ تعالی کا یہ فرمان: ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ (الکہف:۲۵)۔ یہاں جب مائۃ کی سنین کی طرف اضافت کریں گے تو یہ اپنے اصل پر محمول ہوگا کیونکہ اصل میں عدد کی اضافت جمع کی طرف ہے مگر یہ استعمال میں ضعیف ہے کیونکہ مائۃ کی اضافت ہمیشہ مفرد کی طرف ہوتی ہے۔

وَيُقَوِّى ذَالِكَ اَنَّ عَلَامَةَ الْجَمْعِ هٰهُنَا ـ جَبْرٌ لِّمَا دَخَلَ السَّنَةَ مِنَ الْحَذْفِ فَكَاَنَّهَا تَتِمَّةُ الْوَاحِدِ كَمَا فِىْ (اِمْلَاءُ مَا مَنَّ بِهِ الرَّحْمٰنُ (۱/۲/۱۰۱)

ابن الحاجب نے کافیہ میں (ص:۵۴) پر" مُثَنَّا هُمَا "کے بعد" جَمعِهٖ " کا اضافہ کیا ہے۔ جَمعِهٖ سے مراد اَلف (ہزار) کی جمع ہے گویا کہ وہ مائۃ کی قیاسا جمع کے قائل نہیں۔ نص عبارت یہ ہے: وَمُمَيِّزُ مِائَةٍ وَاَلفٍ وَتَثْنِيَتِهِمَا وَجَمعِهٖ۔ نحو کی مشہور ومعروف کتاب ہدایۃ النحو میں ابوحیان (علی الاختلاف فی تسمیۃ المصنف) مائۃ کی جمع کے بارہ میں فرماتے ہیں: وَالْقِيَاسُ ثَلَاثُ مِئَاتٍ وَمِئِيْنَ۔

شارح درایۃ النحو فرماتے ہیں۔ عَلٰی اَنَّهٗ رُفِضَ هٰذَاالْقِيَاسُ اور مائۃ کی جمع کے بارہ میں علامہ خضری کی حاشیۃ (۲/ ۱۳۵) میں یہ رائے ہے:

"وَقَدْ وَقَعَ فِی الشِّعْرِ ثَلَاثُ مِئِيْنَ شُذُوْذًا اور ضَرُوْرَةً۔ (۱)

البتہ علامہ غلایینی نے جامع الدروس العربیہ (۳/ ۱۱۴) میں جَمْعُهُمَا سے تعبیر کیا ہے۔ گویا کہ ان کے نزدیک الف کی طرح مائۃ کی جمع بھی آتی ہے۔

بہر حال مذکورہ اعداد، مائۃ، الف، ان کا تثنیہ اور ان کی جمع کی تمیز غالبا مجرور مفرد آتی ہے۔ البتہ مائۃ کبھی کبھی جمع کی طرف بھی مضاف ہوتا ہے جیسا کہ ابن مالک نے الفیہ میں ذکر کیا ہے اور ابن عقیل نے شرح میں (۲/ ۱۳۶) اس کی موافقت کی ہے۔ (۲)

---

(۱) مِئَاتُ غِلَامٍ اس میں مِئَاتٌ، مِائَةٌ کی جمع ہے جو کہ مفرد کی طرف مضاف ہے۔ اسی طرح مائۃ کی تمیز کا منصوب آنا شاذ ہے۔ جیسے: اِذَا عَاشَ الْفَتٰی مِائَتَيْنِ عَامًا۔

(۲) قال ابن عصفور فی المقرب (ص:۳۷۴) فَاَمَّا قَوْلُهُمْ: (ثَلْثُمِائَةٍ فِی الْمَعْنٰی جَمْعٌ)

اعداد کنایه کی تمییز

اعداد کنایہ سے مراد کَمْ، کَأَیِّنْ اور کَذَا ہیں جیسا کہ سابقاً گزرا ہے۔

کم کی تمییز: کم دو طرح پر ہے: استفہامیہ اور خبریہ۔ کم استفہامیہ کی تمییز ہمیشہ مفرد منصوب آتی ہے۔ جیسے: کَمْ دِرْھَمًا عِنْدَكَ ؟ البتہ اگر یہ مجرور بحرف جر یا اضافت ہو تو پھر اس کی تمییز مجرور آئے گی۔

مجرور بہ حرف جر کی مثال جیسے: بِکَمْ دِرْھَمٍ اشْتَرَیْتَ ھٰذَا الْکِتَابَ ؟ مجرور بہ اضافت کی مثال جیسے: دِیْوَانَ کَمْ شَاعِرٍ قَرَأْتَ ؟ لیکن نصب ان صورتوں میں بہر حال اولیٰ ہوگی۔ اور جر کی صورت میں مِن مقدر مانیں گے اور جر ضعیف ہوگی اور کم کی تمییز میں "مِنْ" کا اظہار اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔(۱)

کم خبریہ کی تمییز مفرد نکرہ آتی ہے اور مجرور بہ اضافت یا بہ "مِنْ" ہوتی ہے۔ جیسے کَمْ عِلْمٍ قَرَأْتَ!، کَمْ مِنْ کَرِیْمٍ اَکْرَمْتَ!۔

کم خبریہ کی تمییز کا جمع آنا بھی جائز ہے جیسے کَمْ رِجَالٍ اَعْرِفُ ! مگر افراد اولیٰ ہے۔(۲)

تنبیہ : اگر کم خبریہ اور اس کی تمییز کے درمیان کسی چیز کا فاصلہ آ جائے تو یا اس پر نصب واجب ہوگی کیونکہ فصل کی وجہ سے اضافت ناممکن ہے۔ جیسے کَمْ عندك دِرْھَمًا! یہ ظرف کے فاصلہ کی مثال ہے، کَمْ لَكَ یا فتی فَضْلًا! یہ جار مجرور (مع النداء) کے فاصلہ کی مثال ہے یا اسے " مِنْ ظاہرہ" کے ساتھ جر دی جائے گی جیسے کَمْ عِنْدَكَ مِنْ خَیْرٍ یا کَمْ لَكَ یَا فَتی مِنْ خَیْرٍ۔ البتہ اگر فاصل ایسا فعل متعدی ہو جو کم پر مسلط ہو پھر اس کی " مِنْ" کے ساتھ جر واجب ہوگی تاکہ مفعول بہ کے ساتھ التباس نہ آئے جیسے: کَمْ قَرَأْتَ مِنْ کِتَابٍ ؟

---

(۱) جامع الدروس العربیۃ (۳/۱۱۴)

(۲) کم استفہامیہ اور اس کی تمییز کے درمیان ظرف اور جار مجرور کا فاصلہ اکثر اور اس کی خبر یا اس کے عامل کا فاصلہ کم آتا ہے۔ کم کی تمییز کا حذف بھی جائز ہے جیسے کَمْ مَالُكَ ؟ اَیْ کَمْ دِرْھَمًا:

کم استفھامیہ اور کم خبریہ میں اتحاد و افتراق

کم استفہامیہ اور کم خبریہ پانچ امور میں مشترک ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) عدد مبہم (مجهول الجنس والمقدار) سے کنایہ ہونے میں۔

(۲) مبنی ہونے میں۔

(۳) مبنی بر سکون ہونے میں۔

(۴) لزوم صدارت میں۔

(۵) تمیز کی طرف احتیاج میں۔

جن پانچ امور میں دونوں مختلف ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) ان دونوں کی تمیز کا اعراب مختلف ہے۔

(۲) کم خبریہ رُبَّ کی طرح ماضی کے ساتھ خاص ہے بخلاف استفہامیہ کے۔

(۳) کم خبریہ کے ساتھ متکلم سامع سے جواب کا تقاضا نہیں کرتا اور نہ ہی اس سے استفہام مطلوب ہوتا ہے بخلاف کم استفہامیہ کے۔

(۴) کم خبریہ کے ساتھ صدق و کذب کا تعلق ہوتا ہے بخلاف استفہامیہ کے۔

(۵) کم خبریہ سے بدل پر ہمزہ استفہام داخل نہیں ہوتا۔ جیسے كَمْ رَجُلٍ فِي الدَّارِ: عَشَرَةٌ بَلْ عِشْرُوْنَ!

بخلاف استفہامیہ کے اس سے بدل پر ھمزہ استفہام آتا ہے جیسے كَمْ كُتُبُكَ: أَعَشَرَةٌ أَمْ عِشْرُوْنَ؟ (۱)

---

(۱) فاکہی نے شرح القطر (۲/۱۴۴) میں کم استفہامیہ اور خبریہ کے درمیان چار وجوہ اشتراک ذکر کی ہیں جو کہ اسمیت، بناء علی السکون، لزوم تصدیر، اور احتیاج الی الضمیر ہیں۔ ابن ھشام نے مغنی وغیرہ میں پانچویں وجہ اشتراک بھی ذکر کی ہے جو کہ ابہام ہے۔ فاکہی نے شرح القطر میں ابن الانباری سے دس وجوہ افتراق نقل کی ہیں۔ جوانہوں نے شرح الفیہ میں بیان کی ہیں۔
شیخ یٰس نے شرح الفاکہی کے حاشیہ میں ان دس وجوہ افتراق کا ذکر فرمایا ہے۔ فَمَنْ اَرَادَ الاِطّلَاعَ عَلَيْهَا فَلْيُرَاجِعْهَا۔

تمییز اور حال میں اتحاد و افتراق

تمییز اور حال پانچ امور میں متفق اور سات امور میں مختلف ہیں۔ان کے مابین متفق علیہ امور یہ ہیں:(۱)

۱۔دونوں کا اسم ہونا۔

۲۔دونوں کا نکرہ ہونا۔

۳۔دونوں کا فضلہ ہونا۔

۴۔دونوں کا منصوب ہونا۔

۵۔دونوں کا ابہام کو دور کرنا۔

اور مختلف فیہ امور حسب ذیل ہیں:

۱۔حال جملہ،شبہ جملہ(ظرف یا جار مجرور) آتا ہے بخلاف تمییز کے وہ اسم صریح آتی ہے۔

۲۔کبھی کلام کا معنی حال پر موقوف ہوتا ہے بخلاف تمییز کے۔

۳۔حال کسی چیز کی هَيئت وحالت اور تمییز اس کی ذات کو بیان کرتی ہے۔

---

(۱)ابن ہشام نے شرح القطر میں باب تمییز میں فرمایا ہے کہ تمییز حال کے ساتھ تین امور میں موافق ہے اور وہ امور یہ ہیں:

۱۔اسم ہونا ۲۔فضلہ ہونا ۳۔نکرہ ہونا

اور آخری دو امور میں مخالف جو کہ جامد ہونا ہے اور ابہام ذات کے لئے مفسر و مبین ہونا ہے۔

شیخ محمد محی الدین عبدالحمید سبیل الھدی بتحقیق شرح قطری الندی میں فرماتے ہیں: يَتَّفِقُ الْحَالُ وَالتَّمِيْيْزُ فِیْ خَمْسَةِ أُمُوْرٍ (ثُمَّ ذَكَرَهَا)ويَفْتَرِقَانِ فِیْ خَمْسَةِ أُمُوْرٍ (ثُمَّ ذَكَرَهَا) وَزَادَ عليها الغلايينى الِاثْنَيْن۔

۴۔حال متعدد آ سکتا ہے بخلاف تمیز (البتہ یہ بالعطف متعدد آ سکتی ہے)

۵۔حال اپنے عامل پر مقدم آ سکتا ہے جبکہ اس کا عامل فعل متصرف ہو یا فعل متصرف کے مشابہ صفت ہو۔ بخلاف تمیز کے یہ اپنے عامل پر علی الاصح مقدم نہیں آتی۔

۶۔حال اکثر مشتق آتا ہے اور کبھی جامد اور تمیز اکثر جامد اور کبھی مشتق آتی ہے۔

(۱) حال جامد کی مثال جیسے: هٰذَا مَالُكَ ذَهَبًا۔

(۲) تمیز مشتق کی مثال جیسے: لِلّٰهِ دَرُّهٗ فَارِسًا۔

۷۔حال مُؤَکِّدہ اپنے عامل کی تاکید کرتا ہے بخلاف تمیز (۱)

---

(۱) سیبویہ کے نزدیک تمیز برائے تاکید نہیں آتی۔اشمونی کا بھی یہی موقف ہے۔ابن ہشام کے نزدیک برائے تاکید آ سکتی ہے۔چنانچہ القطر میں فرماتے ہیں:

وَقَدْ يُؤَكِّدَانِ (ای الحال والتمیز) نحو: وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ وَ مِنْ خَيْرِ اَدْيَانِ الْبَرِيَّةِ دِيْنًا۔

شیخ محمد محی الدین عبدالحمید حواشی القطر (ص:۲۳۸) پر فرماتے ہیں: اَمَّا التَّمْيِيْزُ فَلَا يُؤَكِّدُ لِاَحَدِهِمَا [لِصَاحِبِه اَوْلِعَامِلِه] عَلٰى مَا ذَهَبَ اِلَيْهِ الْجُمْهُوْرُ۔ اھ اور (ص:۲۴۲) پر یوں فرماتے ہیں" اَمَّا التَّمْيِيْزُ فَلَا يَكُوْنُ مُؤَكِّدًا لِعَامِلِه لِاَنَّ (شَهْرًا) فِی الْآيَةِ الْكَرِيْمَةِ تَمْيِيْزٌ لِقَوْلِه سُبْحَانَهٗ (اِثْنَا عَشَرَ) وَهُوَ الْعَامِلُ فِی التَّمْيِيْزِ ، وَلَيْسَ التَّمْيِيْزُ مُؤَكِّدًا لِاِثْنَیْ عَشَرَ ، بَلْ هُوَ مُبَيِّنٌ لَهٗ وَاِنَّمَا هُوَ مُؤَكِّدٌ لِقَوْلِه سُبْحَانَهٗ (اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ) وَلَيْسَ هُوَ الْعَامِلَ فِيْهِ۔

باقی اِنَّ عدۃ الشہور الآیۃ میں شَهْرًا عِدَّةَ الشُّهُوْرِ سے جو مفہوم ہے اس کی تاکید ہے۔لیکن اپنے عامل کے اعتبار سے جو کہ اثنا عشر ہے مبین ہے۔مبرد اور اس کے موافقین کے نزدیک نعم الرجل رجلاً زیدٌ میں جائز ہے۔اشمونی فرماتے ہیں کہ یہ مذہب مردود ہے۔

تَمَّ الْجُزْءُ الْاَوَّلُ مِنْ تُحْفَةِ النِّحْرِيْرِ بِشَرْحِ

نَحْوِ مِيْرْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيْ ۲۹/۷/۱۴۲۷ھ

اَلْمُوَافِقُ ۲۵/۸/۲۰۰۶م۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ

لَوْلَا اَنْ هَدَانَااللّٰهُ.

وَصَلَی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَی نَبِیِّهٖ مُحَمَّدٍ

وَعَلَی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ .

مصادر و مراجع

اسماء الکتب	اصحاب الکتب
۱۔قرآن مجید	تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ
۲۔بخاری شریف	ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری۔رحمہ اللہ
۳۔مؤطاامام مالک رحمہ اللہ	امام دارالہجرہ مالک بن انس۔رحمہ اللہ
۴۔مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہ رحمہ اللہ	عبدالرحمٰن بن محمد بن قاسم العاصمی النجدی الحنبلی۔رحمہ اللہ
۵۔لقطۃ العجلان وبلۃ الظمآن	محمد بن عبداللہ الزرکشی الشافعی ۔رحمہ اللہ
۶۔لسان العرب	جمال الدین محمد بن مکرم الانصاری
۷۔قاموس المحیط والقابوس الوسیط	محمدالدین محمد بن یعقوب فیروزآبادی۔رحمہ اللہ
۸۔مقدمہ قاموس	شیخ نصرالھورینی
۸۔المعجم الوسیط	ابراھیم مصطفیٰ احمد حسن الزیات، حامد عبدالقادر، محمد علی النجار
۹۔مختارالصحاح	محمد بن ابی بکر بن عبدالقادرالرازی
۱۰۔مصباح اللغات	مولانا ابوالفضل عبدالحفیظ بلیاوی
۱۱۔فقہ اللغۃ	الدکتورعلی عبدالواحدوافی
۱۲۔اخبارالنحاۃ	حکیم وکیل احمد سکندرپوری
۱۳۔تاریخ علم نحواور علماء نحو کے حالات	مولانا عبدالبر محمد بن قاسم ملتانی
۱۴۔الفیہ	ابوعبداللہ محمد جمال الدین عبداللہ بن مالک
۱۵۔کافیہ	جمال الدین ابوعمرعثمان بن عمرابن الحاجب
۱۶۔متن متین	الراضی باللہ ابن محمد رضا عبدالرسول
۱۷۔وافی	الشیخ عثمان بن عمر بلخی
۱۸۔المفصل	ابوالقاسم محمد بن عمر بن محمد بن عمرالخورزمی جاراللہ زمخشری
۱۹۔القطر	جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف بن ھشام الانصاری

۲۰۔التسہیل	ابوعبداللہ محمد جمال الدین محمد بن محمد عبداللہ بن مالک الطائی الجیانی
۲۱۔مغنی اللبیب	جمال الدین محمد بن عبداللہ بن یوسف بن ھشام الانصاری
۲۲۔شذور الذھب	
۲۳۔اَلْمُقَرِّبُ	ابوالحسن علی بن محمد بن محمد بن علی ابن عصفور
۲۴۔کتاب منازل الحروف	ابوالحسن علی بن عیسی الرُّمانی
۲۵۔مقدمۃ الازھریہ فی علم العربیہ	خالد بن عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن احمد الخزرجی
۲۶۔مفتاح العلوم	ابویعقوب بن یوسف بن ابی بکر محمد بن علی السکاکی
۲۷۔جامع الدروس العربیہ	الشیخ مصطفیٰ الغلایینی
۲۸۔متن الآجرومیہ	ابوعبداللہ محمد بن محمد بن آجروم الصنہاجی
۲۹۔متممۃ الاجرومیہ	محمد بن محمد الرعینی الشہیر بابن الحطاب
۳۰۔اظہار الاسرار	زین الدین محمد بن پیر علی البرکوی
۳۱۔معرب الکافیہ	حسین بن احمد الشہیر زینی زادہ
۳۲۔جمع الجوامع	جلال الدین بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی
۳۳۔المصنف	ابوالفتح عثمان بن جنّی النحوی
۳۴۔مراح الارواح	احمد بن علی بن مسعود
۳۵۔الاصول الاکبریہ	علی اکبر بن علی الہ آبادی
۳۶۔شذا العرف فی فن الصرف	الشیخ احمد الحملاوی
۳۷۔تفسیر ابن کثیر	عماد الدین ابوالفداء، اسماعیل بن الخطیب ابی حفص عمر بن کثیر الشافعی
۳۸۔تفسیر فتح القدیر	محمد بن علی بن محمد الشوکانی
۳۹۔تفسیر المنار	علامہ محمد رشید رضا
۴۰۔عقیدہ واسطیہ	تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام بن تیمیہ الحرانی
۴۱۔مقدمات علم النحو مع فوائد	احمد زینی دحلان وتلمیذہ عثمان شطا
۴۲۔فتح المجید شرح کتاب التوحید	الشیخ عبدالرحمٰن بن حسن آل شیخ

۴۳۔فتح الرحمٰن شرح لقطۃ العجلان وبلۃ الظمآن	شیخ الاسلام ابو یحیی زکریا الانصاری
۴۴۔المرتجل شرح الجمل	ابو محمد عبداللہ بن احمد بن احمد بن احمد بن عبداللہ بن نصر بن الخشاب
۴۵۔شرح التصریح علی التوضیح	خالد بن ابی بکر بن محمد بن احمد الخرزمی الشافعی النحوی
۴۶۔شرح ابن عقیل للالفیہ	بہاء الدین عبداللہ بن عقیل العقیلی المصری
۴۷۔شرح الالفیہ لابن الناظم	ابو عبداللہ بدر الدین محمد بن جمال الدین محمد بن مالک المعروف بہ ابن الناظم
۴۸۔شرح رضی للکافیہ	رضی الدین محمد بن الحسن الاستر آبادی
۴۹۔شرح الجامی للکافیہ	عبدالرحمٰن بن شمس الدین احمد اصفہانی
۵۰۔شرح ابن الیعیش	ابو البقاء موفق الدین یعیش بن علی بن یعیش بن محمد النحوی
۵۱۔الکواکب الدریہ شرح متممہ آجرومیہ	محمد بن احمد بن عبدالوھاب الاھدل
۵۲۔شرح المقدمۃ الازھریہ	خالد بن عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن احمد الخزرجی
۵۳۔الحنفیہ شرح مراح الارواح	العبد المھدی الحنفی
۵۴۔درایۃ النحو شرح ہدایۃ النحو	
۵۵۔شرح الالفیہ للاشمونی	نور الدین ابو الحسن علی بن محمد الاشمونی
۵۶۔شرح الشذور	شہاب الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف بن ھشام الانصاری
۵۷۔شرح الآجرومیہ للرملی	احمد بن احمد الرملی الانصاری
۵۸۔شرح الازھری علی الآجرومیہ	خالد بن عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن احمد الخزرجی
۵۹۔غایۃ التحقیق شرح الکافیہ	صفی بن نصیر
۶۰۔ھمع الھوامع	جلال الدین بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی
۶۱۔نصر الخبیر شرح نحو میر	مولانا ابو حذیفہ حسین قاسم
۶۲۔المصباح المنیر شرح نحو میر	مولانا سید حسن بن مولانا نبیہ الحسن مدرس دار العلوم دیو بند
۶۳۔شرح الفاکہی علی القطر	احمد بن الجمال عبداللہ بن احمد بن علی المشھور بالفاکہی
۶۴۔شرح المکودی	ابو زید عبدالرحمٰن بن علی بن صالح المکودی
۶۵۔شرح الآجرومیہ	شیخ زینی دحلان

٦٦۔شرح التہذیب	عبداللہ یزدی
٦٧۔رصف المعانی فی شرح حروف المبانی	احمد بن عبدالنور المالقی
٦٨۔لطائف البال	الشیخ محمد موسیٰ الروحانی البازی
٦٩۔اوضح المسالک الی الفیہ ابن مالک	ابومحمد عبداللہ بن یوسف بن ھشام الانصاری
٧٠۔فتح اللطیف الخبیر شرح متن الترصیف	الشیخ ابراہیم البیجوری
٧١۔الشرح لشرح مائۃ عامل	محمد مسعود ملتانی
٧٢۔فوائد رفیعہ	حافظ محمد جمال الدین گھوٹوی
٧٣۔فیوض عثمانی شرح فصول اکبری	مولانا عبدالرب میرٹھی
٧٤۔ہدیہ صغیر	مولانا اصغر علی صاحب
٧٥۔بدر منیر	مولانا عبدالرب میرٹھی
٧٦۔ہدیہ شبیر افادات (افادات)	شبیر احمد نور کھالوی رمرتبہ از خواجہ محمد ادریس لکھی پوری فاضل دیو بند
٧٧۔مہر منیر	مولانا عمر احمد عثمانی تھانوی
٧٨۔حاشیہ الصاوی علی الجلالین	الشیخ احمد الصاوی المالکی
٧٩۔حاشیہ یٰس علی فتح الرحمٰن	یٰس بن زین الدین الحمصی الشافعی
٨٠۔حواشی یٰس علی التصریح	
٨١۔حاشیہ ابن الحاج علی شرح الازھری	احمد بن محمد بن حمدون السلمی
٨٢۔منحۃ الجلیل بتحقیق شرح ابن عقیل	محمد بن محی الدین عبدالحمید
٨٣۔سبیل الہدیٰ بتحقیق قطر الندیٰ	
٨٤۔حاشیہ الخضری علی شرح ابن عقیل	محمد الدمیاطی الشافعی
٨٥۔حاشیہ الملوی علی شرح المکودی	تلمیذ عبداللہ بن محمد المغربی المکنسی
٨٦۔حاشیہ الصبان	محمد بن علی الصبان
٨٧۔حواشی پنج گنج	مولوی انور علی

ر

چیدہ چیدہ اَغلاط اور ان کی تصحیح

صفحہ	سطر	تصحیحات
13	12	لفظ النمل کو النحل پڑھیں
25	8	لفظ نشآت کو نشأت پڑھیں
ے	10	سات کے بعد (ا) کو بطور حاشیہ پڑھیں
29	16	موجود حاشیہ (ا) صفحہ 28 سطر 10 کا حاشیہ ہے
37	14	لفظ قیاسی کو قیاس پڑھیں
48	5	لفظ حلول کو مطول پڑھیں
51	6	رحمہا اللہ کو رحمہ اللہ پڑھیں
52	14	لفظ وَدَعهم کو وَدَعِهِمْ پڑھیں
55	6	لفظ مجھے کو میرا پڑھیں
60	14	عدد (ا) نہ پڑھا جائے
70	13	فاعل کو قائل پڑھیں
74	7	ہی کی جگہ ہیں پڑھیں
79	10	(یا منع صرف) کے الفاظ زائد ہیں
80	16	لفظ دوسرے پہلے پڑھیں
81	13	مبنی بر فتحہ کی جگہ معرب غیر منصرف پڑھیں
81	14	پہلا جزء مبنی بر فتحہ کی جگہ پہلا جز مبنی بر سکون پڑھیں
81	15	لفظ بشرطیکہ سے لے کر صفحہ 82 سطر 8 تک کی عبارت کی بجائے تکملہ کتب منع صرف کی طرف رجوع فرمائیں
98	9	ضربت کے بعد اسے کو سے پڑھیں
103	3	سرخی کے بعد نی سے پہلے تانِ کا اضافہ کریں
119	7	فرمائے کی جگہ فرمائی پڑھیں
120	13،12	حدیث کی عبارت یوں پڑھیں: لَیْسَ مِنَ امْبِرِّ امْصِیَامُ فِی امْسَفَرِ
149	13	لفظ اور فا بھی نہ پڑھیں
153	7	دونوں جگہ لفظ حالتوں کی جگہ قسموں پڑھیں
159	3	لفظ الّا کو اِلّا پڑھیں
160	7	الفاظ کرتے ہیں اور ہوتے ہیں کی جگہ کرنے میں اور ہونے میں پڑھیں
163	9	سالم کی بجائے مکسر پڑھیں
163	10	جمع مؤنث کے ساتھ مکسر کا اضافہ کریں
171	18	کے آخر میں اَنْ کے بعد اور کا اضافہ کر کے پڑھیں
175	9	ضَرَبَ زَیْدٌ اکے بعد فعل مضارع پر فاء سببیہ کے بعد کا اضافہ کریں
177	2	نمبر (۳) کو لکھا سے ختم کر کے (۴) کی جگہ اور (۴) کو پانچ کی جگہ پڑھا جائے
179	15	سطر کے اختتام پر **نوٹ:** صورت (۳) کی طرح (۲) اور (۴) بھی دوسرے درجہ پر بہتر ہیں پڑھیں
180	5،4	لفظ جزا کو جزاء پڑھیں
180	6	لفظ جزا کو جزاء پڑھیں اور جزاء کے بعد پر کا اضافہ کریں
181	9	''وَمَنْ لَمْ یَفْعَلْ'' کو ''وَمَنْ یَفْعَلْ'' پڑھیں
182	2	قولہ تعالیٰ کو ﴿وَمَا یَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلَنْ یُّکْفَرُوْهُ﴾ پڑھیں
182	18	قولہ تعالیٰ کو ﴿اِنْ اَدْرِیْ أَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ﴾ پڑھیں
183	18	فاء داخل کے بعد نہ کا اضافہ کریں
188	10	قولہ تعالیٰ کو ﴿وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا﴾ پڑھیں
198	11	آیت کے بعد لفظ میں کے بعد نیز کا اضافہ کریں
203	14	ابن ہشام کو ابن مالک پڑھیں
205	4	قولہ تعالیٰ کو ﴿فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً﴾ پڑھیں
219	9	ابن الحاجب میں الحاجب کی با کے نیچے کسرہ پڑھیں
226	7	''تمیز'' سے مراد تمیز نسبت ہے
228	7	مفرد سے پہلے اسم کا اضافہ کریں
234	2	عبارت کو بلخی نے وافی (ص: ۱۰۵) پڑھیں
236	8	وجوہا کو وجوبا پڑھیں
241	5	ثلثةٌ کو ثلثةُ پڑھیں
242	7	تذکیر و تانیث کے بعد دونوں کا اطلاق پڑھیں
243	6	اور کے بعد عبارت یوں ہے ''پہلا جزء اَحَدَ عَشَرَ، اِحْدٰی عَشَرَةَ میں مبنی بر فتحہ اِثْنَا عَشَرَ، اِثْنَتَا یا ثِنْتَا عَشَرَةَ میں معرب منصرف ہوگا جو کہ''

ب

تکملہ مرکب منع صرف

مرکب (۱) منع صرف کی بحث اگرچہ سابقا (صفحہ 80 تا 82) ذکر ہو چکی ہے، تاہم مزید افادہ کی غرض سے قدرے تنقیح کے ساتھ حوالہ قرطاس کر رہے ہیں۔ مرکب منع صرف مرکب مزجی کی دو قسموں میں سے ایک ہے۔ مرکب مزجی کی تعریف یہ ہے: كُلُّ كَلِمَتَيْنِ نَزَلَتْ ثَانِيَتُهُمَا مَنْزِلَةَ تَاءِ التَّأْنِيْثِ مِمَّا قَبْلَهَا (اختارہ ابن ہشام فی الأوضح) مرکب مزجی دو قسم پر ہے:

اول: مختوم بوَيْه: جس کے آخر میں "وَيْه" ہو۔ جیسے: سِيْبَوَيْه وعَمْرَوَيْه۔ دوم: مختوم بغیر وَيْه: جس کے آخر میں "وَيْه" نہ ہو جیسے: بَعْلَبَكَ وَمَعْدِ يْكَرِبُ۔

☆ مختوم بویہ میں اعراب و بناء کے لحاظ سے کل تین صورتیں ثابت ہیں، جن میں دو سابقا ذکر ہو چکی ہیں اور تیسری یہ ہے کہ پہلا جزء مضاف، معرب، منصرف، جس کا اعراب حسب عوامل ہوگا اور دوسرا جزء مضاف الیہ مبنی (۲) مجرور ہو۔

☆ مختوم بغیر ویہ یہ دو قسم پر ہے:

i۔ جس کے پہلے جزء کے آخر میں ایسی یاء ہو جس کا ماقبل مکسور ہو جیسے: مَعْدِيْكَرِبُ (عِنْدَ الْجَمِيْعِ) (۳) وَقَالِيْ قَلَا (۴) (عِنْدَ الزَّمَخْشَرِيِّ وَابْنِ هِشَامٍ دُوْنَ ابْنِ الْحَاجِبِ)

ii۔ جس کے پہلے جزء کے آخر میں مذکورہ یاء نہ ہو، جیسے: بَعْلَبَكَ وَحَضْرَمَوْتَ۔

مختوم بغیر ویہ کی دونوں اقسام میں اعراب و بناء کے لحاظ سے چار چار صورتیں ثابت ہیں، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

① بَعْلَبَكَ میں پہلا جزء مبنی بر فتح اور مَعْدِ يْكَرِبُ میں پہلا جزء مبنی بر سکون، مگر دونوں کا دوسرا جزء معرب غیر منصرف (۵) ہے۔ (كَمَا فِي الْكَافِيَةِ وَشَرْحِ الرَّضِيِّ وَشَرْحِ الْفَاكِهِيِّ)

② بَعْلَبَكَ میں دونوں جزء مبنی بر فتح (علی طریق خَمْسَةَ عَشَرَ) مگر مَعْدِيْكَرِبُ میں پہلا جزء مبنی بر سکون اور دوسرا جزء مبنی بر فتح (۶) ہوگا۔

③ بَعْلَبَكَ اور مَعْدِ يْكَرِبُ دونوں کا پہلا جزء مضاف، معرب، منصرف جس پر اعراب حسب عوامل آئے گا اور دوسرا جزء مضاف الیہ معرب منصرف یا غیر منصرف (اپنی انفرادی حالت کے اعتبار سے) ہوگا۔ (۷)

④ بَعْلَبَكَ اور مَعْدِ يْكَرِبُ دونوں کا پہلا جزء مضاف، معرب، منصرف جس پر اعراب حسب عوامل آئے گا (۸) مگر دونوں کا دوسرا جزء ہمیشہ مضاف الیہ، معرب، غیر منصرف ہی ہوگا (دائما)۔ (۹)

فائدتان: 1۔ یہاں یہ یاد رہے کہ ہم نے مرکب منع صرف کی سابقہ اور موجودہ بحث میں بعلبک کے پہلے جزء کو مبنی بر فتح اور معدیکرب کے پہلے جزء کو مبنی بر سکون نقل کیا ہے۔ دراصل یہ تعبیر بدرالدین ابن مالک، علامہ اشمونی اور برکوی کی ہے۔ ابن الخشاب، ابن یعیش اور رضی کی صنیع سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، البتہ ابن ہشام اوضح میں، سیوطی ہمع، شرنوبی شرح الفیہ، ازہری حاشیہ تصریح، اهدل کواکب دریہ، خضری حاشیہ شرح ابن عقیل اور صبان حاشیہ شرح اشمونی میں بعلبک کے پہلے جزء پر فتح اور معدیکرب کے پہلے جزء پر سکون کو بناء کے لیے نہیں مانتے۔ کیونکہ ان کے نزدیک بعلبک اور معدیکرب میں پہلے جزء کا آخر وسط کلمہ ہے اور وسط کلمہ نہ محل اعراب ہے اور نہ ہی بناء، وہ اس لئے کہ اعراب و بناء کا تعلق کلمہ کے آخر سے ہوتا ہے۔ بنا بریں یہ حضرات بعلبک کے پہلے جزء کو مفتوح الآخر اور معدیکرب کے پہلے جزء کو ساکن الآخر سے تعبیر کرتے ہیں، البتہ جن علمائے نحو کے نزدیک وسط کلمہ اگرچہ

محل اعراب تو نہیں تاہم محل بناء ضرور ہے۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ وسط کلمہ اعراب و بناء دونوں سے خالی ہو، تو وہ بعلبک اور معدیکرب کو بالترتیب مبنی بر فتح اور مبنی بر سکون سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ حضرات اعراب و بناء میں واسطہ کے قائل نہیں۔ شارح اشمونی کا شرح الفیہ میں یہی مؤقف ہے اور اسے ابن مالک کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔ شرح جامی اور غایۃ التحقیق (شرحا الکافیۃ) اور درایۃ النحو شرح ہدایۃ النحو کے مؤلفین کی بھی یہی رائے ہے۔
میں نے مرکب منع صرف کی سابقہ اور موجودہ بحث میں اگرچہ اشمونی، برکوی اور ان کے غیر کی رائے کو اپنایا ہے کیونکہ ان کا طریقہ سریع الفہم اور اقرب الی الذہن ہے۔ تاہم میرا ذاتی رجحان دوسرے فریق کے مؤقف کی طرف ہے۔

2۔ علامہ سیوطی الاشباہ والنظائر میں، شیخ یٰس شرح الفاکہی کے حواشی اور ابن الحاج شرح الازہری کے حواشی میں بَاذَنْجَانَه جیسے کلمہ کو، جس کے پہلے جزء کے آخر میں نون ہو، معدیکرب کی طرح پڑھتے ہیں۔ علامہ سیوطی نے الاشباہ والنظائر (۲۸۸/۱/۱) میں نون کی حروف علت سے سولہ وجوہ سے مشابہت بیان فرمائی ہے اور ان میں سے ایک وجہ مشابہت یوں بیان فرماتے ہیں:

اَلرَّابِعُ: أَنَّ الْاِسْمَيْنِ اِذَا رُكِّبَا وَهِيَ فِيْ آخِرِ الْاِسْمِ الْاَوَّلِ فَاِنَّهَا قَدْ تُسَكَّنُ نَحْوُ دَسْتَنَوَيْه وَبَاذَنْجَانَه كَمَا تُسَكَّنُ الْيَاءُ فِيْ مَعْدِيْكَرِبَ وَقَالَ يٰس فِيْ حَوَاشِيْ شَرْحِ الْفَاكِهِيْ (۲۶۶/۲)" وَزَادَ بَعْضُهُمْ بَاذَنْجَانَهْ فَيُسَكَّنُ اَيْضًا" مگر اکثر نحات نے اس کا ذکر نہیں کیا۔

---

(۱) یوں تو مرکب کی بہت سی اقسام ہیں، مثلاً مرکب اسنادی، مرکب اضافی، مرکب مزجی، پھر اس کی دو قسمیں: مختوم بویہ جیسے: سیبویہ، مختوم بغیر ویہ، جیسے: بعلبک ومعدیکرب، پھر مختوم بویہ سے ملحق مرکب عددی جیسے: خَمْسَةَ عَشَرَ مرکب ظرفی جیسے: صَبَاحَ مَسَاءَ۔ مرکب حالی جیسے: بَيْتَ بَيْتَ جیسا کہ شرح الفاکہی اور کواکب دریۃ میں مذکور ہے، غلاییني نے جامع الدروس العربیہ میں ان کے علاوہ مرکب عطفی جیسے: زَيْدٌ وَعَمْرٌو اور مرکب بیانی بھی ذکر کیا ہے یعنی وہ مرکب جس کا دوسرا کلمہ پہلے کی وضاحت کرتا ہے اور اس کی تین قسمیں ہیں: ① مرکب وصفی جیسے: تِلْمِيْذٌ مُجْتَهِدٌ۔ ② مرکب تاکیدی جیسے: زَيْدٌ نَفْسُهُ ③ مرکب بدلی جیسے: بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ۔ ان مرکبات کی مثالوں کا انتخاب اختصار کے پیش نظر میں نے خود کیا ہے۔
أقول: ان چار مرکبات کو سابقۃ الذکر مرکبات کی فہرست میں شامل کرنا محض تکلف ہے۔ علاوہ ازیں غلاییني نے مرکب بیانی کی اقسام میں مرکب عطف بیانی جیسے: اَبُوْ حَفْصٍ عُمَرُ کا ذکر نہیں کیا حالانکہ اسے بھی ذکر کرنا چاہیے تھا کیونکہ مرکب بیانی کی تعریف جو انہوں نے کی ہے اس کا صحیح مصداق تو یہی مرکب ہے۔ خیال رہے منع صرف کے باب میں جو مرکب مراد ہوتا ہے وہ مرکب منع صرف ہے اور اس میں علمیت شرط ہوتی ہے، اس کی تعریف مختلف طریقوں سے کی گئی ہے۔ ان میں سے ایک طریقہ وہ ہے جسے برکوی نے اظہار الاسرار میں اختیار فرمایا ہے، چنانچہ وہ اس کی تعریف یوں فرماتے ہیں: "كُلُّ عَلَمٍ مُرَكَّبٍ مِنِ اسْمَيْنِ لَيْسَ اَحَدُهُمَا عَامِلًا فِيْ آخَرَ وَلَا الثَّانِيْ صَوْتًا وَلَا مُتَضَمِّنًا لِمَعْنَى الْحَرْفِ نَحْوُ بَعْلَبَكَ وَحَضَرَ مَوْتَ.(بِفَتْحِ الْمِيْمِ وَضَمِّهَا)
منع صرف کا اعراب عموماً مختوم بغیر ویہ میں ہوتا ہے جیسے کہ معدیکرب مگر کبھی کبھی مختوم بویہ جیسے: سیبویہ میں بھی منع صرف کا اعراب پایا جاتا ہے، بلکہ مرکب عددی جیسے: خمسۃ عشر بھی جب کسی کا نام ہو جائے تو اس میں اعراب و بناء کی تین صورتوں میں سے ایک صورت منع صرف کے اعراب کی بھی ہے، اگر تفصیلات درکار ہوں تو آپ شرح رضی، تصریح للازہری، شرح اشمونی، شرح ابن عقیل اور حاشیہ خضری دیکھ سکتے ہیں۔ میں نے مرکب منع صرف کی سابقہ بحث میں سیبویہ کو بھی شامل کیا ہے کیونکہ اس میں بھی منع صرف کا اعراب پایا جاتا ہے۔ اگرچہ بالاصالۃ اس کا مبنیات میں شمار ہوتا ہے۔ سیبویہ جیسے مرکب میں جرمی نے منع صرف اختیار کیا ہے، بڑے بڑے نحات نے اس میں منع صرف کی لغت کو بھی بیان کیا ہے۔ جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

(۲) مبنی، کواکب دریۃ (۴۲/۱) میں شیخ اہدل فرماتے ہیں: " وَيُبْنَى الثَّانِيْ لِأَنَّهُ اِسْمُ صَوْتٍ" ۔ مگر شرح درایۃ النحو ص: ۱۷۳ میں شارح فرماتے ہیں کہ مرکب کی تعریف میں کلمتین کہا گیا ہے نہ کہ اسمین تاکہ اس میں بُخْتَ نَصَّرَ داخل ہو جائے کیونکہ اس کا دوسرا جزء فعل ہے، نیز فرماتے ہیں: (وَقِيْلَ: لِيَدْخُلَ فِيْهِ سِيْبَوَيْهِ لِأَنَّهُ ثَانِيْ جُزْئَيْهِ صَوْتٌ لَا اِسْمٌ) گویا کہ ان کے نزدیک سیبویہ کے آخر میں "ویہ" حرف ہے نہ کہ اسم، مگر غایۃ التحقیق شرح کافیہ ص: ۱۹۴ پر شارح فرماتے ہیں: وَفِيْهِ نَظَرٌ۔ لِأَنَّهُ لَوْلَمْ يَكُنْ اِسْمًا فَمَاهُوَ؟ اِنْ قِيْلَ: اِنَّهُ حَرْفٌ فَهُوَ قَوْلٌ لَمْ يَقُلْ بِهِ اَحَدٌ وَاِنْ قِيْلَ: اِنَّهُ لَيْسَ بِاسْمٍ وَلَا فِعْلٍ وَلَا حَرْفٍ لِعَدَمِ

و

كَوْنِهٖ دَآلًّا بِالْوَضْعِ بَلْ قِسْمٌ رَابِعٌ فَيَخْرُجُ مِنْ كَلِمَتَيْنِ اَيْضًا اِذِالْكَلِمَةُ لَا يَكُوْنُ [تَكُوْنُ] اِلَّا اِسْمًا اَوْ فِعْلًا اَوْ حَرْفًا فَلَوْ قَالَ :لَفْظَيْنِ لَكَانَ اَوْلٰى لِيَتَنَاوَلَ نَحْوَ سِيْبَوَيْهِ وَجَسْقْ فَسْقْ عَلَمًا۔

(۳)معد یکرب ، یہ دور جاہلیت کے چار اشخاص کا نام ہے،ان میں سے ایک معد یکرب بن حجر آکل المرار تھا۔کمافی حواشی الرجل ص:۹۳و مَعْنٰی مَعْدِيْكَرِبَ عَدَاهُ الْكَرْبُ أَيْ تَجَاوَزَهٗ ۔اھ۔ كَمَا فِي التَّصْرِيْحِ ۔

(۴)قَالِيْ قَلَا ،اِسْمٌ لِمَكَانٍ كَمَا فِي التَّصْرِيْحِ (۱/۱۱۸)

(۵)ان چار صورتوں میں سے پہلی صورت اولی، اَشہر، اَصح اور اَفصح ہے۔(كَمَا فِي الْكَافِيَةِ وَ شَرْحِ الرَّضِيِّ وَشَرْحِ الْفَاكِهِيِّ)اس صورت میں بعلبک اور معد یکرب یعنی مرکب مختوم بغیر ویہ بالجملۃ یعنی مجموعہ معرب ہوتا ہے۔اگر چہ اعراب لفظا یا تقدیرا صرف دوسرے جزء پر آتا ہے۔ابن ہشام کی توضیح میں کلام سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ معرب صرف دوسرا جزء ہوتا ہے۔لہذا اعراب کی دوسرے جزء کی طرف نسبت میں ان سے تسامح ہوا ہے۔(قَالَهُ اللَّقَانِيُّ كَمَا فِي حَوَاشِيْ يٰس عَلَى التَّصْرِيْحِ) علاوہ ازیں ازہری فرماتے ہیں: يَنْتَقِلُ الْإِعْرَابُ إِلَى الْجُزْءِ الثَّانِيْ لِصَيْرُوْرَتِهٖ كَالْجُزْءِ مِمَّا قَبْلَهٗ كَمَا نُقِلَ الْإِعْرَابُ مِمَّا قَبْلَ تَاءِ التَّانِيْثِ إِلَيْهَا لِمَا صَارَتْ كَالْجُزْءِ مِمَّا قَبْلَهَا۔اَلتَّصْرِيْحُ(۱/۱۱۸)

(۶)دوسری صورت کے بارہ میں ازہری تصریح (۲/۲۱۶) میں یوں فرماتے ہیں:''حَكَاهُ سِيْبَوَيْهِ وَغَيْرُهٗ ''شرح اشمونی (۳/۲۵۰) میں یوں مذکور ہے'' اَنْكَرَ بَعْضُهُمْ هٰذِهِ اللُّغَةَ وَقَدْ نَقَلَهَا الْاَثْبَاتُ ''اور شرح رضی میں اس صورت کے بارہ میں یوں حکم لگایا گیا ہے۔''وَهُوَ ضَعِيْفٌ''

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ علامہ خضری کے نزدیک خَمْسَةَ عَشَرَ جیسے مرکب میں دوسرے جزء پر تو فتح بناء کا ہے مگر پہلے جزء پر فتح بنیہ کا ہے نہ کہ بناء کا، پہلے فتح کو دوسرے فتح کی مشاکلت کی بناء پر فتح بناء کہا گیا ہے، گویا کہ دوسرا فتح تو بناء کا ہے مگر پہلا فتح مشاکلت (یعنی ہم شکل بنانے) کی وجہ سے ہے۔

تنبیہ:خَمْسَةَ عَشَرَ کے دوسرے جزء کا فتح بالاتفاق بناء کا ہے مگر پہلے جزء کے فتح کے بارہ میں متعدد اقوال ہیں جو کہ یہ ہیں:① یہ فتح بناء کا ہے چونکہ یہ وسط کلمہ کے آخر پر ہے اور وسط کلمہ کا آخر بناء کا مستحق ہے(کما مر سابقا)۔② یہ فتح بناء کا ہے کیونکہ عشر کی طرح خمسۃ بھی حرف کے معنی کو متضمن ہے۔كَمَا فِيْ شَرْحِ اللُّبَابِ نَقَلَ عَنْهُ يٰس فِيْ حَوَاشِيْ شَرْحِ الْفَاكِهِيِّ (۱/۴۸)۔③ یہ فتح بناء کا ہے کیونکہ لفظ عشر تائے تانیث کی جگہ ہے اور خمسۃ کا آخر لزوم فتح میں تائے تانیث کے ماقبل کی طرح ہے۔④ خمسۃ کے آخر کو بناء دی گئی کیونکہ یہ عشر کی طرف محتاج ہونے کی وجہ سے حرف سے مشابہ ہے اور اس کا فتح ترکیب کے ثقل کی وجہ سے تخفیفا دیا گیا ہے۔⑤ یہ فتح نہ اعراب کا ہے نہ بناء کا بلکہ یہ فتح بنیہ (بناوٹ) کا ہے جسے عشر کے فتح بناء کی مشاکلت کی وجہ سے بناء کا قرار دیا گیا ہے، گویا کہ یہ فتح شبہ بناء کا ہے۔

(كَمَا مَرَّ سَابِقًا هٰهُنَا وَذَكَرْتُهٗ اَيْضًا بِالتَّفْصِيْلِ فِيْ مَبْحَثِ حَدِّ الْإِعْرَابِ الْاِصْطِلَاحِيِّ اللَّفْظِيِّ فِيْ مَجَلَّةِ "نِدَآءِ الْجَامِعَةِ")

(۷)اضافت کی صورتوں میں اضافت سے مراد اضافت حقیقی نہیں بلکہ لفظی ہے یعنی ان دو صورتوں میں جزء اول اور دوم کو مضاف اور مضاف الیہ سے صرف لفظی مشابہت ہے۔اضافت کے باوجود یہ مرکب، مرکب مزجی رہے گا۔(ذَهَبَ اِلَيْهِ الرَّضِيُّ وَالْخُضَرِيُّ وَيٰس فِيْ حَوَاشِي التَّصْرِيْحِ)

مگر صبان اس طرف گئے ہیں کہ ان صورتوں میں مرکب مزجی، مرکب اضافی کے زمرے میں شامل ہو جاتا ہے، چنانچہ حاشی اشمونی (۳/۲۴۹) میں فرماتے ہیں: لٰكِنَّهٗ (أَيِ الْمُرَكَّبَ الْمَزْجِيَّ)بَعْدَ الْاِضَافَةِ لَا يُسَمّٰى مُرَكَّبًا مَزْجِيًّا لِأَنَّ الْاِضَافِيَّ قَسِيْمُ الْمَزْجِيِّ فَتَسْمِيَتُهٗ مَزْجِيًّا بِاِعْتِبَارِ حَالَتِهِ الْاُخْرٰى أَيْ حَالَةِ مَزْجِهٖ ۔

یاد رہے کہ مرکب مزجی میں اضافت کی صورت مرکب اضافی جیسے:عبداللہ کی مشابہت کی وجہ سے ہے۔

(۸)اضافت کی صورتوں میں بعلبک کے پہلے جزء پر ضمہ، فتحہ اور کسرہ لفظا اور معد یکرب کے پہلے جزء پر ضمہ، فتحہ اور کسرہ تقدیرا آئے گا۔ابن مالک ،ابن ہشام، خضری، اشمونی، صبان اور ازہری اسی طرف گئے ہیں۔چنانچہ ابن ہشام اوضح (۲/۲۱۶) میں یوں رقم طراز ہیں: وَعَلَى اللُّغَاتِ الثَّلَاثِ فَاِنْ كَانَ آخِرُ الْاَوَّلِ مُعْتَلًّا كَمَعْدِيْكَرِبَ وَقَالِيْ قَلَا وَجَبَ سُكُوْنُهٗ مُطْلَقًا۔علامہ ازہری ان تینوں لغات کو یوں بیان فرماتے ہیں:وَهِيَ ①اِعْرَابُهٗ اِعْرَابَ مَالَا يَنْصَرِفُ ②وَاِضَافَةُ اَوَّلِ جُزْئَيْهِ إِلٰى ثَانِيْهِمَا ③وَبِنَاؤُهُمَا عَلَى الْفَتْحِ اور پھر وَجَبَ سُكُوْنُهٗ مُطْلَقًا میں'' مُطْلَقًا ' کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: فِي الرَّفْعِ وَالنَّصْبِ وَالْجَرِّ سَوَاءٌ أَكَانَ مُعْرَبًا كَمَا فِيْ لُغَةِ الْإِضَافَةِ اَمْ مَبْنِيًّا كَمَا فِيْ غَيْرِهَا ۔اھ۔ بعض علماء معد یکرب کے پہلے جزء پر رفعی اور جری حالت میں سکون اور نصبی حالت میں فتحہ ظاہرہ کے قائل ہیں۔كَمَا فِي التَّصْرِيْحِ اَيْضًا.

(۹)علامہ رضی شرح الکافیہ (۲/۸۵) میں چوتھی صورت کی جبکہ اس میں دوسرا جزء ہمیشہ غیر منصرف ہوتا ہے تردید فرماتے ہیں: نَقَلَهٗ يٰس فِي الْحَوَاشِيْ عَلَى التَّصْرِيْحِ (۱/۱۱۸)مُفَصَّلًا۔

اللہ رب العزت نے اپنے کلام مقدس قرآن مجید، فرقانِ حمید کے ذریعے پوری انسانیت پر عموماً اور امت مسلمہ پر خصوصاً جو عظیم احسانات فرمائے ان کی فہرست طویل اور وسیع الأطراف ہے۔ حیات انسانی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جو قرآنِ حکیم کے بہترین اثرات سے مستفید اور اس کے نورِ ہدایت سے مستنیر نہ ہوا ہو۔ بالخصوص علم وحکمت کی دنیا میں تو اس کے نقوش اَن مِٹ اور لازوال ہیں۔

عربی زبان بعثت نبوی ﷺ سے قبل صدیوں سے لکھی، پڑھی اور بولی جارہی تھی۔ مگر جب اللہ نے اسے قرآن کے لئے اختیار فرمایا، تو اسے دنیا بھر کی زبانوں میں وہ مقام رفیع حاصل ہوا کہ دنیا کی کوئی زبان آج تک اس کی صحت و سلامتی اور فصاحت و بلاغت کا مقابلہ نہیں کرسکی۔ اسے لکھنے، بولنے اور پڑھنے کے لئے اصول وقواعد معرض وجود میں آگئے، اس کے مفردات ومرکبات کے تجزیے ہونے لگے، عجمیوں کی قرآن وحدیث سے وابستگی اور ان کے فہم سے دلچسپی اور اسلام سے عملی محبت کو دیکھ کر خلیفۂ راشد حضرت علیؓ کے ایماء پر ابوالأسود الدؤلی ظالم بن عمرو (۶۰۵م۔۶۸۸م) نے علم القواعد العربیہ کی بنیاد رکھی۔ جو اس سے قبل قرآن کریم کی خدمت اور حفاظت کے لئے عربی کے معجم حروف پر نقاط لگانے کا کارنامہ بھی سرانجام دے چکے تھے۔

ہمارے ہاں برصغیر پاک وہند کے عربی ودینی مدارس میں مروجہ نحو کی درسی کتب میں میر سید شریف جرجانی رحمہ اللہ (۷۴۰ھ۔۸۱۶ھ) کی تصنیف "نحو میر" کا نام اور مقام بڑا معروف ہے۔ جو صدیوں سے نصابِ تعلیم کا حصہ چلی آرہی ہے بالخصوص درس نظامی میں تو اس کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اپنی جامعیت، اختصار، سہولت اور حسنِ ترتیب وثقاہت کی وجہ سے طلبہ کے لئے انتہائی مفید اور اس فن کی امہات الکتب تک رسائی کے لئے بڑی ممد ومعاون ثابت ہوئی ہے۔

اللہ تعالی جزائے خیر سے نوازے برادر گرامی منزلت فاضل جلیل محترم مولانا حفیظ الرحمٰن لکھوی ﷾ فاضل مدینہ یونیورسٹی کو کہ انہوں نے اس کی اہمیت وضرورت کے پیش نظر اس طرف توجہ دی اور اردو زبان میں اس کی ایک مفصل علمی شرح بنام "**تحفة النحرير بشرح نحو مير**" (حصہ اول)، اساتذہ کرام اور منتہی طلبہ کے لئے مرتب کردی ہے۔ جو جامع، مبسوط اور عام فہم ہونے کے علاوہ موضوع سے متعلقہ مواد کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ فاضل مؤلف کو جزائے خیر سے نوازے اور ان کے جملہ کارہائے خیر میں برکت عطا فرمائے اور ذخیرۂ آخرت بنائے اور طلبہ کو ان سے استفادہ کی توفیق بخشے، قحط الرجال اور زوالِ علم کے اس دور میں ان کی شخصیت اور کتب غنیمت ہیں۔

ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر
رئیس الجامعة السعیدیة خانیوال
رئیس المجلس الاسلامی پاکستان

Processed by: S.M.Printers